شہید

اسرارو مہمی واقعات کا حیرت انگیز ناول

مصنّف
سر آرتھر کانن ڈائل

مترجم
تیرتھ رام فیروزپوری

ناشر
آزاد بک ڈپو امرتسر

بار اول

قیمت تین روپیہ

پیش لفظ

نامور جاسوس شرلک ہومز کے خالق سر آرتھر کانن ڈائل کا نام گو زیادہ تر اُن چند ایک ناولوں اور بیشمار مختصر افسانوں کی وجہ سے مشہور ہے جو اُس نے اپنے کردار کے متعلق مختلف اوقات میں لکھے تاہم اُس کے وہ ناول اور افسانے بھی کچھ کم دلچسپ نہیں جن میں سے بعض علمی دریافتوں بعض پر اسرار مبہم واقعات اور کئی ایک روحانیات کے گہرے لیکن نہایت دلکش معاملات سے تعلق رکھتے ہیں انہی متفرق ناولوں میں سے ایک کا جو نپولین اعظم کے تابناک دَور زندگی کے اُس عرصہ سے تعلق رکھتا ہے جب یورپ میں ہر طرف اُس کا طوطی بولتا تھا اور جس میں ضمنی طور پر کئی نہایت دلکش اور پُر اسرار واقعات شامل ہیں یہ ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے اس کی دلچسپیاں مخصوص ہیں اور یقین کامل ہے کہ اِس ناول کو پڑھ کر سر آرتھر کے مداحوں میں اُس کی بعض اور کتابیں دیکھنے کا شوق پیدا ہوگا جو خالص جاسوسی کے دائرہ سے باہر ہیں اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ چیز جو اپنی طرز کی یادگار ہے پیش کی جاتی ہے۔

۱۰/۲/۱۳۶ اسلام آباد جالندھر شہر

تیرتھ رام

جلد اوّل

گردابِ ہلاکت

باب ۱

واپسی

کم از کم سو بار میں نے اپنے ماموں کا خط پڑھا یہاں تک کہ لفظ لفظ ازبر ہو گیا لیکن پھر ایک دفعہ میں نے اسکو جیب سے نکالا اور کشتی کے ایک جانب ٹیک لگا کر اس قدر غور سے پڑھنا شروع کیا گویا پہلی مرتبہ اس کو پڑھ رہا تھا۔ خط کی شان ظاہر کرتی تھی کسی ایسے آدمی کا لکھا ہوا ہے جس نے اپنی ابتدائی زندگی کسی قصبہ میں مختار کی حیثیت سے گذاری ہو، لفافہ پر پتہ یہ تھا:۔

"ڈی لاول معرفت ولیم ہارگر یوز مالک سرائے گرین مین۔ ایشفورڈ کینٹ"

سرائے وار کے پاس خم کے خم فرانسیسی شراب کے موجود تھے جو خفیہ تاجر سرکاری نگرانوں سے آنکھ بچا کر ساحل نارمنڈی سے لائے تھے انہی تاجروں میں سے ایک کی معرفت یہ خط بھی اُس تک پہونچا تھا۔

خط کا مضمون یہ تھا:۔

"میرے پیارے بھانجے لوئیس۔ چونکہ اب تمہارے والد کے انتقال نے تم کو دنیا میں تنہا کر دیا ہے غالباً تم اُس عداوت کو قائم رکھنا نہ چاہو گے" جس نے ہم سارے بہنوئی کو جُدا کر رکھا تھا۔ انقلاب کے زمانہ میں تمہارے باپ

نے بادشاہ کی وفاداری کی اور میں جمہور کا ساتھی ہو گیا۔ نتیجہ جو کچھ ہوا تم کو معلوم ہے۔ تمہارے والد مرحوم کو فرانس چھوڑنا پڑا اور میں گروبالی کی جائداد کا مالک رہوں۔ تمہارے لئے یہ امر یقیناً ناگوار ہوگا کہ اپنے آباؤ اجداد کی جائداد سے محروم رہو مگر مجھ کو یقین ہے کہ جائداد کے غیروں کے ہاتھ میں جانے سے یہ ہزار درجہ بہتر تھا کہ وہ تمہارے ہی خاندان کے ایک فرد کے قبضہ میں رہے تم اپنے ماموں پر بھروسہ رکھو کہ وہ ہمیشہ تمہارے ساتھ مہربانی اور ہمدردی کا سلوک کرےگا اور اب میں تمہیں کچھ نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔ تم جانتے ہو میں ہمیشہ سے جمہوریت کا حامی رہا لیکن اب مجھ پر یہ حقیقت آشکارا ہو گئی ہے کہ تقدیر کے خلاف جدوجہد کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں اور نپولین کی طاقت اب اتنی زبردست ہے کہ اس میں جنبش نہیں ہو سکتی۔ اس بناء پر میں نے اس کی . . . اطاعت شعاری کو منظور کر لیا ہے۔ میں نے اس کی اس قدر خدمات کی ہیں کہ وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں جو بات اس سے عرض کروں منظور کر لے گا۔ آج کل وہ بولون میں مقیم ہے جو گروبالی سے صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ اگر تم آجکل آ گئے تو تمہارے ماموں کی خدمات کے صلہ میں وہ تمہارے باپ کی غداری نظرانداز کر دیگا۔ یہ سچ ہے کہ تمہارا نام ابتک باغیوں کی فہرست میں شامل ہے مگر میرے اثر سے یہ معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔ اس لئے میرے پاس فوراً چلے آؤ۔ اور نہایت اطمینان اور اعتماد کے ساتھ آؤ۔

تمہارا ماموں

برناک

خط کا مضمون تو خیر جو تھا سو تھا، لفافے نے مجھکو سب سے زیادہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ لفافہ کے دونوں سروں پر سرخ لاکھ لگی تھی اور معلوم ہوتا

تھا کہ میرے ماموں نے بجائے مُہر کے انگوٹھا استعمال کیا ہے کیونکہ لاکھ کے اوپر موٹے کھُردرے چمڑہ کے نشانات تھے ان مہروں میں سے ایک کے اوپر انگریزی میں یہ الفاظ درج تھے "خبردار ہرگز نہ آنا"، صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ جملہ بہت جلدی میں لکھا گیا ہے خدا جانے عورت کا لکھا ہوا تھا یا مرد کا؟ "ہرگز نہ آنا"

میں بار بار غور کرتا تھا مگر کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کیا یہ جملہ خود میرے ماموں کا لکھا ہُوا تھا ور اُس نے خط لکھنے کے بعد اپنی رائے تبدیل کی تھی؟ مگر نہیں یہ قیاس خلافِ عقل تھا کیونکہ پھر خط بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ یا شاید کسی اور کا لکھا ہُوا ہو جو مجھے خبردار کرنا چاہتا تھا۔ خط فرانسیسی میں تھا اور تنبیہ انگریزی میں۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ جملہ انگلستان میں لکھا گیا ہے مگر جب سب مُہریں بدستور قائم تھیں تو کسی کو خط کے مضمون کا علم کیونکر ہُوا؟

بادبان میرے سر پر ہَوا میں گونج رہا تھا نیلگوں پانی میرے چاروں طرف لہریں لے رہا تھا اور میں اُن باتوں پر غور کر رہا تھا جو اپنے ماموں کے متعلق میں نے سنی تھیں۔ میرا مرحوم باپ فرانس کے بہت بڑے اور قدیم ترین خاندانوں میں سے ایک کا وارث تھا۔ اُس نے شادی کے وقت منصب و اجاہ کے مقابلہ میں حُسن اور نیکی کا زیادہ خیال کیا تھا، اور میری ماں نے اپنی ساری زندگی میں یہ ثابت کر کے دکھا دیا کہ میرے والد کا انتخاب بہترین تھا مگر والد کو میرے اس قانون پیشہ ماموں سے ہمیشہ نفرت رہی۔ ہماری خوشحالی کے زمانہ میں وہ حد سے گذرا ہوا خوشامدی اور مصیبت کے زمانہ میں کینہ پرور اور کمینہ دشمن ثابت ہوا تھا۔ اُس نے ہمارے اسابیوں کو اس

قدر ہمارے خلاف بھڑکایا کہ ہمیں آخر کار وطن کو خیر باد کہنا پڑا۔ روبسپیر
کے زمانہ میں وہ اس کے وحشیانہ ظلم میں اس درجہ معاون رہا کہ گرد بائی کی
جائداد بطور معاوضہ اسکو دی گئی۔ روبسپیر کے زوال کے بعد اس زمانہ ساز
نے باراس سے ربط ضبط پیدا کیا غرضکہ ہر تبدیلی نظام میں وہ اس درجہ رہا
کہ برابر یہ جائداد اسی کے قبضہ میں چلی آئی۔ اب اس خط سے معلوم ہوا کہ...
اس نے جدید شہنشاہ فرانس کے دربار میں رسوخ حاصل کرلیا ہے۔
گو میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میرا جمہوریت پسند ماموں نپولین کے کس مصرف
کا ہے اور نپولین ..... ایسے آدمی کو کیونکر پسند کرتا تھا جس کے گذشتہ کارنامے
اس درجہ بُرے تھے۔

اب قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر میں ایک ایسے آدمی کی دعوت
پر مراجعت فرانس کی واپسی کیلئے تیار ہی کیوں ہوا جس کو میرا مرحوم باپ ہمیشہ
غاصب و غدار کے مکروہ القاب سے یاد کیا کرتا تھا تو واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ
اب گذشتہ نسلوں کے عناد اور مخالفتوں سے اُکتا گئے تھے۔ پرانے تارکانِ
وطن کے لئے گویا گردشِ روزگار ۱۷۹۳ء میں ختم ہو گئی تھی۔ اس سے پہلے
کے اتحاد و اختلاف اُن کے دلوں میں نقش تھے اور یہ نقش ان کے دلوں
میں خوفناک خانہ جنگیوں کی وجہ سے اور بھی گہرے بیٹھ گئے تھے جن
کی بدولت اُن کو سخت آفات و مصائب کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مگر ہم لوگ
جو نئی سرزمینوں پر پیدا ہوئے سمجھتے تھے کہ زمانہ بدل چکا ہے اور صورت
حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارے دل اب یہی چاہتے تھے کہ گذشتہ
عناد ختم کردئے جائیں۔ فرانس کو اب ہم لوگ قتل و غارت اور گلوٹین اور
ٹوکرے کا مقام نہیں سمجھتے تھے، وہ ہماری نظروں میں ایک شاندار جگہ

کی ملکہ تھی جس پر تمام دنیا حملہ کر رہی تھی مگر وہ سب پر غالب تھی، تاہم مقابلہ میں اتنی جمعیت تھی کہ فرانس کے دور افتادہ فرزندوں کو اسکی امداد کے لئے اٹھنا ضروری تھا۔ جب وطن ہی دراصل وہ کشش تھی جو مجھے رودبار پار لئے جا رہی تھی نہ کہ ماموں کا خط۔

عرصہ سے میرا دل اپنے وطن کے لئے بے چین تھا مگر اپنے والد کی حیات میں میں اپنے خیالات کو زبان پر لانے کی جرآت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ جو آدمی کانڈے کی طرف سے لڑا ہو جو کوبسرن کی لڑائی میں شریک رہا ہو اُس کے سامنے اس قسم کے خیالات کا اظہار بدترین غداری تھی، مگر اب والد کے انتقال کے بعد کوئی وجہ نہ تھی کہ میں اپنے وطن سے دور رہوں۔ یہ خواہش اس وجہ سے اور بھی مستحکم ہو گئی تھی کہ میری پیاری یوجینی بھی میری ہم خیال تھی۔ اُس کے والدین خاندان ذی شواذیل سے تھے، اس لئے جدید نظام سلطنت کے خلاف اُن کے تعصبات ہم سے بھی زیادہ تھے۔ ہم لوگوں کے والدین کو بھلا کیا خبر تھی کہ اُن کے بچوں کے دل پر کیا گذر رہی ہے۔ بسا اوقات جب وہ کمرے میں بیٹھے فرانسیسی فتوحات پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہم لوگ باغ میں فرط مسرت سے ناچتے پھرا کرتے تھے۔ مکان میں ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس کو چاروں طرف سے بیلیں گھیرے ہوئے تھیں یہی ہم لوگوں کے راتوں کو چھپکر ملنے کا مقام تھا۔ میری اور یوجینی کی محبت اس وجہ سے اور بھی مستحکم ہو گئی تھی کہ ہر شخص کے خیالات ہم سے جداگانہ تھے۔ میں اکثر یوجینی سے اپنے خوشگوار... توقعات اور آرزوؤں کا ذکر کیا کرتا اور وہ اپنی پرجوش ہمدردی سے انکو مستحکم کرتی جاتی تھی یہاں تک کہ جب وقت آیا تو ہم دونو تیار تھے۔

لیکن اس خط کے اور میرے والد کے انتقال کے علاوہ ایک بات اور
تھی جس نے ایشفورڈ میں میری زندگی تلخ کر رکھی تھی، اتنا میں ضرور کہوں گا کہ
فرانسیسی تارکانِ وطن کے کیساتھ انگریزوں کا سلوک نہایت فیاضانہ تھا۔ ہم
میں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جو اس فیاض ملک اور اس کے باشندوں کی
یاد اپنے ساتھ نہ لایا ہو۔ تاہم ہر ملک میں چند مفسد اور شکر آدمی ضرور ہوتے
ہیں، چنانچہ خاموش اور پرامن ایشفورڈ میں بھی ایسے لوگ کم نہ تھے۔ کینٹ
کے ایک شخص فارسے نے خصوصاً مفسدہ پردازی اور امکش پن میں شہرت حاصل
کیا تھا۔ وہ جب ہم لوگوں کو دیکھ پاتا موجودہ نظام فرانس کے خلاف ہی نہیں بلکہ
فرانسیسی قوم اور خود فرانس کے متعلق نہایت دل آزار اور ہتک آمیز الفاظ استعمال
کیا کرتا تھا۔ موجودہ نظام فرانس کے خلاف تو خیر اسکی باتیں نظرانداز کی جاسکتی
تھیں کیونکہ انگریز اور فرانسیسی برسرپیکار تھے۔ مگر یہ قومی توہین ناقابل برداشت
تھی۔ ہم لوگ ہمیشہ اس کی باتیں سُنکر پی جاتے، مگر آخرکار اُس کا رویہ اس درجہ
ناقابل برداشت ہوگیا تو میں نے فیصلہ کر لیا اسکو اس کا مزا چکھا کر چھوڑوں گا۔

ایک دن ہم کئی آدمی ہوٹل میں چاء پی رہے تھے کہ مارے مخمور اور مفسدہ
پردازی پر تلا ہوا کمرہ میں آبیٹھا اور فرانسیسی قوم کی ہتک کرنے لگا۔ وہ حملہ کرتا
جاتا اور بار بار مجھ کو دیکھتا جاتا تھا کہ میں ان باتوں سے کس طرح متاثر ہوتا ہوں۔
آخر اس نے گستاخی سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا "بڈھے لاول کو ایک
جام صحت پینا ہوگا۔ میں نیلسن کے دست و بازو کا جام تجویز کرتا ہوں۔ جو فرانس
کو خاک میں ملائے گا۔" یہ کہکر وہ منہ بناکر میری طرف دیکھنے لگا کہ میں اس کا
کیا جواب دیتا ہوں۔ میں نے فوراً کہا "بہتر ہے بشرطیکہ تم بھی میرا مجوزہ جام پیو۔"
اس پر وہ آمادہ ہوگیا اور ہم دونوں نے جام صحت نوش کیا۔ "اب جواب تمہاری

کیا تجویز ہے" فار لے نے پوچھا۔ میں نے کہا "جام بھرو" اس نے جام بھر کر کہا "لیجئے یہ جام بھر گیا"۔ میں نے کہا "میں اس توپ کے گولہ کا جام تجویز کرتا ہوں جس نے نیلسن کا ہاتھ اڑا دیا تھا" اس کے جواب میں اس نے فوراً شراب سے بھرا ہوا گلاس میرے منہ پر دے مارا۔ اور ایک گھنٹہ کے اندر ہی اندر ہم لوگوں میں سے طے ہو گیا کہ اس کا تصفیہ باہمی ڈوئیل سے کیا جائے اس کے لئے مقام اور وقت بھی طے کر لیا گیا۔ میری گولی اس کے شانہ کو توڑ کر نکل گئی جس کے صلہ میں شمکو نوجینی نے لاوڑل کے پھول چُن کر اپنے بالوں میں لگائے۔

اس معاملہ میں کوئی قانونی کارروائی نہیں ہوئی تاہم اب اس شہر میں میرا رہنا مناسب نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ باوجود اس کے کہ لفافہ پر تنبیہ موجود تھی میں اینٹفورڈ چھوڑنے کو تیار ہو گیا۔ اگر واقعی میرے ماموں کا اتنا اثر تھا کہ وہ شہنشاہ سے کہہ کر باغیوں کی فہرست میں میرا نام نکلوا سکتا تھا تو واپسی کی راہ میں جو رکاوٹ حائل تھی وہ دور ہو جاتی تھی۔

میں بدستور کشتی کا سہارا لئے بیٹھا تھا۔ دماغ میں خیالات اور مستقبل کی توقعات کا ہجوم تھا کہ ایک ملاح نے اچانک میرے کندھے پر زور سے ہاتھ رکھا اور کہا "وہ لو اب اس چھوٹی کشتی پر سوار ہو جاؤ"۔

سیاسی نقطۂ خیال سے میں ... پسندی کی جانب مائل نہ تھا، تاہم امیرانہ خودداری میرے مزاج سے دور نہ ہوئی تھی۔ میں نے ملاح کا میلا ہاتھ آہستہ سے الگ کر کے کہا "ابھی ساحل دور ہے"۔

اس نے گستاخی سے جواب دیا "خیر جو چاہو کرو۔ میں اس سے زیادہ قریب نہیں جا سکتا خواہ اس چھوٹی کشتی پر سوار ہو جاؤ، خواہ تیر کر چلے جاؤ"۔

میں نے اس کو بہت سمجھایا کہ اس کو پورا کرایہ دیا جا چکا ہے مگر اس پر

کوئی اثر نہیں ہوا، اسے اس کی کیا پرواہ تھی کہ میں نے اپنے خاندان کی [illegible]۔
گھڑی جو پشتہا پشت سے محفوظ چلی آ رہی تھی۔ ایک [illegible] اس رہن رکھ کر [illegible]
[illegible]

اس نے پھر ایک بار سختی لی [illegible] اچھا جم [illegible]
[illegible] حضرت اگر آپ نہیں بیٹھتے [illegible] انگلستان والے جلدیں [illegible]
[illegible] شمال مغربی سمندر میں بنی شفی چٹانوں کے قریب لے جائے [illegible]"

میں نے مجبوراً کہا "اچھا میں جاتا ہوں"

اس پر ملاح نے اس انداز سے قہقہہ مارا کہ مجھ کو سخت جھنجھلاہٹ ہوئی اور میں مڑا کہ اس کی گوشمالی کروں۔ مگر ان کمبختوں کے مقابلہ میں انسان بہت بے بس ہوتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مہلک اسلحہ کے استعمال کا موقع نہ تھا لیکن اگر بید استعمال کیا جائے تو یہ ظالم گھونسوں سے کام لیتے ہیں جس سے کچھ پیش نہیں جاتی۔ مارکوئس ڈی تھمفورٹ ایک قصہ بیان کرتے تھے کہ جب وہ پہلے پہل فرانس ترک کر کے سٹن میں مقیم ہوئے تو ایک گستاخ کسان کو سزا دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے گھونسوں سے ان کا دانت توڑ ڈالا۔ بہرصورت میں غور کر کے اس نتیجہ پر پہونچا کہ خاموشی ہی بہترین حربہ ہے۔ میں چھوٹی کشتی پر سوار ہو گیا اور میرے پیچھے ایک ملاح نے میرے مختصر سے سامان کی گٹھڑی میرے پاس پھینک دی۔ زمانہ کی نیرنگی دیکھئے کہ خاندان لالی کا وارث ایک گٹھڑی لے کر سفر کو نکلا ہے۔!

آثار ظاہر کر رہے تھے کہ موسم بہت طوفانی ہو جائیگا۔ ابر سیاہ کے ٹکڑے آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ملاح جو میری کشتی کو کھے رہے تھے [illegible] آسمان کی طرف دیکھتے تھے۔

اور مجھ کو بھی خوف تھا کہ کہیں طوفانی کیفیت کے آثار دیکھ کر وہ واپس نہ ہو جائیں۔ محض خیال بٹانے کے لئے میں نے کہا "یہ دائیں اور بائیں جانب روشنیاں کیسی ہیں"

ملاح نے جواب دیا "شمال کی جانب بولون اور جنوب کی طرف ایٹاپلس" بولون! ایٹاپلس! ان ناموں نے مجھ پر جادو کا اثر کیا۔ موسم گرما میں ہم لوگ بچپن کے زمانہ میں بولون نہانے کی غرض سے جا کر ٹھہرا کرتے تھے اور مجھ کو وہ زمانہ یاد تھا کہ میں چھوٹا سا اپنے باپ کے ساتھ گھومتا پھرتا اور تعجب کیا کرتا تھا کہ ہر ماہی گیر میرے باپ کو دیکھ کر ٹوپی کیوں اٹھا لیتا ہے۔ فرانس ترک کرتے وقت ہم لوگ ایٹاپلس ہی کی بندرگاہ سے سوار ہوئے تھے۔ اس وقت ہم سب کے پیچھے پیچھے ایک غضب آلود مجمع تھا۔ مجھ کو اضطراب تک نہ بھولا تھا کہ اس مجمع میں سے ایک بدمعاش نے ہم لوگوں کو پتھر مارا جو بہت زور سے میری ماں کے گھٹنہ پر پڑا۔ اس پر میرے باپ کو غصہ آیا اور وہ ان نالائقوں پر گرجا تھا۔ اس گرج میں میری کمزور آواز بھی شامل تھی۔ یہی دونوں مقامات اس وقت میرے جنوب اور شمال میں چمک رہے تھے۔ ان دونوں مقامات کے درمیان صرف دس میل کے فاصلہ پر میرا قلعہ اور گردو باکی کی جائداد تھی جو زمانہ قدیم سے ہمارے خاندان کا مولد اور مدفن تھی اور یہاں سے ہمارے اجداد ولیم فاتح کی معیت میں انگلستان کے مشہور جزیرہ کو فتح کرنے گئے تھے۔ میں نگاہ پرزور دے کر دیکھ رہا تھا کہ شاید قلعہ کا برج نظر آ جائے۔

ملاح نے مجھ سے کہا "وہ کس قدر عمدہ اور سنسان میدان ہے۔ میں نے آپ کے ہم شرب اور بھی بہت سے آتا رے ہیں۔"

میں نے دریافت کیا کہ آخر میرے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟

اس کا جواب اس نے دیا "یہ میرا کام نہیں۔ بہت سے پیشے ایسے ہیں جن کے متعلق خاموشی ہی بہتر ہے"

"کیا تم مجھ کو سازشی سمجھتے ہو؟"

ملاح نے کہا "لیجئے آپ نے خود ہی نام لے دیا مگر کوئی بات نہیں ہم لوگ ان باتوں کے عادی ہیں"

میں نے اس کو سنجیدگی سے یقین دلایا کہ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو

"اچھا تو کیا آپ مفرور قیدی ہیں؟"

"نہیں"

اس پر اس نے اپنا منہ آگے نکال کر جوش کے ساتھ کہا "اگر تم نپولین کے جاسوس ہو تو ..."

"نہیں اور جاسوس!" میں نے قطع کلام کر کے کہا اور میرے لہجے سے اس کو یقین ہو گیا کہ اس کا شبہ غلط ہے

"خیر" اس نے کہا "خدا جانے آپ کیا ہیں۔ لیکن اگر آپ جاسوس ہوتے تو میں آپ کو یہیں نہ جانے دیتا گو مالک کشتی کچھ ہی کہتا" پھر آہستہ سے اس نے مجھ سے کہا "اس سے یہ نہ سمجھنا کہ میں نپولین کا مخالف ہوں کیونکہ غریب ملاحوں کا اس سے بہتر کوئی دوست نہیں"

مجھکو یہ سن کر بے حد تعجب ہوا کیونکہ انگریزی طبائع میں فرانسیسی سلطنت کی مخالفت ناقابل یقین حد تک پہنچ چکی تھی اور یہ نفرت ادنیٰ اعلیٰ سبھی کے دلوں میں یکساں پائی جاتی تھی۔ ملاح نے بہت جلد مجھ کو اس کا سبب سمجھا دیا۔ "یہ محض بونی کی ہی عنایت ہے کہ غریب ملاح کبھی کبھی تھوڑا سا قہوہ اور شکر چھپا کر نکال دیتا ہے اور ریشم اور شراب منگا

لیتا ہے۔ تاجروں کا زمانہ گیا اب غریب ملاحوں کا زمانہ ہے"
اب میری سمجھ میں آیا کہ اس محبت کا سبب کیا ہے۔ نپولین بونا پارٹ [illegible] ... [illegible]
تقریباً تمام تجارت اس کی وجہ سے ملاحوں کے ہاتھ میں آگئی تھی [illegible]
بائیں ہاتھ سے کشتی کھیے رہا تھا دائیں سے اس نے اشارہ کر کے کہا وہ لوگ وہاں ہے"

وہ لوگ جو امن و سکون کے زمانہ میں رہتے ہیں کیا سمجھ سکتے ہیں کہ ان سادہ الفاظ نے میرے دل میں کیا تلاطم برپا کر دیا۔ صرف دس ہی سال ہوئے کہ پہلی مرتبہ یہ عجیب اطالوی نام کانوں میں پڑا تھا۔ غور کیجئے محض دس سال کے زمانہ میں ایک سپاہی بمشکل نان کمیشن افسر ہو سکتا ہے یا ایک کارگزار محرر پچاس فیصدی ترقی کر سکتا ہے۔ دس برس ادھر وہ کچھ بھی نہ تھا اور اب وہی سب کچھ تھا۔ ایک مہینہ ادھر لوگ پوچھتے تھے کہ بونا پارٹ کون ہے۔ ایک مہینہ بعد دیکھا تو وہ اٹلی میں وبا کی طرح نمودار ہوا۔ وینس اور جینوا اس کمزور اور نحیف لڑکے کے چھوتے ہی کمہلائے ہوئے پھول کی پنکھڑیوں کی طرح بکھر گئے۔ میدان جنگ میں سپاہیوں پر اس کا رعب تھا کونسلوں میں وہ مدبروں کی چٹکیوں میں اڑاتا تھا۔ مجنونانہ سرگرمی کے ساتھ وہ ایک دفعہ مشرق پر چڑھ دوڑا اور دنیا ابھی اس حیرت میں تھی کہ اس نے فرانس میں کیا طلسمی روح پھونک دی کہ وہ پھر اٹلی میں موجود تھا اور دوسری مرتبہ آسٹریا کا سر کچل رہا تھا وہ اپنی نقل و حرکت کی خبروں سے بھی زیادہ تیز رفتار تھا جہاں جا نکلتا نئے اتحاد نئے نظام نئی سرحدیں ظہور میں آتی تھیں۔ نقشوں پر ہالینڈ، سیوائے، [illegible]

نام ہی نام رہ گیا۔ فرانس تمام یورپ کو نگلے جارہا تھا، اِس بے داڑھی مونچھ والے توپخانہ کے افسر کو فرانسیسیوں نے اپنا شہنشاہ تسلیم کیا اور شہنشاہ تسلیم ہونے کے بعد اس نے ایک معمولی سی کوشش سے اُن جمہوریت پسندوں کو کچل کے رکھ دیا جن کے مقابلہ میں سب سے پُرعظمت اور متکبر طبقہ امراء بے دست و پا ثابت ہو چکا تھا۔ وہ قضا کی تیزی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ فتوحات حاصل کرتا پھرتا تھا۔ اسکا نام جب سُنا کسی نئی فتح اور کسی نئے کارنامے کے سلسلہ میں۔ یہ خیال دلوں میں جاگزیں ہو گیا تھا کہ اس میں مافوق الفطرۃ قوتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ تمام فرانس پر حاوی ہو گیا ہے۔ یورپ اس سے ڈرتا تھا۔ اُس کی زبردست شخصیت کا میرے دل پر اس قدر اثر تھا کہ جب انگریزی ملاح نے کہا "وہ دیکھو بونی وہاں ہے" تو مجھکو خیال ہوا کہ شاید ایک دیوپیکر ہستی میرے سامنے ہو گی جس کا عظیم الشان جثہ رود بار انگلستان پر چھایا ہُوا ہو گا۔ اب بھی اس قدر زمانہ گذرنے کے بعد جبکہ اُس کی عظمت اور جبروت فنا ہو چکی تھی اس عظیم الشان ہستی کے صرف نام لینے سے دِلوں پر ساحرانہ اثر پڑتا ہے۔ مگر اس وقت ہزاروں لاکھوں کتابوں کے پڑھنے کے بعد بھی ایک خفیف سا اندازہ اُس ہیبت کا نہیں ہو سکتا جو اس وقت اُس کے کارناموں کے سننے سے پیدا ہوتی تھی۔

مگر صورت واقعہ میرے خیالات سے جداگانہ تھی۔ شمال کی جانب ایک لمبی راس تھی جس کا نام میں اس وقت بھولتا ہوں۔ شام کی روشنی میں اس کا رنگ دیگر راسوں کی طرح نیلگوں تھا مگر پورا اندھیرا ہونے کے بعد اس کا رنگ مدھم سُرخ ہو گیا تھا۔ اس طوفانی رات میں یہ سُرخ سی دھاری جو کشتی کے متحرک ہونے کے باعث کبھی سامنے آجاتی۔ اور کبھی نگاہوں سے پوشیدہ

ہو جاتی تھی، ایک مخصوص ناقابلِ بیان اور ڈراؤنا اثر پیدا کر رہی تھی۔ اندھیرے میں یہ سُرخ راس ایک دہکتی ہوئی تلوار دکھائی دیتی تھی جس کا پھل انگلستان کی جانب ہو۔

میں نے ملاح سے پوچھا "اچھا یہ کیا ہے"

اس نے کہا "جناب ابھی تو میں بتا چکا ہوں یہ بونی کی فوج ہے جس میں بہت ممکن ہے خود بونی بھی ہو۔ یہ کیمپ کی آگ ہے اور اس مقام سے آسٹینڈ تک کم و بیش درجن بھر جگہ یہی حالت ہوگی۔ نپولین چاہتا ہے کہ نیلسن کی دوسری آنکھ بھی پھوٹ جائے اور وہ ہمت کر کے سمندر کو عبور کر کے انگلستان پر دھاوا بول دے مگر جب تک کہ نیلسن کی آنکھ اس کے حرکات و سکنات پر لگی ہے اسکا دِل خوب جانتا ہے کہ یہ امر غیر ممکن ہے"

"آخر لارڈ نیلسن کو اُس کے حرکات کا کیونکر پتہ چلتا رہتا ہے؟"

ملاح نے دوسری جانب تین چمکتی ہوئی روشنیوں کی طرف اشارہ کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا "وہ دیکھو بحری منجر ہے"۔

"اس کا نام ایڈر و میڈا ایمبر لیم ہے" اس کے ہمراہی نے اضافہ کیا۔

مجھ کو اکثر اُس وقت کا منظر یاد آجاتا ہے۔ ایک سمت دور تک میدان میں روشنی پھیلی ہوئی تھی، دوسری سمت میں سمندر پر تین روشنیاں چمک رہی تھیں، گویا دو حریف ایک دوسرے کو نہایت غور اور احتیاط سے دیکھ رہے ہوں۔ بڑی اور بحری قوتیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں خاموشی سے صف آرا تھیں۔ گو میں فرانسیسی ہوں مگر حقیقتِ حال کہنے پر مجبور ہوں۔ صدیوں کی لڑائی اب ختم ہو چکی تھی۔ ایک طرف بیچارا فرانس تھا جس کے بہادر فرزند روز بروز تعداد میں کمتر ہوتے جاتے تھے۔ دوسری جانب انگلستان تھا،

جس کی دور دور تک نوآبادیاں پھیلی ہوئی اور ترقی پذیر ہیں۔ اگر فرانس اس لڑائی میں ہار گیا تو ہمیشہ کے لئے کہیں کا نہ رہا۔ اگر انگلستان ہار گیا تو ایسی بہت سی قومیں پھر بھی موجود ہیں جو اس کی زبان اسکی روایات اور اس کی نسلوں کو زمانہ مستقبل میں بھی زندہ رکھ سکتی ہیں۔

تاریکی بڑھتی جاتی تھی، موجوں کے تھپیڑے ساحل پر شور برپا کر رہے تھے بیں دیکھ رہا تھا کہ سمندر کا جھاگ چمکتا اور رقص کرتا ہوا بہت پاس بڑھتا چلا آتا ہے۔ میں تاریکی میں نگاہ جمائے دیکھ رہا تھا کہ ایک لمبی سیاہ کشتی نمودار ہوئی اور نہایت تیزی کے ساتھ گویا جست کر کے ہم لوگوں کی طرف آئی۔

ایک ملاح نے کہا "غضب ہوا، سرکاری کشتی آگئی"۔

دوسرے نے کہا "افسوس مقدر پھر گیا" اور یہ کہہ کر اپنے لمبے بوٹوں میں کوئی چیز چھپانے لگا۔

مگر یہ کشتی ہمکو دیکھ کر فوراً ہی کترائی اور جتنی تیزی سے ممکن ہوا دوسری جانب نکل گئی۔ ملاحوں نے یہ دیکھ کر پیشانی سے پسینہ پونچھ کر کہا اور اس کے دل میں بھی اتنا ہی چور تھا جتنا ہمارے دلوں میں۔ ہم کو تو ڈر تھا کہیں سرکاری کشتی نہ ہو،

دوسرے ملاح نے میری طرف مخاطب ہو کر کہا "آج آپ ہی اکیلے چھپ کر نہیں جا رہے ہیں۔ خدا جانے یہ لوگ کون تھے" "ہاں خدا جانے کون لوگ تھے، میں نے فوراً ہی تمباکو چھپالی تھی۔ اس سے پیشتر ایک مرتبہ فرانس کے جیل خانہ کی سیر کر چکا ہوں اور دوبارہ وہاں جانے کی تمنا نہیں کشتی ساحل پر لے چلو"۔

یک منٹ کے اندر ہی ہماری کشتی نے ساحل کے کنکروں سے ٹکر کھائی اور میں کود کر ساحل پر جا پہونچا۔ ایک ملاح نے میری گٹھری کنارے پر پھینک دی۔

دوسرے نے کشتی کو پھر گہرے پانی کی طرف پھیرا اور کھینا شروع کیا۔ مغرب کی جانب اب روشنی غائب ہو چکی تھی۔ طوفانی بادلوں نے آسمان کو چھا لیا تھا اور تمام سمندر تیرہ و تار تھا۔ میں مُڑا تا کہ واپس ہوتی ہوئی کشتی کو آخری مرتبہ پھر دیکھ لوں کہ ہوا کا ایک تیز تھپیڑا میرے منہ پر آ کر لگا۔ اِس وقت ہوا میں عجب طغیانی تھی اور سمندر میں رعد کی مانند شور پیدا تھا۔

غرض اس طرح کے حالات میں ۱۸۰۰ء کے ابتدائے بہار میں میں ایک طوفانی اور متلاطم رات کو ۱۳ سال کی جلا وطنی کے بعد واپس ہُوا۔ یہ وہی میرا وطن تھا جس میں ایک مدت سے ہمارا خاندان سلطنت کی زیبائش اور استحکام کا باعث سمجھا جاتا تھا۔ اِس ملک کا سلوک ہمارے ساتھ اچھا نہ ہوا تھا۔ ہمارے خدمات کا صلہ جلا وطنی اور ضبطی جائداد کی صورت میں دیا گیا تھا، لیکن اِس وقت مجھکو سب کچھ فراموش تھا، میں زمین پر گھٹنوں کے بل جھکا۔ میرے مشامہ میں بحری نباتات کی خوشبو نے سرایت کی اور میں نے جھک کر اس پُرنم پتھریلی زمین کو چوما۔

باب ۲

جنگل میں جھونپڑی

عمر پختہ ہونے کے بعد آدمی ایک بلندی کی سی حالت کو پہنچ جاتا ہے جس سے بآسانی پورے طور پر اپنی گذشتہ زندگی کے نشیب کو دیکھ سکتا ہے مگر اس نشیب میں کہیں تاریکی نظر آتی ہے کہیں روشنی، بہر حال نشیب کی اصل حقیقت اس کی نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔ اور اس کا ہر گوشہ اور ہر موڑ ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح صاف دکھائی دیتا ہے وہ مقامات جہاں بچپن یا شباب میں اسکو خوشگوار

امید یا تلخ مایوسی کا سامنا کرنا پڑتا تھا اب واضح طور پر دکھائے دیتے ہیں اور اس کو حیرت ہوتی ہے کہ آخر اُن اوقات میں اُسکو کیا ہو گیا تھا کہ یہ صاف اور کھلے راستہ اُس تاریک اور مشکوک معلوم ہوتے تھے کیا وجہ تھی کہ ابتدائے عمر میں اسکو صحیح راستہ دریافت کرنے میں دقت ہوئی۔ جب وہ گذشتہ سفر کی منزلیں تو خیال سے سامنے لاتا ہے تو منزلِ مقصود صاف اور سیدھی نظر آتی ہے اُس وقت اُس کا ذہن قاصر ہوتا ہے کہ ہوا کیا تھا کہ اس کھلی ہوئی منزل کی تلاش میں آخر کیوں بھٹکتی تھیں؟ [illegible] میری تو زندگی کے معنی۔ اتفاقات میرے حافظہ پر اُبھرے ہوئے نقوش [illegible] لیکن وضاحت میں اس طوفانی شام کا مقابلہ [illegible] کوئی [illegible] نہیں کر سکتا۔ اب بھی جب کبھی بحری نباتات کی بو سے [illegible] ناک میں پہنچتی ہے تو قوتِ شامہ کی مدد سے جو انسان کا قوی ترین حاسہ ہے، ساحل فرانس اور اس کی یاد میرے تخیل کے سامنے پیش ہو جاتی ہے۔

اپنے پیارے وطن کی پیاری سرزمین کو بوسہ دیکر اُٹھا تو میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اشرفیوں کی تھیلی باہر کی جیب سے نکال کر اندر کی جیب میں رکھ لی۔ تھیلی میں سے اس لئے نکالی تھی کہ ملاحوں کو ایک اشرفی نکال کر دوں۔ مجھے خوب معلوم تھا کہ وہ دونوں مجھ سے زیادہ دولتمند اور خوشگوار مستقبل رکھتے تھے مگر موروثی اثرات بمشکل دور ہوتے ہیں۔ پہلے تو میں نے چاہا ایک چاندی کا سکہ نکال کر اُن کو دوں لیکن شرم معلوم ہوئی نتیجہ یہ کہ میں نے اپنی ساری کائنات کا دسواں حصہ انکی نذر کر دیا۔ بقیہ نو اشرفیاں میں نے بحفاظت تمام چھپا لیں۔ اور ایک چوڑی سی چٹان پر بیٹھ گیا تاکہ پانی کی دسترس سے بچا رہوں۔ اس کے بعد اپنی آئندہ نقل و حرکت پر غور کرنے لگا۔ میں سردی سے

ٹھٹھرا ہُوا اور بھوکا تھا۔ ہوا کے تھپیڑوں سے منہ پھرا جاتا تھا اور جھاگ اُڑا اُڑ کر آنکھوں میں داخل ہو رہے تھے۔ اس تمام تکلیف میں اس ایک خیال نے مجھ کو خوش کر رکھا تھا کہ میں دشمنانِ وطن کی نمک خواری سے بچا ہُوا ہوں۔ جہاں تک میری یاد کام دیتی تھی قلعہ گُرد بائی ساحل سے دس میل کے فاصلہ پر تھا۔ رات بہت جا چکی تھی اور اپنی موجودہ حالت میں ماموں کے قلعہ میں پہلی مرتبہ جانا مجھ کو مناسب نہ معلوم ہوتا تھا۔ میری خودداری اس کو پسند نہ کرتی تھی کہ میں اپنے دولت مند چچا کے پاس اُس قلعہ میں جو قانوناً میرا تھا اس حالت میں جاؤں اور اُس کے ملازم میری غریبانہ حالت پر حقارت سے متبسم ہوں۔ نہیں مجھ کو رات بھر وہیں کہیں آرام کرنا چاہئے اس کے بعد موقع محل کے ساتھ اپنی حالت کی اصلاح کر کے اپنے ماموں کے پاس جاؤں گا۔ لیکن۔۔۔ سوال یہ تھا کہ طوفان سے کیونکر پناہ لے جائے؟"

آپ قدرتاً پوچھیں گے کہ میں سیدھا ایٹاپلیس یا بولون کیوں نہ روانہ ہو گیا؟ تو اس کا باعث بھی یہی تھا جو اس سنسان ساحل پر تنہا اور پوشیدہ ہو کر آنے کا تھا۔ خاندان ڈی لا ڈول کا نام باغیوں کی فہرست میں سب سے اُوپر تھا۔ وجہ یہ کہ میرا باپ ایک مشہور مگر بااثر گروہ کا نام آور اور سرگرم لیڈر تھا، جو سرحال میں گذشتہ سلطنت کا وفادار رہا۔ آپ یہ خیال کریں کہ محض اختلاف رائے کے باعث بھیجے دار ہیں اُن لوگوں کی عظمت نہ تھی جنھوں نے محض اپنے اصولوں کی خاطر اس قدر زبردست قربانیاں برداشت کی تھیں۔ فطرت انسانی میں جوہر ایثار مضمر ہے یہی باعث ہے کہ سب سے زیادہ طبیعت اُس جانب کھنچتی ہے جدھر سب سے زیادہ ایثار کی ضرورت ہوتی ہے مجھے یقین ہے کہ اگر خاندان بوربون کے بادشاہوں پر اتنا بُرا وقت نہ پڑتا تو اُن کو اتنے

مخلص اور شریف ہوا خواہ بھی نصیب نہ ہوتے۔ خاندان بوربون کے ساتھ فرانسیسیوں نے جس گہری وفاداری کا ثبوت دیا وہ اُس وفاداری سے کہیں زیادہ تھی جو انگریز وفاداروں نے خاندان سٹوارٹ سے ظاہر کی۔ سوچ ہے کہ کیا اصول کے سادہ دربار میں کوئی زبردست تحریص ایسی نہ تھی جو ان لوگوں کی وفاداری کو متزلزل کر سکتی۔

مگر میرے ہموطنوں کے تذکرہ ایثار سے زبان قاصر ہے، مجھ کو ایک دعوت یاد آگئی جو میرے والد نے ایک بار اپنے مکان پر دی تھی، اس دعوت میں دو شمشیر زن، تین ادبی فاضل، ایک ماہر فن باغبانی اور ایک مترجم کتب جو برابر سینہ پر ہاتھ رکھے ہوئے اس کے پھٹے ہوئے کوٹ کا عیب چھپا رہے، شریک تھے۔ یہ آٹھوں آدمی فرانس کے مقتدر اُمراء میں سے تھے اور اب بھی اگر اپنے اصول کو ترک کر کے نئی سلطنت کے شریک ہو جاتے تو منہ مانگے منصب پاتے مگر ان لوگوں کی وفاکشی مستحکم تھی۔ یہ شوازیل۔ روہان اور مانٹموزنسی اب بھی برگشتہ روزگار اور ناقابل بوربون بادشاہ کے سچے جان نثار تھے، ان لوگوں کی وضعداری کا تقاضہ تھا کہ جب وہ بوربون کی عظمت اور جبروت میں شریک ہو چکے ہیں تو انکی تباہی اور بربادی میں بھی ساتھ نہ چھوڑیں گے۔

اس دعوت کو زمانہ گذر چکا تھا لیکن وہ بہشتی اور شکستہ حال صورتیں اب بھی گویا میرے سامنے موجود تھیں۔ ان ہستیوں کو میرا سلام کیونکہ تاریخ شرفاء ان سے زیادہ شریف ہستیاں نہیں پیش کر سکتی۔

ماموں سے بغیر ملے اور بغیر پوچھے کہ مراجعت وطن کی مجھ کو اجازت ہے یا نہیں بولون یا ایٹاپلس جانا جان بوجھ کر خود کو پولیس کے ہاتھوں میں گرفتار کرانا تھا جو ساحلی مقامات پر انگلستان سے آئے ہوئے لوگوں کی فکر میں پھرا کرتی تھی شاہنشاہ کے پاس بطور خود جانے میں اور کشاں کشاں قیدی کی

طرح لے جائے جانے میں فرق تھا۔ غرضکہ ہر صورت سے یہی پہلو مناسب تھا کہ میں اندرون ملک کی جانب بڑھوں یہاں تک کہ کوئی گودام یا علیحدہ مقام نظر آجائے اور میں لوگوں کی نظروں اور خلل اندازوں کی خلل اندازی سے محفوظ رہ کر رات گذاروں اور پھر صبح کو اس پر غور کروں کہ ہاموں برناک اور اس کے توسط سے شہنشاہ فرانس نپولین تک کیونکر پہنچ سکتا ہوں۔

ہوا لحظہ بہ لحظہ تند اور تیز ہوتی جاتی تھی۔ سمندر کی طرف اس قدر اندھیرا تھا کہ مشکل سے کبھی کبھی ہی موج کا ابھار دکھائی دیتا تھا۔ جس کشتی پر میں انگلستان سے یہاں تک آیا اس کا بھی پتہ نہ تھا۔ زمین کی جانب معلوم ہوتا تھا کہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک سلسلہ ہے مگر قریب پہونچنے پر معلوم ہوا کہ ریت کے ٹیلے ہیں جن پر خاردار جھاڑیاں اگی تھیں اور وہ صرف تاریکی کی وجہ سے پہاڑیاں معلوم ہوتی ہیں گھڑی گذرے پر لگا کہ میں ان ٹیلوں پر چلنے لگا۔ ریت پر چلنا یوں آسان نہیں ہوتا اور اب تو قدم قدم پر جھاڑیوں میں پاؤں الجھتا تھا مگر میری ہمت اپنے بزرگوں کے مصائب یاد کر کے تازہ ہو جاتی تھی۔ نیز یہ خیال نئی روح پھونک دیتا تھا کہ شاید میری اولاد میرے اس وقت کو یاد کر کے کسی موقعہ پر صبر و استقلال سے کام لے۔ کیونکہ معزز خاندانوں میں ہر فرد ضرور اپنے اندر کچھ نہ کچھ موروثی جوہر رکھتا ہے۔

معلوم ہوتا تھا کہ ٹیلوں کا یہ سلسلہ لا متناہی ہے۔ لیکن جب خدا خدا کر کے سلسلہ ختم ہوا تو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش یہ سلسلہ ختم نہ ہوتا۔ سمندر کا پانی خدا جانے کدھر سے ہو کر یہاں تک پہونچا تھا جس کی وجہ سے ایک وسیع دلدل قائم ہو گئی تھی۔ دن میں بھی یہ مقام بھیانک ہوتا ہو گا مگر رات کے وقت تو اس کی وحشت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ شروع میں صرف ایک معمولی سی

نمی معلوم ہوئی جس کی وجہ سے میرے پاؤں کو لغزش ہونے لگی مگر جب آگے بڑھا تو کیچڑ ٹخنوں تک پہنچ گئی اور رفتہ رفتہ میں گھٹنوں تک کیچڑ میں پھنس گیا۔ میں نہایت خوشی سے اس دلدل سے نکل کر ریت کے ٹیلوں پر جانے کے لئے تیار تھا۔ مگر الٹے قدم واپس ہونا بھی مشکل تھا کیونکہ رستہ کا شمار جاتا رہا۔ فضا طوفانی صداؤں سے اس قدر پُر تھی کہ معلوم ہوتا تھا چاروں طرف سمندر ہی سمندر ہے۔ میں سن چکا تھا کہ لوگ ستاروں کو دیکھ کر رستہ ڈھونڈ لیتے ہیں مگر انگلستان کی پُرامن اور پرسکون زندگی بسر کرتے ہوئے میرے لئے اس فن کے سیکھنے کی ضرورت پیدا نہ ہوئی تھی اور بالفرض میں اس فن سے واقف بھی ہوتا تو بے سود تھا کیونکہ وہ چار ستارے جو چمک رہے تھے وہ بادلوں کے تیرتے ہوئے ٹکڑوں کی وجہ سے کبھی چمکتے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتے تھے۔ اب میں بالکل بھٹک گیا تھا مگر پھر بھی تقدیر پر سہارا کئے بڑھتا ہی چلا جاتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اور زیادہ گہری دلدل میں پھنس گیا حتیٰ کہ دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ شاید مقتدر خاندان ڈی لاول کا آخری فرد اس دلدل کی بھینٹ ہو جائیگا۔

میں اس وحشتناک رستہ میں کئی میل چلا ہونگا دلدل کہیں پایاب معلوم ہوتی تھی اور کہیں گہری مگر ایک بار بھی مجھکو سخت زمین پر پہونچنے کا اتفاق نہ ہوا یہاں تک کہ اس تاریکی میں مجھ کو ایک ایسی شئے نظر پڑی جس سے رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ یہ سفید جھاڑیوں کا ایک جھنڈ تھا جو تاریکی میں چمک رہا تھا۔ ایک گھنٹہ قبل میں ٹھیک اسی قسم کی جھاڑی کے پاس سے گذرا تھا اور میرے دل میں فوراً شبہ پیدا ہوا کہ کہیں میں پرکار کی طرح ایک دائرہ میں ہی تو نہیں پھر رہا ہوں۔ اس شبہ کی تحقیق کی غرض سے

میں جھکا اور چقماق رگڑنے لگا اس سے جو عارضی روشنی پیدا ہوئی اُس سے میں نے بھوری مٹی میں اپنے پاؤں کے نشانات دیکھے۔ اب مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ میرا بدترین شبہ صحیح تھا اور میں نے عالم یاس میں آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور اس وقت، پہلی مرتبہ مجھ کو آسمان پر ایک چیز دکھائی دی جو اس شک اور یاس کے عالم میں میرے لئے ہدایت کا کام دے گئی۔

یہ چاند کی روشنی تھی جو ہوا میں اُڑتے ہوئے ٹکڑوں کے درمیان سے چمک رہی تھی، یہ روشنی میرے لئے کچھ فائدہ مند نہ ہوتی لیکن اس روشنی میں مجھ کو ایک اور چیز نظر آئی جو تیر کی سرعت سے اڑی چلی جاتی تھی، یہ جنگلی مرغابیوں کا جھنڈ تھا اور اس جھنڈ کی پرواز کی سمت اسی جانب تھی جدھر میرا رُخ تھا اپنے قیام کینٹ میں میں بارہا مشاہدہ کر چکا تھا کہ یہ جانور موسم سرما میں طوفانی کیفیت دیکھ کر اندرون ملک کی طرف بڑھتا ہے پس مجھ کو یقین ہو گیا کہ اُن کے پرواز کی جانب رُخ کر کے بڑھنے سے میں یقیناً سمندر سے دور ہوتا جاؤنگا۔ بڑی دقت کے ساتھ میں اندرون ملک کی طرف بڑھا اور پوری احتیاط اس امر کی برتنا گیا کہ خط مستقیم پر چلوں اور ہر قدم پر میرے دونو پاؤں برابر فاصلہ پر پڑیں۔ کم و بیش نصف گھنٹہ کی محنت کے بعد مجھ کو استقلال کا ثمرہ نصیب ہوا۔ اور میں نے اندھیرے میں ہلکی سی دھندلی روشنی دیکھی تو معلوم ہوتا تھا کسی جھونپڑی کی کھڑکی سے آرہی ہے۔ اس روشنی کا کیا کہنا! معلوم ہوتا تھا یہ روشنی آنکھوں کے ذریعہ سے میرے مایوس اور تاریک دل میں پیوست ہو گئی۔ یہ مدھم ہلکی روشنی فی الحقیقت ایک غریب اور آوارہ مسافر کے لئے راحت اور خوشی نہیں زیست کا پیغام تھی۔ جہاں تک میری تھکی ہوئی ٹانگوں نے ساتھ دیا میں تیزی سے دلدل کو طے کرتا کھڑکی تک پہونچا۔ تھکن اور سردی اس انتہا کو پہونچ گئی تھی کہ جائے پناہ خواہ وہ کیسی

قسم کی نہ ہو باعث مسرت تھی۔ مجھ کو یقین تھا کہ اس جھونپڑی کا رہنے والا خواہ ماہی گیر ہو یا ملاح ایک اجنبی کے معاوضہ میں مجھ کو ضرور پناہ دیگا حالانکہ میری ظاہری حالت نہایت مشتبہ تھی۔

لیکن جوں جوں اور جس قدر قریب ہوتا میرا تعجب بڑھتا جاتا تھا آخر ایسے مقام پر کوئی کیونکر زندگی بسر کرتا ہوگا۔ دلدل بجائے کم ہونے کے جھونپڑی کے پاس اور بڑھتی جاتی تھی اور کبھی کبھی چاند کے چمک جانے سے جھونپڑی کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے چمکتے ہوئے تالاب بھی نظر آتے تھے۔ اب میں اتنا قریب پہونچ گیا تھا کہ صاف طور سے معلوم ہونے لگا یہ روشنی ایک مختصر مربع کھڑکی میں سے آرہی ہے جب میں اور قریب گیا تو روشنی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اور کھڑکی میں سے ایک آدمی نے سر نکالکر جھانکنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ سر بھی غائب ہوگیا اور روشنی پھر چمکنے لگی جھونپڑی تک پہونچتے پہونچتے دو مرتبہ ایسا ہوا کہ سر کھڑکی سے باہر نکلا اور چاروں طرف چوروں کی طرح دیکھ کر پھر جھونپڑی میں غائب ہوگیا۔ قدرتی طور پر اس سنسان مقام میں اس حرکت سے میرے دل میں تعجب اور خوف پیدا ہوا۔

اس نامعلوم شخص کی حرکات اس فدر مشتبہ کا پہلو لئے ہوئے تھے اور بہ پہرہ دینے کی حرکت اتنی عجیب تھی کہ درماندگی کے باوجود میں نے تہیہ کرلیا کہ بغیر مزید معلومات بہم پہونچائے اور اطمینان کئے اپنے کو حالات کے قابو میں نہ آنے دونگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی ظاہر تھا کہ اس جھونپڑی میں مجھ کو زیادہ آرام نہ ملے گا اس لئے کہ روشنی کو ہر مقام سے چھن چھن کر آتے دیکھنے سے پتہ چل گیا کہ جگہ بے مرمتی کی حالت میں ہے۔ میں ایک لمحہ سے لئے ٹھٹکا۔ اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ دلدل میں پڑے رہنا اس سے زیادہ محفوظ ہوگا

کہ میں اس ویرانے میں اپنے آپ کو کسی سر فروش قانون شکن آدمی کے حوالہ کر دوں مجھ کو اس کا تقریباً یقین ہو گیا تھا کہ یہ کسی ایسے ہی شخص کا مسکن ہے ابر کے غلیظ ٹکڑوں نے پھر چاند کو چھپا لیا تھا اور میں بلاخطر جھونپڑی کے قریب جا کر اندر جھانک سکتا تھا۔ اس لیے میں دبے پاؤں جھونپڑی کے قریب گیا اور اندر جھانکنا شروع کیا۔

اندر کی حالت دیکھ کر مجھ کو بہت کچھ اطمینان ہو گیا۔ ایک پرانے بھاری وضع کے آتشدان میں آگ جل رہی تھی اور آگ کے قریب ایک نہایت حسین خوبصورت نوجوان بیٹھا تھا جو بہت شوق کے ساتھ ایک ضخیم کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کا چہرہ گول، سنہری رنگ کے بال لمبے اور چہرہ [illegible] مجھے بشرے سے شاعر یا نقاش ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ اس کی تمام لطافت [illegible] دیکھ کر جس پر آگ کے شعلوں کا عکس پڑ رہا تھا مجھ کو بڑی خوشی ہوئی اور میں ایک لمحہ تک اس کے چہرہ کو نظر جما کر دیکھتا رہا۔ اس کے نیچے کا ہونٹ بھرا ہوا اور خفیف سا پھیلا ہوا تھا عجیب انداز سے حرکت کر رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے اس کو آہستہ آہستہ دہراتا بھی جاتا ہے میری نظر ابھی اس پر سے ہٹی نہ تھی کہ اس نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی اور کھڑکی کے قریب آ گیا۔ اندھیرے میں مجھ کو دیکھ کر وہ پہچان نہ سکا کیونکہ اس نے اپنا ہاتھ مجھ کو بلانے کے لئے ہلایا اور فوراً ہی دروازہ کھول کر دہلیز پر آ گیا۔

"میرے عزیز دوست!" اس نے ہاتھ سے آنکھوں کی آڑ کر کے کہا "اب میں تم سے ناامید ہو چکا تھا۔ مجھ کو خیال تھا کہ تم اب نہ آؤ گے۔ مجھ کو انتظار کرتے کرتے دو گھنٹے ہو گئے"۔

اس کے جواب میں میں آگے بڑھا تاکہ روشنی میرے چہرہ پر پڑے

ساتھ ہی اس سے مخاطب ہو کر کہا "صاحب معاف کرنا۔۔"

لیکن میں فقرہ ختم نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے جوش میں بھری ہوئی بلّی کی طرح دونوں ہاتھ میری طرف پھیلا دیئے کود کر کمرے میں داخل ہو گیا اور زور سے دروازہ بند کر لیا۔

میں حیرت سے کھڑے کا کھڑا رہ گیا اُس کے بشرہ سے اس پھرتی اور جوش کا اندازہ بالکل نہیں ہو سکتا تھا مگر تھوڑی ہی دیر میں کچھ اور ایسی حرکات مجھ کو نظر آئیں جن سے میری حیرت اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔

میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ جھونپڑی سخت نزار حالت میں تھی جا بجا ونند اور شگاف تھے اور خاص کر ایک دروازہ۔ مرہ کے پاس ہی اس قدر بڑی تھی کہ آتش دان کے قریب والا حصّہ صاف دکھائی دیتا تھا۔

میں اس راہ سے اندر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ آدمی آگ کے پاس نمودار ہوا۔ اب وہ گھبرایا ہوا جیب میں کوئی چیز ٹٹول رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جست کر کے چمنی کے اندر گیا اور صرف اسکی پنڈلیاں اور جوتے نیچے دکھائی دے رہے تھے۔ پھر ذرا ہی دیر کے بعد وہ پھر جست کر کے نیچے آیا اور دروازہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

اب اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جس سے اُس کے ہیجان طبع کا صاف پتہ چلتا تھا مجھ سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

"میں ایک مسافر ہوں اور رستہ بھول گیا ہوں"

وہ ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو کر غور کرتا رہا پھر بولا "دیہاں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو تمہارے قیام کے لئے باعث ترغیب ہو سکے۔"

"صاحب میں بہت تھکا ماندہ ہوں ایسی حالت میں آپ مجھ کو پناہ دینے سے یقیناً انکار نہ کریں گے۔ میں گھنٹوں سے اس دلدل میں مارا مارا پھر رہا ہوں"

یکایک اس نے اشتیاق کے لہجہ میں پوچھا "تمہیں کوئی اور بھی ملا تھا"

"نہیں" میں نے جواب دیا "اچھا دروازہ سے ہٹ کر دور کھڑے ہو" آخرکار اس نے کہا یہ مقام خطرناک ہے اور آج کل زمانہ بُرا ہے۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے"

میں چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس نے ایک پٹ اتنا کھولا کہ سر باہر نکل سکے اور مجھ پر تیز متجسس نظر ڈالی۔ پھر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"لوئی ڈی لاول"

"کہاں جا رہے ہو"

"میں کسی جائے پناہ تک پہونچنا چاہتا ہوں"

"انگلستان سے آ رہے ہو؟"

"میں ساحل کی طرف سے آ رہا ہوں" اس پر اس نے اپنے سر کو آہستہ سے حرکت دی۔ بظاہر میرے جوابات سے اس کا اطمینان نہ ہوا تھا آخر تھوڑی دیر کے بعد اس نے کہا "تم اندر نہیں آ سکتے"

"لیکن میرے عزیز۔۔۔۔"

"نہیں نہیں یہ غیر ممکن ہے"

"اچھا تو کم از کم یہ تو بتا دیجئے کہ میں اس دلدل سے کیونکر نکل سکتا ہوں"

"یہ کچھ مشکل نہیں اگر اس طرف چند سو قدم بڑھے چلے جاؤ تو گاؤں کی روشنیاں صاف نظر آنے لگیں گی۔ اب تم قریب دلدل کے

اختتام پر پہنچ چکے ہو"

وہ دروازہ سے ایک قدم آگے بڑھا تاکہ مجھ بتا دے مگر فوراً ہی الٹے پاؤں واپس ہوا میں اس غیر مہمان نواز آدمی اور اس جھونپڑی سے کچھ ہی دور گیا تھا کہ اُس نے مجھ کو آواز دی۔

"واپس آئیے لاول صاحب آجائیے۔ میں ہرگز نہیں گوارا کر سکتا کہ آپ اِس طوفانی رات میں کھلے میدان میں بھٹکتے پھریں آئیے تھوڑی دیر آگ کے قریب بیٹھ کر تاپ لیجئے اور تھوڑی سی برانڈی پی کر اپنے جسم میں حرارت پیدا کیجئے۔ پھر آپ اپنے سفر پر روانہ ہو سکتے ہیں"

اُس کے لب ولہجہ میں ایک عجیب تغیر پیدا ہو گیا تھا۔

آپ جو اس حکایت کو دلچسپی کے لئے پڑھ رہے ہیں خوب سمجھ سکتے ہیں میں ایسی نعمت سے کیونکر انکار کر سکتا تھا ہر چند کہ مجھ کو اس کے فوری تغیر پر تعجب تھا میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے پیچھے پیچھے جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔

باب ۳

ہولناک اسرار

مرطوب ہوا اور شدت کی سردی سے بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس جانے سے بڑی مسرت ہوئی لیکن اس تنہا زندگی بسر کرنے والے آدمی اور اس کی عجیب و غریب جلائے قیام... میرے خیالات کو اس قدر اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا کہ اپنی آسائش کا خیال تقریباً مفقود ہو گیا۔ اول تو اس

کی غیر معمولی شکل و شباہت دوسرے اس کا ایک ایسے خطرناک مقام پر ایسے خوفناک وقت میں کچھ لوگوں کا منتظر ہونا۔ تیسرے آتشدان میں گھسنا، یہ سب ایسی باتیں تھیں جنہوں نے قدرتی طور پر میرے خیالات میں تلاطم پیدا کر دیا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی میری سمجھ میں نہ آتی تھی کہ پہلے تو اس نے مجھ کو سختی سے چلے جانے کا حکم دیا اور پھر خود ہی مہمان نوازی سے جھونپڑی میں آرام کرنے کی دعوت دی۔ پس میں ان تمام معاملات کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے بیتاب تھا۔ تاہم میں نے بڑی کوشش کر کے اپنے خیالات کو چھپائے رکھنے کی کوشش کی اور اس طرح بیٹھا رہا گویا کوئی غیر معمولی بات واقع نہ ہوئی تھی دکھاوے کے لئے میں اپنے آرام و آسائش کے سوال میں اس درجہ منہمک ہو گیا کہ اور بات کا خیال ہی نہ تھا۔

جھونپڑی کی اندرونی حالت دیکھ کر میری وہ رائے اور بھی پختہ ہو گئی جو اس کی ظاہری حالت دیکھ کر قائم ہوئی تھی۔ یہ جھونپڑی کسی کے رہنے کا مقام نہ تھی بلکہ محض خفیہ طور پر لوگوں کے ملنے کی قائم کردہ جگہ تھی۔ عرصہ کی رطوبت کی وجہ سے دیوار کے چپڑ اکھڑے ہوئے اور پتھروں پر کائی جمی ہوئی تھی۔ دیواریں کسی برص زدہ بدنصیب کی کھال معلوم ہوتی تھیں۔ جھونپڑی میں صرف ایک بڑا کمرہ تھا اور اس میں بہت مختصر سامان تھا۔ ایک کمزور میز۔ تین لکڑی کے صندوق جو کرسی کے طور پر استعمال کئے جاتے تھے۔ چند شکستہ مچھلی پکڑنے کے جال بس یہ کمرہ کی کل کائنات تھی۔ ایک طرف ایک بکس جس پر کلہاڑا رکھا تھا اور غالباً اسی بکس کی لکڑی سے آگ روشن کی گئی تھی۔ لیکن میری نگاہ میز پر خاص طور پر

سے پڑ رہی تھی کیونکہ اُس پر کتاب کے علاوہ ایک باسکٹ رکھا ہوا تھا جس میں گوشت۔ روٹی کا ٹکڑا اور سیاہ رنگ کی بوتل کا سرا دکھائی دیتا تھا۔

ہر چند ابتدائے ملاقات میں میرے میزبان نے سرد مہری اور رشک کا ضرورت سے زیادہ اظہار کیا لیکن اب معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنی مہمان نوازی اور ہمدردی سے گذشتہ اثرات کو زائل کرنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔ مجھ کو کیچڑ سے لت پت دیکھ کر اُس نے اظہار افسوس کیا اور میرے بکس کو آگ کے قریب کھینچ کر گوشت اور روٹی پیش کی ہر چند وہ بڑی کوشش سے اپنے چہرہ کو متبسم بنا رہا تھا لیکن اس کی چمکیلی سیاہ آنکھیں برابر میری صورت اور پوشاک پر اس طرح پڑ رہی تھیں گویا دریافت کرنا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں؟ کہاں سے آیا ہوں؟ اور میری آمد کی غرض کیا ہے؟

تھوڑی دیر کے بعد اس طرح گویا وہ اپنا رازِ دلی مجھ پر ظاہر کر رہا ہو اُس نے کہا ”آپ خوب جانتے ہیں ہم تاجروں کو اس وقت پوری محنت اور جفاکشی کی ضرورت ہے تاکہ تجارتی سامان حاصل ہو سکے۔ مگر شہنشاہ۔ خدا اس کو ہمیشہ زندہ رکھے کسی مصلحت سے مجبور ہے کہ کھلی تجارت کا انسداد کر دیا جائے تو بھی ایک چارہ کار باقی رہ جاتی ہے کہ ہم لوگ ایسے خفیہ مقامات پر خفیہ طریقوں سے آکر قہوہ اور تمباکو حاصل کریں۔ آپ دیکھیں ٹیویلزرین نہ تمباکو کی کمی ہے اور نہ قہوہ کی اور خود شاہنشاہ سلامت ہر روز دس پیالے خالص موچا کافی کے نوش کرتے ہیں ان کو خوب معلوم ہے کہ قہوہ کی کاشت حدودِ فرانس میں نہیں ہوتی در حقیقت شاتاقی دنیا اُن چند چیزوں میں سے ایک چیز ہے جو اب تک نپولین کے قبضہ میں نہیں آسکیں، اور اگر ہم لوگ اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر ان چیزوں کو فراہم نہ کریں، تو دروازہ مطلقاً بند ہو جائے... مگر کیوں! صاحب

آپ ملاح ہیں یا تاجر؟"

میں نے اس کا جواب سر کے اشارہ سے نفی میں دیا لیکن میری اس کم سخنی سے اس کا شوق تجسس اور بھی زیادہ بڑھ گیا اسکی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ اپنے متعلق جو قصہ اُس نے بیان کیا سر تا پا جھوٹ ہے۔

آگ کے شعلوں اور چراغ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ وہ میرے سابقہ اندازہ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے گو اس کی خوبصورتی میرے مذاق کے موافق نہ تھی۔ اُس کے خط و خال اس قدر نازک اور ملائم تھے کہ نسائیت کی حد تک پہنچ گئے تھے اور اگر دہانہ بھی اچھا ہوتا تو تمام چہرہ بے عیب ہوتا، مگر دہانہ کی ساخت سے بزدلی ٹپکتی تھی۔ بشرہ سے ظاہر ہوتا تھا، وہ عارضی جذبات کا بندہ ہے اور جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے اُس پر عمل کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ پوری طرح واقفیت ہو جانے پر میں نہ اس کو قابل محبت پاؤنگا اور نہ باعث دہشت۔ میرا پہلا خیال صحیح تھا مگر دوسرے میں بہت جلد مجھ کو ترمیم کرنی پڑی۔

پھر ایک بار اس نے مخاطب ہو کر کہا "موسیو ڈی لاوِل معاف کرنا میں نے ابتدا میں آپ سے سرسری برتی لیکن شاہنشاہ ساحل کے پاس خیمہ نصب ہے اور ساری جگہ شکاری مخبروں اور جاسوسوں سے بھری ہوئی ہے اسلئے میرا ایسے تاجروں کو احتیاط برتنی پڑتی ہے۔ آپ خود بھی تسلیم کریں گے کہ میرے شکوک قدرتی تھے۔ اسلئے کہ آپ کی صورت اور آپ کا لباس دونوں اس مقام کے لئے غیر موزوں تھے۔"

میری زبان تک یہ جملہ آیا تھا کہ یہی آپ کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے" مگر میں اسکو دبا گیا اور کہا "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ صرف ایک راہ گم کردہ

مسافر ہوں۔ اب میں آرام کر چکا اور سیر بھی ہو گیا۔ اس لئے مزید تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ کیا آپ ازراہ عنایت بتا دیں گے کہ قریب ترین گاؤں کس طرف رہا ہے؟"

"بس اب یہی مناسب ہے کہ آپ اس جگہ آرام کریں، رات ہر لحظہ طوفانی ہوتی جا رہی ہے!"

الفاظ اس کے منہ میں ہی تھے کہ دود کش میں ہوا کے بھر جانے سے نہایت زور کی آواز پیدا ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ آتش دان کی چمنی ہم لوگوں پر گر پڑے گی۔ میرا میزبان کھڑکی . . . . کے پاس اٹھ کر گیا اور غور سے باہر دیکھنے لگا۔

"موسیو ڈی لاول"۔ اس کے بعد اس نے کہا "اگر آپ آدھ گھنٹہ اس جگہ ٹھہر جائیں تو میرا کام بن جائے"

میں نے پوچھا "کیسا کام"

واقعہ یہ ہے کہ اس وقت میرے دل میں شکوک اور اشتیاق تحقیق کا ہجوم تھا۔

"صاف بات یہ ہے" اس نے کہنا شروع کیا مگر میں نے دیکھا کہ جب وہ مجھ سے باتیں کر رہا تھا تو اس کا بشرہ... وہ صاف پتہ دے رہا تھا کہ وہ مجھے مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ "صاف بات یہ ہے کہ میں چند شخصوں کا انتظار کر رہا ہوں جن سے میرے تاجرانہ تعلقات ہیں۔ معلوم نہیں وہ لوگ اب تک کیوں نہیں آئے۔ میں چاہتا ہوں جا کر ان کو ڈھونڈ لاؤں عین ممکن ہے وہ رستہ بھول گئے ہوں۔ اگر میری عدم موجودگی میں آ گئے تو سب کام بگڑ جائیگا کیونکہ وہ یہ سمجھ کر شاید میں مایوس ہو کر واپس چلا گیا ہوں خود بھی واپس چلے

ہیں ... پس اگر آپ ایک آدھ گھنٹہ ٹھہرے رہیں اور وہ میری عدم موجودگی میں آئیں اور آپ ان سے اصل واقعہ بیان کر دیں تو بڑی عنایت ہوگی"

درخواست بالکل معمولی تھی مگر اس کا کنکھیوں سے بار بار میری طرف دیکھنا ظاہر کرتا تھا کہ کچھ دال میں کالا ضرور ہے اس پر بھی میں نے یہی فیصلہ کیا کہ اسکی استدعا منظور کر لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ مجھ کو اس کے حالات تحقیق کرنے کا نہایت عمدہ موقعہ ملتا تھا۔ آخر وہ کیا چیز تھی جو اس نے دیدکش میں پوشیدہ کی اور وہ اس ویران مقام پر کس غرض سے پڑا ہوا تھا۔ اگر میں ان سوالوں کا جواب حاصل کئے بغیر چل دیتا تو میری تحقیقات ناتمام رہ جاتی۔

وہ ٹوپی اٹھا کر چلتا دروازہ کے پاس گیا اور کہنے لگا "مجھ کو یقین ہے کہ آپ میری درخواست رد نہ کریں گے۔ اب مجھ کو جلدی کرنی چاہیے"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ کیچڑ میں اس کے پیروں کی آواز کچھ دور تک سنائی دی اس کے بعد ہوا کے فراٹوں میں غائب ہو گئی۔

اب وہ پر اسرار جھونپڑی تھی اور میں تھا۔ انکشاف راز کا اس سے بہتر موقعہ اور کیا ہو سکتا تھا۔ پہلے میں نے میز پر سے کتاب اٹھا کر دیکھی۔ ہر دسو کی کتاب "سوشل کنٹریکٹ" تھی۔ کتاب ادبی حیثیت سے بڑے بلند پایہ کی تھی اور ایک ادنیٰ تاجر کی علمی استعداد اور مذاق سے یقیناً بالاتر سمجھی جا سکتی تھی۔ خصوصاً اس حالت میں کہ وہ قانون شکن معاملات کے لئے ...

اس جگہ آیا ہو۔ پہلے صفحہ پر لکھا ہوا تھا "وسین ابی سیج" اور اس کے نیچے تحریر تھا "لوسین کو سیل کی طرف سے" اس سے معلوم ہو گیا کہ میرے خوبصورت

گزشتہ شناسا کا نام لوسین ہے۔ اب صرف یہ پتہ لگانا رہ گیا کہ آتشدان میں کیا ہے؟ میں کچھ دیر کان لگائے سنتا رہا اور جب یقین ہو گیا کہ سوائے ہوا کی آوازوں کے اور کسی قسم کی آہٹ نہیں آتی تو میں نے لمبی جست کی اور چمنی میں پہونچ گیا۔

جگہ بہت چوڑی اور پرانی وضع کی تھی۔ ایک طرف کھڑے ہونے سے انسان آگ اور دھوئیں کی تکلیف سے محفوظ رہ سکتا تھا۔ آتش دان میں بھڑکتے ہوئے شعلوں کی روشنی سے چمنی کا حال صاف معلوم ہو رہا تھا۔ پشت کی طرف ایک پتھر کے گر جانے یا ہٹا دئے جانے سے ایک طاق سا بن گیا تھا اور اس میں کاغذات کا ایک بنڈل رکھا ہوا تھا مجھ کو پورا یقین ہو گیا کہ یہ وہی کاغذات ہیں جن کو ایک اجنبی کی آمد پر میرے میزبان نے نہایت بدحواسی کے ساتھ چھپا دیا تھا۔ میں نے کاغذ اتار لئے اور اُن کو روشنی میں دیکھنا شروع کیا۔

بنڈل میں ایک زرد رنگ کا چوکور کاغذ تھا اور اس پر سفید فیتہ بندھا ہوا تھا۔ بنڈل کھولنے سے ایک بڑا سا تہہ کیا ہوا کاغذ اور چند خطوط برآمد ہوئے لیکن خطوں پر مکتوب الیہ کے نام دیکھ کر میں دم بخود رہ گیا۔ پہلا خط جس پر میری نظر پڑی، جمہوری ٹیلر انڈ کے نام تھا۔ بقیہ خط اسی جمہوری رسم کتابت میں فوشا سوار، میتڈ انابلز۔ اور ربیشیا وغیرہ کے نام تھے۔ غرضکہ اُن تمام لوگوں کے نام جو ان دنوں مدبری یا واقفیت فنون جنگ میں زبان زدِ عام تھے اور جدید سلطنت کے رکن رکین تصور کئے جاتے تھے۔ آخر اس تاجر قہوہ کو ان لوگوں سے کیا سروکار ہے شاید یہ راز اُس دوسرے کاغذ سے ظاہر ہو جائے۔

دوسرے کاغذ کا پہلا جملہ دیکھتے ہی مجھ کو معلوم ہو گیا کہ دلدل اِس منحوس جھونپڑی سے زیادہ محفوظ تھی۔
اس لئے کہ یہ الفاظ میری آنکھوں کے سامنے تھے "باشندگان فرانس آج کے واقعہ سے ثابت ہو گیا۔ کہ غاصب وسط فوج میں بھی خشمگین قوم سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ تین آدمیوں کی کارکن کمیٹی نے جو عارضی طور پر جمہوریت کا کام سرانجام دے رہی ہے بونا پارٹ کے لئے بھی وہی حشر تجویز کیا ہے جو لوئی کیپٹ کا ہوا تھا۔ اٹھارہ تاریخ پر بروماٹر کی زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لئے ...
میں اسی قدر پڑھنے پایا تھا کہ کلیجہ منہ کو آ گیا اور کاغذ میری انگلیوں سے چھوٹ کر گر پڑا۔ میرے ٹخنے ایک آہنی پنجہ کی گرفت میں تھے، آگ کی روشنی میں مجھ کو دو ہاتھ دکھائی دئے اور اس خوف کی حالت میں بھی میں نے دیکھ لیا کہ ہاتھ بڑے بڑے اور گھنے بالوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔!
"دوست" ایک کڑکتی ہوئی آواز نے کہا۔ "کم از کم اِس مرتبہ تم ہمارے بس میں ہو"!

باب ۔۴

تین سیاہ کار

مجھ کو اپنی غیر معمولی اور ذلیل حالت پر غور کرنے کے لئے بہت کم وقت ملا کیونکہ گرفتار کرنے والے نے میری ٹانگ کو جھٹکا دیکر یوں مجھ کو گھسیٹ کر نیچے ڈال دیا۔ جیسے کوئی چھوٹے سے چوزہ کو کھینچ کر پھینک دے میری پیٹھ فرش پر اس زور سے جا لگی کہ دم نکل گیا۔

اس موقعہ پر ایک نرم آواز نے کہا ”ٹوساک مارنے سے پہلے یہ تو معلوم کرلو کہ ہے کون؟“

ایک انگوٹھا میری ٹھوڑی کے نیچے آیا اور اس قدر زور سے اس نے میرے گلے کو انگلیوں سے پکڑ کر مروڑنا شروع کیا کہ مجھ کو ناقابل برداشت تکلیف ہونے لگی۔ جواب میں اس گرجتی ہوئی آواز نے کہا۔

”تم میری پرانی ترکیب جانتے ہی ہو۔ ایک چوتھائی انچ پر کام اٹکا ہے ذرا سا گھما دینے میں معاملہ ختم ہو جائے گا اور کوئی نشان بھی باقی نہ رہے گا“

اسی ملائم آواز نے پھر کہا۔ ”نہیں ٹوساک نہیں میں اس سے پیشتر ایک بار تمہاری دستکاری دیکھ چکا ہوں اور جو آواز اس وقت

پیدا ہوئی تھی وہ مجھے آج تک نہیں بھولی مجھے اس خیال سے ہی دہشت ہوتی ہے کہ پاک شمع ہستی ان بھدی موٹی انگلیوں سے اس سہولت کے ساتھ گل کی جاسکتی ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ روح مادہ پر غالب آتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ لڑائی دُور کی ہو۔"

میری گردن اس کم بخت کے انگوٹھے نے اس قدر موڑ دی تھی کہ میں اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے والوں کو دیکھ ہی نہ سکتا تھا مجبوراً لیٹے لیٹے سنتا رہا۔

"میرے پیارے چارلس اس سے تو انکار نہیں ہوسکتا کہ وہ ہمارے اہم ترین رازوں سے واقف ہے۔ اس وقت ہماری یا اسکی زندگی کا سوال ہے۔ اپنی زندگی کے بچاؤ کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُسے اس قابل نہ چھوڑیں کہ نقصان پہنچا سکے۔ اس کو بیٹھنے دو اس لئے بھاگنا تو ممکن نہیں ہے۔"

میں نے پہچان لیا ان لفظوں کا کہنے والا وہی جھونپڑی کا خوبصورت آدمی تھا مجھے اپنی گردن کی پشت پر تیز دباؤ محسوس ہوا جس نے اور مجھ کو کھینچ کر بٹھا دیا۔ اب پہلی بار میں نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اُن لوگوں کو دیکھا جن کے پنجہ میں شومیٔ تقدیر نے مجھے پھنسا دیا تھا۔ جو کچھ میں دیکھا اور سُن چکا تھا اُس سے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ لوگ اس سے پیشتر بھی لوگوں کو قتل کر چکے ہیں اور اب بھی قتل میں ان کو دریغ نہ تھا۔ اس سنسان دلدل میں میں ان لوگوں کے بس میں تھا۔ مگر میری خاندانی دلیری نے مجھکو غیرت دلائی اور میں نے چہرہ پر ذرا بھی خوف کے آثار ظاہر نہ ہونے دئے۔

کمرہ میں میرے علاوہ تین آدمی اور تھے۔ ایک میرا پہلا شناسا اور دونو نارد۔ لی سیج میرے پاس اپنی موٹی سی کتاب لئے مطمئن چہرہ بنائے

کھڑا تھا۔ اُس کا چہرہ پر اس شاطر کا سا تبسم تھا جو کوئی ایسا مہرہ چل چکا ہو جس سے فریق ثانی بے بس رہ گیا ہو۔ اُس کے پاس ہی ایک صندوق پر تقریباً ۵۰ برس عمر کا ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ چہرہ راہبوں کی طرح زرد اور دُبلا۔ بھورے رنگ کے کپڑے جسم پر اور برہنہ جس میں اس کی دُبلی پتلی ٹانگیں عجیب مضحکہ انگیز معلوم ہوتی تھیں۔ مجھ کو دیکھ کر اس آدمی نے سر ہلایا مگر میں نے دیکھا اُس کی بے رحم بھوری آنکھوں میں رحم کا نشان تک نہ تھا۔ مگر سب سے زیادہ میں ٹوساک سے خوفزدہ تھا۔ وہ آدمی تھا یا دیو تھا۔ اگرچہ لمبا نہیں چوڑا تھا۔ مگر رگ و پٹے بے حد زبردست تھے۔ اس کی بڑی بڑی ٹانگیں ایک بہت بڑے بن مانس کی ٹانگوں سے ملتی جلتی تھیں اور ویسی ہی بھری ہوئی بھی تھیں۔ چہرہ سے حیوانیت ٹپک رہی تھی۔ داڑھی کے بال آنکھوں تک آ رہے تھے اور ہاتھ جو میری گردن پر رکھا ہوا تھا انسانی ہاتھ کی نسبت حیوانی پنجہ سے زیادہ مشابہ تھا۔ بشرہ کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ تمام چہرہ گھنے بالوں سے ڈھکا ہوا تھا، لیکن اس کی بڑی بڑی آنکھیں کبھی مجھ پر اور کبھی اپنے ساتھیوں پر انداز تجسس سے پڑ رہی تھیں۔ اگر پہلے دو آدمی جج اور جوری تھے تو ظاہر تھا کہ جلاد کا کام کس کے سپرد ہوگا۔

آخر کار اسی ناخواندہ آدمی نے کہا "یہ شخص کہاں سے آیا ہے؟ کیا کام ہے؟ اور اس نے اس پوشیدہ مقام کو کیونکر پایا؟"

اسپرلی بیچ کہنے لگا "جب میں نے اس کو پہلے جھونپڑے کے سامنے دیکھا تو خیال پیدا ہوا کہ تم میں سے کوئی ہے کیونکہ ایسی رات میں کیونکر گمان ہو سکتا تھا کہ کوئی اور بھی باہر ہوگا۔ مگر اس کے بعد اپنی غلطی سمجھ

کرکے میں نے جلدی سے کاغذات دو دکش میں چھپا دیے تاہم یہ خیال نہ آیا کہ وہ درزوں میں سے دیکھتا ہوگا۔ جب میں باہر نکلا تاکہ راستہ بتاکر چھٹکارا پاؤں تو میری نظر درزوں پر پڑی اور مجھ کو فوراً یقین ہوگیا کہ اُس نے میری حرکت کو دیکھ لیا ہے اور یقیناً اس کا ذکر کہیں نہ کہیں کرے گا۔ اس لیئے میں نے اُس کو جھونپڑی میں بلا لیا تاکہ سوچ کر طے کرسکوں مجھے کیا کرنا چاہیئے"!

اس پر دو آدمی جو میرے قریب بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا" دو سو چتے کیا ہو کلہاڑے کی دو ضربیں اور دُولاڈل کے کسی گہرے حصے میں قبر بس کام ختم ہوگیا"!

"یہ سچ ہے ٹوساک۔ مگر ہر شخص میں تمہارے ایسی قوت نہیں۔ تھوڑا قریب تھوڑا سا فکر۔۔۔"

"اچھا تو پھر تم نے کیا کیا"

"میرا پہلا کام یہ تھا کہ دیکھوں یہ آدمی لاڈل۔۔۔"

"کیا نام لیا تم نے"؟ دُبلے آدمی نے کان کھڑے کرکے پوچھا

"کہتا تھا میرا نام لاڈل ہے۔ خیر لیکن۔۔۔ میرا پہلا کام یہ تھا کہ پتہ لگاؤں آیا اُس نے مجھ کو کاغذات چھپاتے دیکھا ہے یا نہیں؟ میرے ذہن میں ایک ترکیب آگئی۔ اور میں تمہارے آنے کا منتظر رہا پر جب تم لوگوں کو آتے دیکھا تو فوراً جھونپڑی سے نکل آیا اور اس کو اندر تنہا چھوڑ دیا۔ بعد ازاں میں نے کھڑکی سے دو دکش کے اندر اُس کو جستجو کرتے چڑھتے دیکھا عین اس وقت ہم لوگ داخل ہوگئے اور میں نے ٹوساک کو زحمت دی کہ اُس کو اُتارے"!

اتنا کہہ کر نوجوان نے اپنے ہمراہیوں پہ فاخرانہ نظر ڈالی۔ لاغر اندام

شخص نے تالی بجائی اور ساتھ ہی مجھ پر غائر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز دوست لی سیج تم نے کمال کر دیا جس وقت نئی جمہوری سلطنت کو وزیر پولیس کی ضرورت ہوگی تو یقیناً اُن کی نظرِ انتخاب تم پر پڑے گی۔ جب تم ٹوساک کو یہاں لائے اور میں نے دودکش کے اندر دو ٹانگیں لٹکتی ہوئی دیکھیں تو خاک سمجھ میں نہ آیا کہ معاملہ کیا ہے گو میں ایسا کند ذہن بھی نہیں، بہر حال ٹوساک نے ٹانگیں پکڑ کر اُس کو نیچے گھسیٹ لیا۔ ٹوساک ہمیشہ سے ایک عمل پسند آدمی رہا ہے"۔

"یہ باتیں جب ہو چلیں اُس آدمی نے جس کے بدن پر بے شمار بال تھے اور جو مجھ کو پکڑے ہوئے تھا" آج نپولین کے سر پر محض اس وجہ سے تاج ہے کہ ہم لوگ باتیں زیادہ کرتے ہیں اور کام کم۔ بلکہ یہی وجہ ہے کہ اُس کا سر اب تک گردن پر موجود ہے۔ پس آؤ اس آدمی کا جھگڑا پاک کر کے جس غرض سے آئے ہیں اُس پر غور کریں"۔

لی سیج کے شائستہ اور شاعرانہ چہرہ سے مجھ کو رحم کی توقع ہو سکتی تھی۔ مگر اس کی بڑی سیاہ آنکھوں میں بھی جو میرے چہرہ پر گڑی ہوئی تھیں رحم کے کوئی آثار نہ تھے۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"سچ کہتے ہو ٹوساک اگر ہم نے اس کو چھوڑ دیا تو ہماری اپنی جانیں خطرہ میں پڑ جائیں گی"۔

"ہمیں قانون کی پروا نہیں" ٹوساک نے اس کا جواب دیا۔ ہماری جانوں کا اس معاملہ سے کیا تعلق؟ یہ کہو کہ ہماری تجویزیں ناکامی کے خطرہ میں ہونگی اور ہماری سوچی ہوئی تجویزیں اور ہمارے مقاصد ہماری جانوں سے زیادہ قیمتی ہیں"۔

"یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں" بی سیج نے کہا۔ "قانون نمبر ۱۳ ایسے موقعوں کے لئے واضح دستورالعمل ہے۔ سب ذمہ داری قانون سازوں پر ہے۔"

اس شاعرانہ چہرہ والے آدمی کو بے رحم وحشی کی تائید کرتے سُن کر میرا دل سرد پڑ گیا۔ مگر اس کے بعد فوراً ہی ایک امید کی جھلک پیدا ہوئی اُس دُبلے آدمی نے جو اب تک خاموش بیٹھا تھا اور میری طرف گہری توجہ سے دیکھ رہا تھا، اس تجویز خونریزی سے اختلاف کیا۔

نوجوان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُس نے سمجھانے کے طور سے کہا۔
"میرے پیارے لوسین ہم فلسفیوں کو انسانی زندگی کی قدر کرنی چاہئیے ذرا ذرا سی بات پر خونریزی مناسب نہیں۔ ہم لوگوں نے اکثر اس بات پر اتفاق کیا ہے اگر مراتب کی زیادتیاں..."

"چارلس میں تمہاری رائے کی قدر کرتا ہوں" نوجوان نے بات کاٹ کر کہا۔ "تم خود تسلیم کرو گے کہ میں ہمیشہ سے بُردبار اور سلیم الطبع شاگرد رہا ہوں۔ مگر اس وقت میں یہ ضرور کہوں گا یہ اپنی حفاظت کا سوال ہے اور جہاں تک میں سوچ سکتا ہوں دوسری کوئی صورت ممکن نہیں۔ مجھ سے زیادہ شاید ہی کوئی آدمی بے رحمی سے نفرت کرتا ہو۔ تم اُس وقت موجود تھے جب ٹوساک نے لوسٹریٹ والے آدمی کو قتل کیا تھا اور اس تیز دستی سے اس کا اپنا کام کیا تھا کہ شاید دیکھنے والوں کو مقتول سے زیادہ تکلیف ہوئی ہو۔ مقتول کو کیا خبر کہ قتل کے وقت اُس کی گردن سے کس قدر ہولناک آواز نکلی تھی۔ اگر اُس وقت ہم اُس منظر کو استقلال کے ساتھ دیکھ سکے تو اس وقت بھی جب کہ معاملہ اُس سے زیادہ اہم اور خطرناک ہے۔۔۔" ۹

۱۰

ٹوساک کا ہاتھ پھر میری طرف بڑھا اور اُس نے گلا دبانا شروع کیا تھا کہ اُس نحیف آدمی نے کافی بلند آواز سے کہا،

"نہیں نہیں ٹوساک ٹھہرو.. لوسین میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس معاملہ پر عملی اور اخلاقی دونو پہلوؤں سے نظر ڈالو۔ غور تو کرو اگر قسمت ہمارے خلاف ہوئی تو ان جرائم کا ارتکاب ہم لوگوں کو رحم کے ناقابل بنا دے گا پھر یہ غور کرو..."

اس دلیل کا اثر اس نوجوان پر ایک لمحہ تک رہا اور اُس کے چہرہ پر سیاہی دوڑ گئی، لیکن آخر کار اُس نے کہا، "رحم تو ہمارے لئے کسی جماعت میں بھی نہیں ہے۔ قانون نمبر ۱۳ پر عمل درآمد کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں"

"ہم لوگوں کو پھر بھی کچھ نہ کچھ اختیارات حاصل ہیں۔ ہم خود مرکزی جماعت کے رکن ہیں"

"لیکن قانون بغیر کورم کے ترمیم نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ترمیم ہمارے اختیار میں نہیں"

نوجوان کے لب حرکت کر رہے تھے مگر اُس کی آنکھوں میں ترحم کا نشان تک نہ تھا۔ بے رحم طاقتور انگلیاں آہستہ آہستہ میری گردن مروڑ رہی تھیں میں نے اپنی روح کو کنواری مریم اور اگنیشیس کے سپرد کیا جو میرے خاندان کا سرپرست ولی ہے مگر اس وقت فوراً ہی وہ آدمی جس کا نام چارلس تھا اور جو مجھ سے غیر معمولی ہمدردی کر رہا تھا اپنی جگہ سے اس نے ٹوساک کے ہاتھ نہایت بدحواسی کے ساتھ میری گردن سے ہٹا دئے۔ اسکی یہ بدحواسی اس فلسفیانہ اطمینان اور رمتانت کے بالکل خلاف تھی

جس کا اظہار وہ اب تک کر رہا تھا۔

"میں اسے قتل نہ ہونے دوں گا۔" اُس نے نہایت غصہ میں کہا۔ "تم میری مرضی کے خلاف کرنے والے کون ہو؟ ٹوساک چھوڑ دو اُس کی ٹھوڑی کے نیچے سے انگوٹھا ہٹاؤ میں پھر کہتا ہوں یہ ہرگز نہ ہوگا۔"

لیکن ہمراہیوں کے چہرہ پر بے پروائی کے آثار دیکھ کر اُس نے فوراً اپنا تحکمانہ لہجہ کو بدل لیا اور منت وسماجت سے کام لیتے ہوئے کہنے لگا "اچھا میں تم سے ایک وعدہ کرتا ہوں .... لو سینی سنو۔ میری بات سنو... میں اُس کے حالات دریافت کرتا ہوں۔ اگر وہ کوئی بے خرد مسافر ہے جو بدقسمتی سے یہاں آنکلا ہے اور اپنی بے وقوفی سے ہمارے راز کو دریافت کرنے لگا تھا تو اس کی جان نہ لو اور اس کو میرے حوالہ کردو۔"

میں نے اس معاملہ میں شروع سے اب تک ایک لفظ اپنی زبان سے نہیں نکالا تھا نہ اپنے بچاؤ کے لئے کسی طرح کی التجا کی تھی۔ لیکن میری یہ خاموشی ہمت اور دلیری کے باعث نہیں بلکہ تکبر اور نخوت کی وجہ سے تھی۔ میں بایک ہی وقت میں جان اور خودداری دونوں چیزیں نہ کھو سکتا تھا۔ اِس درخواست رحم کو سن کر میں نے خوفناک جلّاد کی طرف نظر اٹھائی اور اُس نوجوان کو بھی دیکھا جو میرے خون کا پیاسا تھا۔

مجھکو ٹوساک کی حیوانیت سے اس قدر خوف نہ تھا جتنا اُس نوجوان کی سفاکانہ خود غرضی سے۔ بُزدل دشمن دنیا کے سارے دشمنوں سے زیادہ .... بے رحم ہو سکتا ہے۔

اب میرے بدلے طرفدار کی درخواست رحم اور اسکی قبولیت پر میری زندگی کا انحصار تھا۔ لی سیع اپنے ہمراہی کی پرجوش اپیل پر مسکرایا

اور دانتوں کو ناخن سے چبا کر کہنے لگا "قانون نمبر ۱۳ قانون نمبر ۱۳"

"میں اُس کی پوری ذمہ داری اپنے ذمہ لیتا ہوں" چارلس نے اس پر کہا۔

"مسٹو جی" توساک نے کہا "میں صاف صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ نمبر ۱۳ کے علاوہ ایک قانون اور بھی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مجرم کو پناہ دے تو وہ بھی اُسی سزا کا مستوجب ہوتا ہے جس کا خود مجرم ہو سکتا ہے۔"

لیکن اس فقرہ کا میرے ہمدرد پر ذرا بھی اثر نہ ہوا اور اس نے نہائت اطمینان کے لہجہ میں کہا۔

"عملی حیثیت سے تم نہایت کامیاب آدمی ہو مگر جب سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ ہو تو اپنے سے بہتر دماغوں کے کہنے پر کاربند ہو کر اُن کی رائے کے منتظر رہا کرو۔"

یہ جملہ اس تکبر کے ساتھ کہا گیا تھا کہ وہ وحشی جلاد مرعوب ہو گیا ہو چنانچہ صرف کندھوں کو حرکت دے کر خاموش رہا۔

تقریر جاری رکھتے ہوئے بڈھے دوست نے کہا "اب لو بین۔ مجھ کو حیرت ہے کہ باوجودیکہ تمہاری آرزوئیں میرے خاندان سے وابستہ ہیں تم میری خواہشات کے رستہ میں حائل ہوتے ہو۔ اگر آزادی کے تنفیحی اصول تمہاری سمجھ میں آ گئے ہیں اور تم اس قابل ہو گئے ہو کہ اس منتخب گروہ میں شمار ہو سکو تو کس کے طفیل ... "

"چارلس تم ٹھیک کہتے ہو" نوجوان نے مضطربانہ جواب دیا "میں آخری شخص ہوں جو تمہاری مرضی کے خلاف چلے گا مگر خوف یہ ہے کہیں تمہارا

رحم تمہاری عقل کو زائل نہ کر دے۔ تم جس قدر جی چاہے اُس سے سوالات پوچھو مگر انجام کار۔۔۔“

میرا اپنا خیال یہی تھا کہ میں ان خطرناک شخصوں کے راز سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اس لیئے اب زندہ بچنے کی کوئی امید نہ تھی۔ تاہم جان اِس درجہ شیریں اور عزیز ہوتی ہے اور امید زندگی اِس قدر خوشگوار کہ جوں ہی ٹوساک کا انگوٹھا میری ٹھوڑی کے نیچے سے ہٹا تو معلوم ہوا مجھکو از سرِ نو زندگی نصیب ہو گئی۔ مگر یہ حالت صرف ایک لمحہ رہی اس کے بعد پھر میرا دماغ اصلی حالت پر پہنچ گیا۔ اور میں سوالات پوچھنے والے کے دبلے پتلے خط و خال پر نظر جما کر رہ گیا۔ اُس نے پوچھا

”تم کہاں سے آ رہے ہو؟“

”انگلستان سے“

”لیکن ہو تو فرانسیسی“

”ہاں“

”یہاں کب پہونچے تھے؟“

”آج رات کو“

”کیونکر“

”میں کشتی میں ڈوور سے تھا“ ”ٹھیک کہتا ہے“ ٹوساک نے غرا کر کہا ”آتے وقت ہم نے دیکھا تھا ایک شخص کشتی سے ساحل پر اترا تھا؟“

مجھکو فوراً وہ کشتی یاد آ گئی جو ساحل فرانس پر پہلی چیز تھی جو مجھے ملی۔ بھسانا ؟ ... وہ یہ کہنا بہتر تھا کہ اس کی بدولت مجھ کو کیا کیا بھاگنا پڑے گا۔ ... اس کے بعد اور سوالات شروع کر دیئے۔

لیکن وہ سب فضول اور مہمل سوال تھے اور ان کے ذریعہ سے وہ خواہ مخواہ دیر لگا رہا تھا جس کی بناء پر ٹوساک کو سخت شکایت پیدا ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ سوال محض وقت کاٹنے کے لئے ہیں۔ پوچھنے والے کے لہجہ میں جوش اور انتظار کی ہلکی سی جھلک پائی جاتی تھی جس سے مجھ کو پتہ چلا کہ ان باتوں کی تہ میں کوئی خاص غرض پوشیدہ ہے۔ کیا وہ چاہتا تھا کچھ وقت لمجائے؟ مگر کیوں؟... خوف کے وقت آدمی کے حسیات تیز ہوجاتے ہیں اور وہ اس عالم میں اُن باتوں کو محسوس کرلیتا ہے جن کا دوسروں کو شبہ تک نہیں ہوتا۔ میں نے یہ محسوس کرلیا کہ وہ اپنی پوری قوت اور شوق سے کسی شئے کا منتظر ہے۔ اس کا پتہ اُس کے چہرہ سے اُس کے سر کے ایک جانب جھکے ہونے سے اُس کے کانوں پر ہاتھ رکھنے اور سب سے زیادہ اُس کی بے چین اور بیتاب نگاہوں سے چلتا تھا۔ اُس کو اُمید تھی کہ کوئی اور قوت آکر ان معاملات میں دخل انداز ہوگی اور وہ سوالات کا تانتا باندھے ہوئے تھا تاکہ اسکا موقعہ مل جائے۔ صرف حالات کی بناء مجھ کو اس امر کا اس درجہ یقین ہوگیا تھا کو یا اُس نے یہ راز میرے کان میں کہہ دیا ہے اس سے میرے سرد اور مُردہ دِل میں اُمید کا ایک چھوٹا سا چشمہ پھوٹا اور بہ نکلا۔

مگر ٹوساک اِن لفظی گورکھ دھندوں سے اُلجھ رہا تھا اُس نے ورشتی کے ساتھ ہم لوگوں کے سلسلہ کو منقطع کرکے کہا دولس ختم کرو۔ میں اِن بچوں کے کھیل کے لئے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر نہیں آیا۔ کیا اس آدمی کے حالات دریافت کرنے سے زیادہ اہم اور کوئی کام ہمارے لئے نہیں ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ میں لندن سے محض تمہاری خوش بیانی کی داد دینے کے لئے آیا ہوں۔ بس میں کہتا ہوں اِس معاملہ کو ختم کرو

اور کام شروع ہونے دو۔"

"بہتر ہے" میرے ہمدرد نے کہا "وہ چھوٹا کمرہ ایک نہایت عمدہ قید خانہ بن سکتا ہے۔ آؤ اس کو وہاں بند کر کے کام شروع کیا جائے۔ کام ختم ہونے پر اس شخص کی قسمت کا فیصلہ کیا جائیگا۔"

"مگر وہ سب باتیں سُن لے گا" لی سیج نے اعتراض کیا

اس پر لوساک نے میرے ہمدرد پر مشتبہ نظر ڈالی اور کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں آج کیا ہو گیا ہے۔ میں تم کو اس درجہ کمزور نہ سمجھتا تھا۔ لوسٹر یٹ والے آدمی کے قتل کے موقعہ پر تم معترض نہ ہوئے تھے۔ یہ شخص ہمارے راز سے واقف ہو چکا ہے۔ اس کو ابھی قتل کر ڈالنا چاہیئے ورنہ پھر ایک دن اس کا سامنا عدالت میں ہوگا۔ سازش کے تمام مرحلے طے کرنے کے بعد ایک آدمی کو چھوڑ دینا جو ہمارے راز سے واقف ہو چکا ہے دیوانگی ہے۔ لو بس اب میں اس کی گردن توڑ کر کام ختم کئے دیتا ہوں"

بھدا بالوں سے بھرا ہوا ہاتھ پھر میری طرف بڑھا لیکن بڑھا ہی تھا کہ لی سیج فوراً گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور وہ انگلی اٹھائے سر ایک طرف جھکائے ہوئے غور سے کچھ سُن رہا تھا۔ اس کا دبلا نازک اور لمبا ہاتھ اس وقت پتے کی طرح ہل رہا تھا۔

"مجھکو ایک آواز سنائی دی ہے!" آخر اُس نے آہستہ سے کہا

"ہاں میرے کانوں میں بھی کچھ آواز آئی ہے" دوسرے نے کہا

"کیا ہے؟"

"چُپ ذرا سُننے دو"

ایک منٹ یا کچھ زیادہ عرصہ تک ہم لوگ کان لگائے سنتے رہے۔ ہوا دہ دکش میں بھر کر فرّاٹے پیدا کر رہی تھی اس کے تیز جھونکے دروازہ توڑے ڈالتے تھے۔

بدحواسی کی ہنسی ہنس کر آخر کار لی میچ نے کہا "کچھ بھی نہیں۔ بعض اوقات طوفان میں بھی عجیب و غریب آوازیں سنائی دیتی ہیں"

"میرے کانوں میں کوئی آواز نہیں آئی" ٹوساک نے کہا۔

"سننا پھر وہی آواز آرہی ہے!"

اس وقت شور طوفان پر غالب ایک آواز صاف سنائی دی۔ یہ کسی جانور کی آواز تھی

"شکاری کتا! ارے وہ لوگ ہمارے سراغ پر آرہے ہیں!"

یہ کہہ کر لی میچ دوڑ کر آتشدان کے پاس گیا اور میں نے دیکھا کہ اس نے اپنے کاغذات آگ میں جلا کر ایڑی سے کچل ڈالے۔ ٹوساک نے وہ کلہاڑا اُٹھایا جو دیوار سے لگا کھڑا تھا۔ اور دُبلے آدمی نے سڑے گلے جال کو زمین سے ہٹا کر لکڑی کا ایک حصہ سرکایا اور ایک کونہ کی طرف اشارہ کر کے کہا "جاؤ وہاں چھپنے کی جگہ ہے"

میں جب چھپ گیا تو اُس نے دوسرے آدمیوں سے کہا "میں نے اس کو محفوظ کر دیا ہے اب جب چاہیں گے نکال لیں گے"

باب ۔۵

مقابلہ

کوٹھری جس میں مجھ کو بند کیا گیا نہایت نیچی اور تنگ تھی اور اس میں بہت سی عجیب ساخت کی گول گول ٹوکریاں رکھی ہوئی تھیں۔ اُس وقت میری سمجھ میں خاک نہ آیا کہ وہ کیا شئے ہیں مگر آخر کار معلوم ہوا کہ لابسٹر مچھلی پکڑنے کے جال تھے۔ ٹوٹے ہوئے دروازہ کی درزوں سے روشنی آرہی تھی اور وہ اس قدر کافی تھی کہ میں اُس بڑے کمرہ کو جس میں سے آیا تھا بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ گو میں بالکل بدحواس اور تقریباً غشی کی حالت میں تھا اور میری عقل موت کے خوف سے زائل ہو رہی تھی تاہم جو معاملات میرے پیش نظر تھے وہ اس حد تک...... دلچسپ تھے کہ میں اُن کی جانب متوجہ ہونے پر مجبور ہو گیا

میرا ڈوبلا ہمدرد اُسی اطمینان کے ساتھ بکس پر بیٹھا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ ایک گھٹنے پر رکھے ہوئے جھوم رہا تھا۔ چراغ کی روشنی میں مَیں نے دیکھا اُس کے جبڑے کے اعصاب مچھلی کے گلپھڑوں کی طرح متواتر کھلتے اور بند ہوتے ہوئے حرکت کر رہے تھے۔

قریب ہی لی سیج کھڑا تھا۔ اُس کے چہرہ پر پسینہ تھا۔ اور لب خوف سے کانپ رہے تھے۔ وہ کبھی کبھی نہایت کوشش سے اپنے چہرہ کو مطمئن بناتا تھا، مگر ہر کوشش کے بعد اُس پر خوف کی لہر دوڑ ۔۔۔ جاتی تھی جس سے اُس کا چہرہ بگڑ جاتا تھا۔ رہا ٹوساک وہ شاندار اطمینان کے ساتھ آگ کے سامنے کھڑا تھا۔ ہاتھ میں کلہاڑا جس کو وہ ایک پاؤں سے لگائے ہوئے تھا اور سر انتہائی آمادگی اور ساتھ ہی ساتھ بے پروائی کے ساتھ پیچھے کی جانب جھکا ہوا۔ اُس کی بڑی سیاہ داڑھی کے بال آگے نکلے ہوئے چمک رہے تھے۔ اُس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکلا تھا۔ مگر صاف معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی رگ رگ عظیم جد و جہد اور مقابلہ کے لئے تیار تھی۔ جب کتے کی آواز دلان میں قریب سنائی دی تو اُس نے دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔

لی سیج نے خوف سے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "نہیں نہیں کتے کو اندر نہ آنے دو"

"بیوقوف۔ بچاؤ کی صورت اب صرف اس میں ہے کہ ہم کتے کو مار ڈالیں"

"مگر اُس کی زنجیر اُدیدی کے ہاتھ میں ہو گی"

"اگر زنجیر کسی کے ہاتھ میں ہے تو پھر ہمارا بچنا غیر ممکن ہے۔ لیکن اگر جیسا میرا خیال ہے وہ چھٹا ہوا ہے تو ہم اب بھی بچ سکتے ہیں"

لی سیج تھرتھراتے ہوئے پاؤں سے میز پر چڑھا۔ اُس کی خوفزدہ آنکھیں دروازہ پر جمی ہوئی تھیں، میرا بچانے والا ایک عجیب طرح کی نیم متبسم ادا کے ساتھ بیٹھا جھوم رہا تھا۔ اُس کا ہاتھ قمیض کے دامن

کے نیچے تھا۔ اور مجھے معاً خیال آیا کہ کوئی پوشیدہ ہتھیار اس کے پاس ہے۔ اٹوساک اُن دونوں آدمیوں اور کھلے ہوئے دروازہ کے درمیان کھڑا تھا اور گو میرے دل میں اُس کی طرف سے نفرت بھی تھی اور خوف بھی تاہم اُس کے شاندار ڈیل ڈول سے میری نگاہ نہیں ہٹتی تھی۔ اس عجیب وغریب کاروائی کے نظارہ میں مَیں اِس قدر منہمک تھا اور ان آدمیوں کے انجام پر اس قدر غور کر رہا تھا کہ خود اپنا کیا حشر ہونے والا ہے اس کو بالکل ہی فراموش کر چکا تھا۔ اس اُدنے اسٹیج پر ایک غایت درجہ کا دلچسپ ڈراما ہو رہا تھا اور میں تنہا ایک گوشہ میں بیٹھا اُس کا واحد تماشائی تھا۔ سانس روک کر چپ چاپ انجام کا منتظر رہنے کے سوا میں کر ہی کیا سکتا تھا۔

رفتہ رفتہ مجھ کو محسوس ہونے لگا کہ اُن لوگوں کے پیش نظر کچھ ایسی چیزیں ہیں جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ اُن کی جمی ہوئی نگاہیں اور مضطرب چہرہ اس کا پتہ دیتا تھا۔ ٹوساک نے کلہاڑا گھما کر کندھے پر رکھا اور ضرب کے لئے تیار کیا۔ لی سیج کانپ کر پیچھے ہٹ گیا اور آنکھوں کے سامنے ہاتھ کر لیا تاکہ دروازہ میں جو واقعات پیش آئیں اُنہیں نہ دیکھ سکے۔ تیسرے آدمی نے اب جھومنا بند کر دیا تھا اور بکس پر بُت کی طرح خاموش بیٹھا تھا۔ نرم پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ دروازہ میں ایک سُرخ رنگ کی سی دھاری نمودار ہوئی اور ٹوساک نے کلہاڑا گھما کر اس زور سے مارا جیسے۔۔۔۔ کرکٹ کھیلنے والا گیند کو بلّے سے مارتا ہے۔ نشانہ ندپر لگا۔ کلہاڑا کا پھل جانور کے گلے میں اُتر گیا مگر قوت ضرب

سے خود کلہاڑا بھی ٹوٹ گیا۔ اور کُتّے کے زور سے ٹوساک پیچھے لڑھک کر گر پڑا۔ جانور اور آدمی ایک دوسرے پر تھے۔ اب درندانہ کشمکش شروع ہو گئی۔ ٹوساک جانور کے گلے کو گرفت میں لانا چاہتا تھا۔ میں پوری طرح نہ دیکھ سکا کہ کیا ہوا۔ مگر کُتّے کے گلے سے ایک دِلخراش چیخ نکلی اور ایسی آواز آئی جیسے کسی نے کرمچ کا تھان پھاڑ ڈالا ہو۔ ٹوساک لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اُس کے ہاتھوں سے خون ٹپک رہا تھا، اور ایک طرف بھورے رنگ کا ڈھیر خون میں لتھڑا ہوا پڑا تھا۔

"بس یہی موقع ہے"۔ ٹوساک نے گرج کر کہا اور تیر کی طرح.. جھونپڑے سے نکل کر بھاگا۔

جب ٹوساک کُتّے سے لڑ رہا تھا۔ لی سیچ مارے خوف کے ایک کونہ میں چھپا ہوا کھڑا تھا۔ اب اُس نے اپنا خوفزدہ چہرا نکالا جو پسینہ سے تر تھا۔ معلوم ہوتا تھا کسی پانی سے لبریز برتن میں وہ ابھی منہ ڈال کر نکلا ہے۔

اپنے ہمراہی سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا "چارلس اب بھاگ چلنا چاہیئے۔ پولیس کتے کے پیچھے ہو گی۔ ابھی ہم بچ سکتے ہیں"۔

لیکن دوسرا آدمی نہایت اطمینان اور سکون کے ساتھ اُٹھا اور اندر سے دروازہ بند کر لیا پھر نہایت مطمئن لہجہ میں کہنے لگا "لوسین میرے دوست میری رائے ہے کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرو"۔

لی سیچ نے نہایت حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ رفتہ رفتہ اُس کی حیرت وحشتناک خوف سے تبدیل ہو گئی اُس کے چہرہ پر لاش کی سی زردی چھا گئی اور اُس نے کہا۔ "چارلس تمہاری عقل اس

وقت کہاں گئی ہے"

دوسرے نے مسکرا کر کہا "میری عقل یہیں ہے اور بالکل ٹھیک کام کر رہی ہے۔ اب وہ لوگ چند ہی منٹوں میں آجائیں گے۔ کتنا ہی تڑا کر اُن کے ہاتھوں سے چھوٹ کر آگیا لیکن چونکہ اس دلدل میں صرف ایک ہی جھونپڑی ہے وہ یقیناً آتے ہونگے"

"ہاں اسی سے تو بھاگ جانا چاہیئے۔ اندھیرے میں بہت ممکن ہے کہ ہم لوگ بچ نکلیں"

"نہیں ہم جہاں ہیں وہیں اُن کے منتظر رہیں گے"

لی سیج بولا "تو دیوانہ ہے" "دیوانہ ہے تو اپنی زندگی برباد کر۔ میں اس کے لئے تیار نہیں۔ تو جو چاہے کر میں چلتا ہوں"

وہ بے بسی سے ہاتھ پھیلائے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھا مگر چارلس جست کر کے اس کے سامنے اس طرح کھڑا ہو گیا کہ وہ پچھلے پاؤں لڑکھڑاتا ہوا یوں مڑا جیسے کسی نے گھونسہ مار دیا ہو۔ اس کے ساتھ ہی چارلس نے کہا "آہ بیوقوف۔ بدنصیب۔ غریب۔ خوردہ فروش!"

لی سیج کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اس کے گھٹنے جھکے ہوئے اور تھرتھرا رہے تھے۔ میں نے اس سے زیادہ خوف کی تصویر آج تک نہیں دیکھی۔

تم... چارلس... تم!" ہر لفظ اُس کی زبان سے نہایت مشکل سے ادا ہو رہا تھا۔

"ہاں ہیں" دوسرے نے زہر آلود تبسم کر کے کہا۔

"تم سرکاری جاسوس! تم جو ہماری سوسائٹی کے روح رواں تھے؟

جو ہمارے ہر اندرونی راز سے واقف تھے۔ جو ہم کو تدبیریں بتاتے تھے۔۔
نہیں چارلس نہیں تم ایسے سیاہ قلب نہیں ہو سکتے چارلس وہ لوگ
اب آتے ہی ہوں گے۔ مجھے جانے دو۔ میں التجا کرتا ہوں۔ میں ہاتھ جوڑتا
ہوں۔ مجھ کو بھاگ جانے دو۔"
مگر سنگدل بڈھے نے سر کو آہستہ سے انکاری حرکت دی۔ لی سیج نے کہا
"مگر مجھے کیوں ؟۔ ٹوساک کو کیوں چھوڑ دیا"؟
"کاش کتا ٹوساک کو بیکار کر دیتا تو میں دونوں کو گرفتار کراتا۔ مگر صحیح و سالم
دوست ٹوساک میرے بس کا نہیں تھا بہر حال لی سیج تم میری کامیابی
کی نشانی ہو اور تم کو اپنی قسمت پر صبر کرنا چاہیئے"
لی سیج نے زور سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا
"جاسوس! چارلس! اور جاسوس!"
"ہاں مجھ کو خود خیال تھا کہ تم کو تعجب ہوگا"
"مگر تم ٹوساک۔۔۔۔ تو انتہا پسندوں میں انتہائی خیالات کے آدمی
تھے۔ ہر شخص تمہارے مقابلہ میں اعتدال پسند تھا۔ چارلس کتنی بار ایسا
ہوا کہ ہم لوگ تمہارے گرد جمع ہوئے تا کہ تمہارا فلسفہ سنیں۔ اور پھر کیا سچ
بھی جاسوس تھے نہیں ایسا نہ ہو۔ مگر نہیں چارلس تم مذاق کر رہے ہو۔
بولو کہہ دو کہ تم مذاق کر رہے ہو"
بڈھے آدمی کے پتھر سے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی اس کو لی سیج
کی بدحواسی میں دلچسپی ہو رہی تھی۔
آخرکار اس نے کہا "لی سیج تم اظہار تعجب سے میری قدردانی
کر رہے ہو اور میرا دل بڑھا رہے ہو۔ میرا خود بھی خیال ہے کہ میں نے

سب کام بہت سلیقہ سے انجام دیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور کہ ان غلط کاروں نے کتے کی رسی چھوڑ دی۔ تاہم مجھکو یہ اعزاز ضرور نصیب ہے کہ میں نے تن تنہا ایک سرفروش بہادر اور خطرناک سازشی کو گرفتار کر لیا۔"

اِن الفاظ کو زبان پر لاتے وقت وہ نہایت حقارت کے ساتھ مسکرایا پھر بولا "شاہنشاہ دوستوں کو انعام اور دشمنوں کو سزا دینا خوب جانتا ہے۔"

اس کا ایک ہاتھ اب تک ۔ ۔ ۔ دامن میں چھپا ہُوا تھا مگر اب اُس نے ہاتھ اتنا سرکا لیا کہ پستول کی نال نظر آنے لگی۔

لی سیج کی آنکھوں میں نئے آثار دیکھ کر اس نے کہا "یہ خیالات فضول ہیں تم اس جھونپڑی میں ہی رہو گے زندہ خواہ مُردہ۔"

لی سیج نے ہاتھوں سے منہ چھپا لیا اور زور زور سے سسکیاں بھر بھر کر رونے لگا۔ پھر اُس نے کہا "چارلس تم ہم سب سے بدتر تھے۔ وہ تمہیں تھے جس نے بوسٹر یٹ والے شخص کے قتل کرنے پر ٹوساک کو آمادہ کیا تھا۔ تمہیں نے باسے ڈی لارمپارٹ والے مکان میں آگ لگائی تھی۔ اور اب تم ہم لوگوں سے پھرتے ہو۔"

"میں نے وہ شرکت محض اس غرض سے کی تھی۔ کہ مناسب موقعہ اور محل پر کافی روشنی ڈال سکوں۔"

"یہ سب صحیح مگر چارلس اُس وقت کیا ہو گا جب میں ان تمام باتوں کو اپنی مدافعت کی غرض سے بیان کر دوں گا تم یہ باتیں شاہنشاہ کے سامنے کیونکر سلجھا سکو گے۔ اب بھی موقعہ ہے۔ ایسا موقعہ نہ آنے دو کہ شہنشاہ پر تمہاری اصلی حقیقت آشکارا ہو جائے۔"

اس پر بڈھے آدمی نے پستول نکالا اور گھوڑا چڑھا کر کہنے لگا۔

"ٹھیک ہے تمہاری رائے صحیح ہے۔ میں یقیناً ایک آدھ معاملہ میں سرکاری ہدایات سے تجاوز ہو گیا تھا مگر سچ کہتے ہو ابھی اصلاح کی گنجائش باقی ہے۔ میرے لئے یکساں ہے کہ چاہے تم کو زندہ شہنشاہ کی خدمت میں پیش کروں خواہ مردہ۔ مگر اب ہر صورت سے یہی بہتر ہے کہ تم کو مردہ ہی پیش کیا جائے"

جس وقت ٹوساک نے کتے کا گلا پھاڑ کر پھینکا تھا وہ سماں بھی عجیب وحشت خیز تھا مگر اس کے مقابلہ میں یہ حالت کتنی مہیب تھی۔ اس بدنصیب نوجوان پر کبھی مجھ کو ترس آتا اور کبھی اس کی نامردی پر نفرت ہوتی تھی۔ فطرت نے اس کو عزلت گزیں طالب علم یا تخیل پرست شاعر کی زندگی کے لئے پیدا کیا تھا، مگر کسی زبردست قوت ارادی نے اس کو گھسیٹ کر ایسے معاملات میں ڈال دیا تھا جہاں ایک بچہ بھی اس سے بہتر کام کر سکتا تھا۔ اس کی فریب کاری اور خود غرضانہ ہوس و خونریزی کی وجہ سے جو نفرت مجھ کو اس سے پہلے پیدا ہوئی تھی وہ اب بالکل مٹ گئی۔ وہ زمین پر پڑا خوف کی وجہ سے تڑپ رہا تھا اور اس کا بسن رسیدہ ساتھی اس کے اوپر پستول لئے کھڑا تھا۔ وہ اس بے کس خوفزدہ آدمی کے ساتھ یوں کھیل رہا تھا جیسے بلی چوہے کے ساتھ کھیلتی ہے مگر بے درد آنکھیں صاف بتا رہی تھیں کہ اس میں کھیل کا کوئی پہلو نہ تھا۔ اس کی انگلیاں گھوڑے تک پہونچ چکی تھیں۔ اس ناخدا ترسانہ خونریزی کے خیال سے میری روح سخت متنفر تھی اور میں چاہتا تھا اپنی جائے پناہ سے نکل کر اس کے بچانے کی کوشش کروں کہ باہر سے کچھ آوازیں اور تلواروں کی جھنکار کانوں تک پہونچی۔

"شہنشاہ کے حکم سے" ایک بلند آواز کانوں میں آئی اور پھر

معلوم ہوا کہ کسی نے ایک جھٹکے سے دروازہ کو اکھیڑ کر پھینک دیا۔ ہوا اب بھی بہت تیز تھی۔ دروازہ کے گرتے ہی مسلح آدمیوں کا ایک دستہ نظر آیا جن کی کلغیاں لہراتی اور طرّے ہوا میں اُڑ رہے تھے۔ شالوں پر مینہ کی بوندیں چمک رہی تھیں۔ پہلو کی طرف جھونپڑی کی روشنی دو خوبصورت گھوڑوں پر پڑ رہی تھی۔ جن پر دو سوار سرخ ٹوپیاں پہنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دروازہ پر ایک شہزادہ کھڑا تھا جس کی قیمتی پوشاک اور شاندار وضع بتا رہی تھی کہ وہ کوئی افسر اعلیٰ ہے۔ یہ افسر گھٹنوں تک کے بوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کی وردی کا رنگ ہلکا آسمانی اور نقرئی تھا جو طویل قامت پر خوب موزوں نظر آتا تھا۔ اُس کی دلآویز چال ڈھال پر دل سے بے اختیار تحسین نکلتی تھی۔ اُس نے اپنے پہلو سے ایک مرتبہ بھی چمکتی ہوئی تلوار نہ نکالی لیکن دروازہ میں کھڑا اُن کے وطنوں اور جھونپڑی کے ساکنوں کو نہایت غور سے دیکھتا رہا۔ اس کی ہر ادا سے حد درجہ کا اطمینان اور ہوشیاری ٹپکتی تھی۔ چہرہ خوبصورت، رنگ زردی مائل۔ خط و خال ابھرے ہوئے۔ مونچھیں دلاورانہ انداز سے کھڑی اور ٹوپی سے لٹکتی ہوئی زنجیر کے دونوں جانب اُٹھی ہوئی تھیں۔

اندر بڑھ کر اُس نے کہا "اچھا!"

سرخ ریش شخص نے اپنے بھورے کوٹ کی جیب میں چپکے سے پستول چھپا لیا اور کہا "وہ ہے لو میں لی سیج!"

شہزادہ نے حقارت سے اُس آدمی پر نظر ڈالی جو زمین پر منہ کے بل پڑا تھا۔ اور کہا

"وہ کس شان کا سازشی ہے۔ اُٹھ ذلیل کتے ... جیرارڈ لو اسکو اپنی

سپردگی میں لو اور کیمپ پہونچاؤ"

ایک نوجوان افسر مع دو سپاہیوں کے داخل ہوا۔ اور بدنصیب نوجوان کو نیم غشی کی حالت میں باہر لے گیا۔

پھر اُس نے پوچھا "دوسرا آدمی کہاں ہے ٹوساک؟"

"اُس نے کتے کو مار ڈالا اور بھاگ گیا۔ لی سچ مچ بھاگ جاتا اگر میں نہ روکتا۔ کتے کی زنجیر اگر نہ چھوڑ دی جاتی تو دونوں گرفتار ہو جاتے بحالت موجودہ بھی کرنیل لاسال ہی مستحق مبارکباد ہوں"

یہ کہہ کر چارلس نے ہاتھ بڑھایا مگر کرنیل نے فوراً دوسری طرف منہ پھیر کر کہا۔

"جنرل ساواری آپ سنتے ہیں۔ ٹوساک بھاگ گیا"

اس پر ایک دراز قد سانولے رنگ کا آدمی روشنی میں آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ نہایت خشک تھا اور اُس نے آتے ہی پوچھا "پھر وہ کہاں ہے؟"

"پندرہ منٹ ہوئے کہ وہ بھاگ گیا"

"وہی تو ان لوگوں میں خطرناک تھا۔ شاہنشاہ یقیناً بہت غضبناک ہوگا۔ آخر کس طرف گیا"

"کہیں اندرون ملک ہی کی طرف بھاگا ہوگا"

جنرل ساواری نے میری طرف اشارہ کرکے کہا "یہ کون ہے؟ تمہاری اطلاع تو یہ تھی کہ تمہارے علاوہ صرف وہ شخص اور ہوں گے کیوں موسیو؟"

"بہتر یہ ہوگا کہ آپ میرا نام نہ لیں" چارلس نے جلدی سے قطع کلام کرکے کہا

"ہاں میں اس بات کو اچھی طرح سمجھ گیا"، جنرل ساواری نے طنز آمیز لہجہ میں کہا۔

"میں پہلے ہی سے آپ کو اطلاع دے دیتا کہ ہم لوگ اس جھونپڑی میں جمع ہونگے مگر یہاں آنے کا فیصلہ بالکل آخری وقت میں ہوا میں نے ٹوساک کی گرفتاری کے تمام طریقے بتا دئے تھے اور اگر کتا آزلونہ کر دیا جاتا تو کام یقیناً پورا ہو جاتا۔ اس کام کے سرانجام دینے میں جو نقص رہ گیا اُس کے جوابدہ شہنشاہ کے سامنے آپ ہونگے"

"یہ ہمارا کام ہے تم سے کیا مطلب"، جنرل ساواری نے نہایت درشتی سے کہا "مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ شخص کون ہے۔"

رنذواری کی کوشش بیکار تھی کیونکہ میری جیب میں ایک خط موجود تھا جس سے یقینی طور پر بھید کھل جاتا۔ پس میں نے آگے بڑھ کر فخر کے ساتھ جواب دیا۔ "میرا نام بونی ڈی لاول ہے"

انگلستان میں ہم لوگ اپنے آپ کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ سارا فرانس چشم براہ ہوگا کہ یہ لوگ وطن واپس آتے ہیں یا نہیں حالانکہ وقعہ میں زمانہ اس قدر جلد از جلد بدل رہا تھا اور آئے دن اس قسم کے واقعات رونما ہو رہے تھے کہ لوگ ہمارا نام تک بھول چکے تھے۔ گو اس نوجوان جنرل ساواری نے میرا نام اپنی یادداشت میں درج کر لیا تاہم میرے امیرانہ نام کا اُس پر خاک بھی اثر نہ پڑا

"تنے میں بکرے جاسوس نے میری سفارش کی" موسیو ڈی لا وال اس معاملہ سے بالکل غیر متعلق ہیں وہ محض غلطی اور اتفاق سے اِن معاملات میں گھر گئے ورنہ ضرورت پڑے تو میں اُنکو حفاظت تمام حاضر

کرنے کا ذمہ دار ہوں۔"

"اُن کی ضرورت یقیناً پڑے گی" جنرل ساواری نے کہا "مگر چونکہ میں چاہتا ہوں ہر سپاہی کو مفرور کی گرفتاری کے لئے دوڑاؤں اور تم اس کے ذمہ دار ہو اس کو اپنی سپردگی میں لے رہے ہو اس لئے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر ضرورت ہوئی تو میں انہیں تم سے لوں گا۔"

"وہ شہنشاہ کے حکم پر حاضر رہے گا۔"

"کیا جھونپڑی میں کچھ کاغذات بھی ہیں۔"

"نہیں سب جلا دئے گئے۔"

"یہ بہت بُرا ہوا۔"

"مگر میرے پاس اُن کے نقشہ موجود ہیں۔"

"بہت خوب۔ چلو لاسال ہر ایک منٹ قیمتی ہے شاید وہ اب بھی گرفتار ہو جائے۔"

دونوں دراز قد سپاہی جھونپڑی سے باہر نکل گئے۔ چلتے وقت اُنہوں نے میرے ہمراہی کو نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا اُنہوں نے سپاہیوں کو ایک مختصر سا حکم دیا جس کے ساتھ ہی سب آدمی کود کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ ایک لمحہ کے بعد سب روانہ ہو گئے۔ اور سنتے ہی سنتے سموں کی آوازیں مدھم پڑ گئیں۔ میرا طرفدار اور ساتھی جھونپڑی کے دروازہ کے پاس گیا اور جھانک کر دیکھنے لگا۔ وہاں سے ہٹ کر وہ میرے پاس آیا۔ اور حسب معمول خشک اور حقارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ مجھ کو سر سے پاؤں تک دیکھنے لگا۔

"تو اس دلچسپ ناٹک کا خاتمہ ہو گیا" اُس نے آخر کار کہا "اور تم میرا شکر گزار ہونا

چاہیئے کہ میں نے تم کو بآرام تماشائی بننے کا موقعہ دیا۔"

"میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ میری زبان اظہار تشکر یہ سے قاصر ہے۔"

مجھ سے یہ الفاظ بہ مشکل ادا ہو سکے کیونکہ میرے دل میں ممنونیت اور حقارت دونوں جذبات یکساں موجود تھے۔

میرے ہمراہی نے مجھ پر ایک عجیب طنز آمیز نظر ڈالی پھر کہا۔

"میرا شکریہ ادا کرنے کا موقعہ تم کو اس کے بعد ملے گا۔ اب چونکہ تم کنتے ہو یہاں تم محض ایک اجنبی ہو اور میں تمہارا ذمہ دار ہو گیا ہوں۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ میرے ساتھ چلو اور میں تم کو ایسی جگہ پہونچا دوں جہاں تم آرام اور اطمینان کے ساتھ سو سکو۔"

باب ۶۰

خفیہ راستہ

آگ بجھ گئی شعلے دب چکے تھے صرف چراغ کی مدھم روشنی پڑ رہی تھی لیکن میرے ساتھی نے اس کو بھی پھونک مار کر بجھا دیا۔ اس کے بعد ہم لوگ دس قدم چلے ہونگے کہ وہ منحوس جھونپڑی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ جھونپڑی جس میں مراجعت وطن کی تقریب میں میری عجیب و غریب تقدیم ہوئی تھی۔

ہوا اب دھیمی پڑ گئی تھی مگر سمندر کی طرف سے ہلکا ہلکا بادل بڑھتا آرہا تھا۔ اگر میں تنہا ہوتا تو اب بھی اتنا ہی بھٹکنا جتنا پہلی مرتبہ ساحل

فرانس پر اترنے کے وقت گو میرا ہمراہی کافی تیز چلا جا رہا تھا مگر اس کی رفتار
اس کی وانگیرت اور اس کے یقین کا پتہ دیتی تھی۔ معلوم ہوتا تھا وہ کسی ایسی
ہدایتوں کی مدد سے جا رہا ہے جو میری نظروں سے پوشیدہ تھیں۔ میں پانی
میں تر اور تھکا ماندہ گٹھڑی بغل میں دبائے چپ چاپ اس کے ساتھ
ساتھ تھا۔ گزشتہ واقعات کا خوفناک اثر میرے دل پر اب تک قائم تھا اور
میں انہی پر غور کرنے میں محو تھا۔

میری عمر بہت زیادہ نہ تھی تاہم میں نے اپنے بڑوں کو سیاسی معاملات
پر بحث کرتے سنا تھا جس سے فرانس کی حالت مجھ پر کافی روشن ہو چکی
تھی۔ مجھ کو معلوم تھا کہ نپولین کے حیرت انگیز اور تیز عروج نے جیکوبن اور انتہا
پسند طبقہ کے لوگوں کے ایک مختصر مگر خطرناک طبقہ کو اس کا جانی دشمن بنا رکھا
تھا۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ بجائے خود مختار بادشاہی دور ہونے کے وہی
بادشاہی پھر ایک شہنشاہی کی صورت میں نمایاں ہو گئی۔ واقعی اس طبقہ
کی مجنونانہ کوششوں کا یہ مضحکہ خیز اور قابل افسوس انجام تھا کہ بوربون بادشاہوں
کا تاج جس پر آٹھ نیلوفر کے پھول منقش تھے ترقی کر کے ایک اور پر شوکت
تاج کی شکل میں نپولین کے سر پر جلوہ افروز ہو گیا۔ غرض اتنا تھا کہ بجائے
گلہائے نیلوفر کے عقاب اور مکھی کی شکل طغرے امتیاز تھی۔ بوربون
خاندان کے ہوا خواہ بھی جن میں میری زندگی اب تک گزر رہی تھی اس سے
خوش نہ تھے۔ یہ سچ ہے کہ فرانس نے اپنی بدنظمی اور ابتری کو ایک
منظم اور باقاعدہ سلطنت میں تبدیل کر لیا تھا مگر وہ صورت ان
کے جذبات و روایات کے خلاف تھی۔ گو یہ دونوں جماعتیں اصولاً
مختلف اور ایک دوسرے کی دشمن تھیں لیکن نپولین کی دشمنی میں بالکل

متحد الخیال تھیں۔ ان دونوں جماعتوں کا خوفناک عزم یہ تھا کہ جیسے بھی
ہو سکے نپولین سے رستہ صاف ہونا چاہیئے۔ یہی وجہ تھی کہ آئے دن
سینکڑوں سازشیں کی جاتی تھیں جن کا مرکز عموماً انگلستان ہوتا تھا۔
یہی باعث تھا کہ فوشا اور ساواری جو شہنشاہ کی حفاظت جان کے
ذمہ دار تھے جاسوسوں اور مخبروں کی ایک کثیر تعداد ساحلی مقامات
پر تیار رکھتے تھے۔ یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ میری واپسی کا وقت ٹھیک
وہ تھا جبکہ ایک اور خون کا پیاسا سازشی خونریزی پر آمادہ ساحل فرانس
پر اترا اور مجھے موقعہ مل گیا کہ میں جاسوسوں کی کارروائیاں نیز ان
اسلحہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا جن سے ان حملوں کی مدافعت کی
جاتی تھی۔ میرے حواس ابتک صحیح حالت میں نہ تھے اور گذشتہ
واقعات پر نظر کرتے ہوئے یہ امر کچھ تعجب خیز بھی نہ تھا۔ دلدل میں
رستہ بھول جانا۔ جھونپڑی میں ازرہ اتفاق داخل ہوتا۔ کاغذات
کی جستجو۔ سازشیوں کے ہاتھوں گرفتاری اور وہ نہ بھولنے والی امید
و ناامیدی کی کیفیت جبکہ میری ٹھوڑی ٹوساک کے بھدے انگوٹھے
کی گرفت میں تھی۔ پھر آخر کے دل ہلا دینے والے مناظر کتے کا مارا جانا۔
لی سیج کی گرفتاری اور سپاہیوں کی آمد۔۔ یہ کچھ معمولی واقعات نہ تھے!
مگر اس وقت یہ خیال سب خیالات پر غالب تھا کہ اپنے خطرناک
ہمراہی سے میری وابستگی آخر کس قسم کی تھی۔ اس کی حرکتوں نے میرے
دل میں نفرت پیدا کر دی تھی۔ میں خود دیکھ چکا تھا کہ اس نے اپنے
ہمراہیوں کو کس حیلہ سازی اور مکاری سے اسیر دام کیا۔ اس کی بےرحم
فطرت کا اندازہ مجھ کو اس وقت خوب ہو گیا تھا جب [illegible]

ہوئے شکار پر پستول لے کر کھڑا تھا۔ تاہم اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ میں نے اپنے احمقانہ طرزِ عمل سے اپنے آپ کو ٹوساک کے بس میں ڈال دیا تھا۔ تو ٹوساک ایسے خطرناک شخص کی بھی پروانہ کرکے اُس نے میری جان بچائی تھی۔ اگر بجائے ایک کے وہ دو قیدی سپاہیوں کے حوالہ کر دیتا تو اُسے اپنے کارنامہ کو اور بھی زیادہ قابل فخر بنانے کا موقعہ ملتا۔ یہ سچ ہے کہ میں سازشی نہ تھا مگر اپنی برئت حاصل کرنا میرے لئے سخت مشکل ہو جاتا۔ یہ تمام باتیں اِس درجہ ایک دوسرے کے متضاد تھیں کہ مجھ سے رہا نہ گیا اور میں اچانک سوال کر بیٹھا۔

میرے سوال پر اُس نے خشک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

”تم بہت دلچسپ آدمی ہو موسیو ... موسیو .. میں بھول گیا کیا نام ہے تمہارا؟“

”ڈی لاول“، میں نے جواب دیا

”ہاں ٹھیک ہے۔ موسیو ڈی لاول تمہارے اندر شباب کی تیزی اور سادہ دلی بدرجہ اتم ہے۔ آتش دان میں کسی چیز کے دیکھنے کا شوق ہوا فوراً جسارت کی اور جھنی میں پہونچ گئے کسی بات کے پوچھنے کا شوق ہوا فوراً بلا سوچے سمجھے سوال کر دیا۔ میری زندگی ایسے لوگوں میں گذری ہے جو اپنے خیالات کی انتہائی رازداری کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ یہ نئی صحبت میرے لئے ایک تفریح ہے“

”خیر آپ کی غرض کچھ بھی ہو اِس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ نے میری جان بچائی ہے اس کا میں ہمیشہ ممنون رہونگا“

ایسے آدمی کا شکریہ ادا کرتا جس سے دل متنفر ہو غالباً دنیا میں

سب سے زیادہ مشکل کام ہے اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ ادھورے طریقہ پر دبی زبان سے شکریہ ادا کرنے پر اس کو میری سادہ لوحی کا پورا ثبوت مل گیا۔

"مجھے شکریوں کی ضرورت نہیں ہے" اس نے روکھے پن سے جواب دیا "تمہارا یہ خیال بالکل صحیح ہے کہ اگر تم میرے مقاصد کے لئے مفید نہ ہوتے تو میں مر جانے دیتا اور زبان نہ ہلاتا۔ تمہارا یہ خیال یقیناً صحیح ہے کہ اگر تم میرے ممنون نہ ہوتے تو غالباً اسی طریقہ سے مجھ سے ہاتھ تک ملانے سے انکار کر دیتے جس طرح اس متکبر کپتان لاسال نے کیا تھا۔ اس کا خیال ہے کہ میدان جنگ میں بادشاہ کی خدمت کرنا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنا ہی عزت ہے۔ مگر خطرناک آدمیوں سے ہیر و شکر ہو کر رہنا اس حالت میں کہ ذراسی غلطی موت کا باعث ہو جانے کا یقین ہو۔ ان متکبر پاک طینت شرفاء کے لئے ذلت ہے" پھر انتہائی غصہ میں اس نے کہا "مونہ! میدان جنگ میں ایک رسالہ کے حملوں کے وقت جس قدر لاسال نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا ہو گا۔ اس سے کہیں زیادہ خطرہ مجھ کو ہر وقت ڈوساک ایسے لوگوں سے لگا رہتا ہے۔ رہی خدمت شاہی تو شہنشاہ کے سارے سپہ سالاروں نے مل کر بھی اتنی اہم اور ضروری خدمات نہیں، دا کی میں جتنی ایک اکیلے میں نے کی ہیں۔ لیکن شاید تم کو اس معاملہ میں مجھ سے اختلاف ہو۔

اچھا کیوں موسیو... "

"دو ڈی لاوال"

"ہاں موسیو ڈی لاوال تعجب ہے کہ یہ نام میں اس قدر جلد جلد

کیوں بھول جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تم اس معاملہ میں کرنل لاسان سے متفق ہو گئے۔"

"میں اس معاملہ میں اظہار خیال پسند نہیں کرتا۔ ہاں اس قدر ضرور جانتا ہوں کہ آپ کی سفارش سے میری جان بچی ہے۔"

خدا جانے وہ اس کے آگے کیا جواب دیتا مگر اسی وقت ہم لوگوں نے دو پستولوں کے چھٹنے کی آواز سنی۔ چند منٹ تک ہم لوگ کھڑے رہے مگر فوراً ہی بالکل سناٹا ہو گیا۔

"وہ شاید تو آپ کو نظر آگیا۔ مجھے ڈر ہے وہ ان کے بس کا نہیں۔ وہ بڑا چالاک اور طاقتور ہے۔ معلوم نہیں تم اس کا کیا اثر لئے ہوئے ہو۔ میری تو یہ رائے ہے کہ ایسا خطرناک آدمی دور دور تک نہ ملے گا۔"

میں نے جواب دیا کہ میں ایسے آدمی کے قریب ہو کر گذرنے سے کان پکڑتا ہوں جب تک کہ پوری طرح مقابلہ کے لئے مسلح نہ ہوں۔

اس پر اس نے زور سے قہقہہ مارا جس سے پتہ چل گیا کہ اس معاملہ میں میرے اور اس کے خیالات بالکل ایک تھے۔

"مگر یہ ضرور ہے کہ وہ بہت ایماندار آدمی ہے اور یہی بات ہے جو آج کل کمیاب ہے۔" میرے ساتھی نے کہا "وہ ان لوگوں میں سے ہے جنھوں نے ابتدائے جمہوریت میں سادہ مزاجوں کی طرح پوری گرمجوشی اور اپنی فطرت کی پوری قوت کے ساتھ اس کے اصولوں کو ایمان اور عقیدہ کی طرح دل میں جگہ دی۔ مصنف اور لکچرار جو کچھ بھی کہتے وہ اس کو صحیح سمجھتا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ تھوڑے سے فساد تھوڑے سے قتل و خون کے بعد فرانس سنبھل جائے گا۔

اور امن و امان اور راحت کا مرکز ہوگا۔ سینکڑوں سروں میں یہ سودا پیدا
ہوا جو اب تقریباً سب جلاد کی ٹوکریوں میں پڑے ہیں۔ ٹوساک اپنے
اعتقادات کا پابند تھا اور جب اُس نے دیکھا کہ بجائے امن کے
جنگ۔ بجائے آسائش اور فراغت کے پیس ڈالنے والی غریبی اور
بجائے مساوات اور جمہوریت کے خود مختارانہ بادشاہت قائم ہوئی
تو اس کا جوش مجنونانہ اشتعال میں بدل گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب
وہ امن و امان کا خطرناک دشمن ہے۔ اب اُس کا صرف ایک کام ہے
اور وہ یہ کہ اپنی غیر معمولی قوت کو اُن لوگوں کے برباد کرنے میں صرف کر
دے جن کی وجہ سے اُس کا منتہائے خیال اور اُس کی زرّیں توقعات
خاک میں مل گئی ہیں۔ وہ نڈر، ثابت قدم اور راسخ العزم ہے مجھ کو
یقین کامل ہے کہ آج جو کچھ میں نے کیا۔ اُس کے بدلہ میں وہ میری جان
لے کر چھوڑیگا!!"

یہ آخری جملہ میرے ساتھی نے نہایت معمولی لہجہ میں کہا تھا
اُس وقت مجھ کو اندازہ ہوا کہ واقعی لاسال کی طرح جنگ میں شرکت
کے لئے اس قدر جرأت کی ضرورت نہ تھی جتنی اس حقیر اور قابل نفرت
جاسوسی کے پیشہ میں۔ تھوڑی دیر تک [illegible] پھر اُس نے اس طرح سے
گفتگو کرنا شروع کیا۔ گویا اپنے آپ سے [illegible] رہا ہے
"افسوس موقعہ تھوڑے سے لئے [illegible] تھا جس وقت وہ
مجھ سے کشمکش کر رہا تھا اُسی وقت اس کو پستول کی گولی کا نشانہ
بنا دیتا لیکن اگر وہ مرتا نہیں اور محض زخمی ہو کر رہ جاتا تو پھر اس
میں شک نہیں کہ میری بوٹیاں اُڑا دیتا پس بہت ممکن ہے یہی

اچھا ہوا کہ میں نے اُس پر گولی نہ چلائی"۔

نرم دلدل اب پیچھے رہ گئی تھی۔ اور میرے پیر محسوس کرنے لگے کہ اب ہم ذرا سخت زمین پر چل رہے تھے۔ رستہ کے نشیب و فراز سے پتہ چلتا تھا کہ ہم چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں جا رہے ہیں۔ تاریکی بہت زیادہ تھی تاہم میرا ساتھی نہایت اطمینان کے ساتھ چل رہا تھا۔ اُس نے کبھی کسی مقام پر ایک لمحہ کے لئے بھی تامل کا اظہار نہیں کیا اور شروع سے آخر تک وہی تیز رفتار قائم رکھی جس کی وجہ سے میرے تھکے ہوئے پژمردہ اعضا میں دوران خون پیدا ہو کر نئے سرے سے چستی پیدا ہو گئی۔ میں جب فرانس چھوڑ کر بھاگا اور تو اس درجہ کم عمر تھا کہ اگر دن ہوتا تو بھی اس مقام کو نہ پہچانتا۔ اس تاریکی میں اور اس اختلال حواس کی کیفیت میں یہ سمجھ میں آنا کہ میں کہاں تھا اور کہاں جا رہا تھا بالکل ہی غیر ممکن تھا۔ ایک قسم کی بے پروائی مزاج میں پیدا تھی اور میں بلا انجام سوچے بغیر ٹھہرے چلا جا رہا تھا۔ اگر کوئی فکر تھی تو محض اتنی کہ کسی جائے پناہ میں پہونچکر تھوڑا سا آرام اور سکون حاصل کر سکوں۔

یاد نہیں یہ سفر کتنا عرصہ قائم رہا۔ ہاں اتنا خیال ضرور ہے کہ میں نیم بیداری کے عالم میں اپنے ہمرہی کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا اور اُس وقت چونکا جب وہ ایک دم چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اب مینھ تھم گیا تھا اور گو چاند بادلوں سے آنکھ مچولی کر رہا تھا تاہم آسمان صاف ہو چلا تھا اور چاروں طرف کچھ کچھ فاصلہ تک کی چیزیں نظر آنے لگی تھیں۔ ہمارے سامنے ایک زمیں دوز بڑا سا دالان تھا جس کو میں

غور سے دیکھ کر پہچان گیا کہ کھریا مٹی کی کان ہے جو عرصے سے بیکار پڑی ہے کیونکہ اس کے چاروں طرف جھاڑ جھنکاڑ اُگے ہوئے تھے۔ میرے ہمراہی نے چو طرفہ چوروں کی طرح نظر ڈال کر دیکھا کہ کوئی پیچھا تو نہیں کر رہا۔ اور جب اطمینان ہو گیا تو سیدھا ایک راستہ پر ہو لیا، یہاں تک کہ کھریا کی دیوار تک پہونچ گیا۔ کچھ دور تک ہم لوگ ان جھاڑیوں کے اور دیوار کے بیچ میں دبکے ہوئے چلے گئے اور آخرکار ایسے موقعہ پر پہونچے جہاں سے آگے جانے کا کوئی رستہ نہ تھا۔

اس وقت میرے ہمراہی نے مڑ کر مجھ سے پوچھا "کیا تمہیں پیچھے کوئی روشنی دکھائی دیتی ہے؟"

میں نے گھوم کر نہایت غور سے دیکھا مگر کچھ نہ دکھائی دیا۔

"تو پھر کوئی پرواہ نہیں" اُس نے پھر کہا "تم آگے بڑھو۔ میں تمہارے پیچھے پیچھے ہوں۔"

جتنی دیر میں میں مڑ کر اُس کے کہنے کے مطابق روشنی دیکھ رہا تھا اُس نے خدا جانے کس ترکیب سے اُس جھنکاڑ کو علیحدہ کر دیا جس کی وجہ سے راستہ مسدود تھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو سفیدی پتی ہوئی دیوار میں ایک تاریک مربع شگاف نظر آیا اور اُس نے کہا۔

"راستہ اس طرف چھوٹا ضرور ہے مگر آگے بڑھ کر اونچا کھلا ہے۔"

مجھ کو ایک لمحہ تامل ہوا۔ نہ جانے یہ عجیب آدمی مجھ کو کہاں لئے جا رہا تھا۔ کیا وہ وحشی درندوں کے غار میں رہتا تھا یا مجھ کو کسی جال میں پھانس رہا تھا۔

چاند اس وقت ابر کے ٹکڑوں سے نکل کر نہایت صاف و

شفاف چمک رہا تھا اور اس کی سفید جگمگاتی روشنی میں یہ تاریک سنسان غار بڑا ہی غیر خوش آیند اور بھیانک معلوم ہوتا تھا۔

میرا تامل دیکھ کر میرے ہمراہی نے کہا "تم اتنی دور آ چکے ہو کہ مڑ کر جانا غیر ممکن ہے۔ یا مجھ پر بھروسہ رکھو، یا بالکل اعتماد نہ کرو۔"

بے بسی کے لہجہ میں میں نے کہا "میں آپ کے بس میں ہوں۔"

"اچھا تو اس میں داخل ہو میں پیچھے پیچھے آتا ہوں۔"

میں جانوروں کی طرح اس تنگ راستہ میں رینگ کر داخل ہوا راستہ اتنا تنگ تھا کہ میں مجبوراً گھٹنوں کے بل چل رہا تھا۔ میرا ہمراہی ابھی تک مقام داخلہ پر ٹھہرا ہوا تھا پتیوں کی کھڑکھڑاہٹ اور ٹوٹنے کی آواز میرے کانوں میں آئی اور اندھیرا ہو گیا۔ میں نے گھٹنوں کے رگڑنے کی آواز سنی اور سمجھ گیا کہ میرا ساتھی بھی آ رہا ہے۔

قریب پہونچکر اس نے کہا "چلے چلو آگے ایک سیڑھی آئے گی وہاں گنجائش زیادہ ہوگی اور ہم روشنی کا انتظام بھی کر لیں گے۔"

چھت اس قدر نیچی تھی کہ ذرا اٹھنے سے بھی ٹکر لگتی تھی۔ میری کہنیاں بھی دونوں جانب رگڑتی جاتی تھیں۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں بمقابلہ اب کے بہت دبلا اور پھرتیلا تھا اس لئے چلنے میں کوئی دقت نہ ہوتی تھی میں بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ میرے ہاتھوں نے تقریباً ڈیڑھ سو قدم چلنے کے بعد ایک نشیب محسوس کیا۔ میں نیچے اترا اور ہوا کے زیادہ صاف اور تازہ ہونے سے پتہ چل گیا کہ اب ہم کسی وسیع مقام پر پہونچ گئے ہیں۔ میں نے اپنے ہمراہی کو دیا سلائی رگڑتے سنا اور تھوڑے ہی عرصہ میں دیکھا کہ روشنی ہو گئی۔

روشنی میں پہلی چیز جو نظر آئی وہ میرے ہمراہی کا دبلا اور سخت سا چہرہ تھا جو اس وقت بالکل مُردہ کی صورت معلوم ہو رہا تھا۔ چہرہ اُس وقت بھی برابر مچھلی کے گلپھڑوں کی طرح متحرک تھا۔ روشنی اُس کے چہرہ پر اس وقت پوری پڑ رہی تھی۔ اور محیط تاریکی میں صرف اُس کے چہرہ کے گرد روشنی کا ہالہ عجیب منظر پیش کرتا تھا۔ اب اُس نے بتی آگے بڑھائی تاکہ راستہ دونوں کو صاف نظر آنے لگے۔

معلوم ہُوا کہ ہم لوگ ایک زیر زمین سرنگ میں جا رہے تھے۔ سرنگ اتنی اونچی تھی کہ ہم لوگ آسانی سے کھڑے ہو سکتے تھے۔ پتھر کے نشانات قدامت کا پتہ دیتے تھے جس مقام پر اب ہم تھے وہاں چھت گری ہوئی تھی جس کی وجہ سے راستہ رک گیا تھا۔ اسی وجہ سے یہاں سے پتھر کاٹ کر ایک اور پتلا سا راستہ تیار کر لیا گیا تھا۔ یہ راستہ حال ہی کا تیار کردہ تھا کیونکہ ابھی تک اُس زمانہ کے پرانے بیلچے اور ہتھوڑے کے اوزار موجود تھے۔ میرا ہمراہی اب بتی لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ میں قدم بقدم ساتھ تھا۔ راستے میں ہم لوگ بڑے بڑے پتھروں سے ہو کر گزر رہے تھے جن سے راستہ بند ہوا تھا۔

میرے ہمراہی نے مڑ کر دیکھا۔ انہوں نے کہا "کیوں تم نے انگلستان میں بھی کبھی ایسی چیز دیکھی تھی"

میں نے نفی میں جواب دیا۔

میرے ساتھی نے کہا "وہ تدبیریں اور احتیاطیں جو بے اطمینانی اور بدامنی کے باعث ابتدائے تمدن میں لوگ اختیار کرتے تھے، اب چونکہ پھر وہی بدامنی کا زمانہ آگیا ہے نہایت کارآمد ثابت ہو رہی ہیں"

میں نے دریافت کیا اس راستہ سے ہم لوگ کہاں پہنچیں گے۔

اُس نے جواب دیا "اس مقام پر"

اور یہ کہکر ایک پرانے چوبی دروازہ کے سامنے ٹھہر گیا جو لوہے کے پتروں سے جوڑکر مضبوط کیا گیا تھا۔

کچھ دیر تک وہ ان پتروں کو ٹٹولتا رہا اور پھر نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے جسم کو میرے اور دروازہ کے درمیان حائل کر کے تاکہ میں کچھ دیکھ نہ سکوں کھڑا ہو گیا۔ تیزی سے کھٹکے کے ہٹنے کی آواز سنائی دی اور دروازہ اپنی چولوں پر گھوم گیا۔

دروازہ کے اُس جانب ایک پرانے زمانہ کے ہاتھوں برباد کیا ہوا راستہ تھا۔ اُس نے مجھ کو اشارہ کیا اور جب میں بڑھا تو میرے پیچھے دروازہ بند کر دیا۔ زینہ کے ختم پر ایک اور چوبی دروازہ تھا جس کو اُس نے اسی ترکیب سے کھولا۔

اس سرنگ میں آنے سے پیشتر ہی واقعات نے مجھکو بدحواس کر رکھا تھا۔ ان واقعات کو دیکھ کر میں اور بھی گھبرا گیا میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنا شروع کیا کہ کیا میں نوجوان ٹوئی ڈریولا ہوں جو کچھ عرصہ ہوا آکسفورڈ کینٹ کا ساکن تھا یا کسی افسانہ کا ہیرو کہانی سے نکلی ہوئی محرابیں اور بڑے بڑے لوہے سے جڑے ہوئے دروازوں سے معلوم ہوتا تھا کہ میں عالم خواب میں ہوں لیکن جب بتی پر، اپنی مٹھی کی حرارت اور مختصر انگیٹھی پر نظر پڑتی تو یقین ہو جاتا کہ بیداری ہے۔ مگر ان سب سے زیادہ میرے ہمراہی کی تیز روی پھرتی اور اکثر اوقات درشت لہجہ میں گفتگو یہ باتیں ظاہر کرتی تھیں کہ میں جیتا جاگتا ہوں۔ اور یہ اسی مادی دنیا کے واقعات ہیں۔

اس دروازہ کو بھی وہ کھولے کھڑا رہا۔ اور جب میں داخل ہوا

تو اس نے بند کر دیا۔

اب ہم نے اپنے آپ کو ایک محراب دار مقام میں پایا جس کا فرش پتھر کا تھا اور جس کے آخری سرے پر مدھم چراغ جل رہا تھا۔ یہاں دو آہنی سلاخوں کی کھڑکیاں تھیں۔ جن سے پتہ چلتا تھا کہ اب ہم لوگ سطح زمین کے اوپر ہیں۔ ہم لوگ اس مقام سے گذرے اور چند اندر راستوں سے ہوتے ہوئے پھر ایک زینہ تک پہونچے جس کے سرے پر ایک کھلا ہوا دروازہ تھا۔ یہاں سے ایک مختصر مگر آرام دہ کمرہ کو راستہ گیا تھا۔

اب اس نے مجھکو مخاطب کر کے کہا "مجھے امید ہے کہ آج رات یہ کمرہ تمہاری ضروریات کو کافی ہوگا"

مجھکو اس سے زیادہ کی حاجت ہی کیا تھی کہ اپنے آپکو اس برف کی طرح صاف چادر پر گرا دوں مگر پھر شوق جستجو کان پر غالب آگیا اور میں نے کہا۔

"صاحب میں آپ کا بہت ممنون ہوں۔ مگر خدا کے لئے ایک عنایت اور کیجئے۔ مجھے بتا دیجئے میں کہاں ہوں گے"

"تم میرے مکان میں ہو۔ آج رات کیلئے یہ اطلاع کافی ہے۔ صبح ہم لوگ اس معاملہ پر مزید گفتگو کریں گے"

اس نے یہ کہکر ایک چھوٹی سی گھنٹی بجائی جس کے جواب میں ایک لمبا تڑنگا گنوار نوکر دوڑتا ہوا آیا۔

"تمہاری مالکہ آرام کے لئے جا چکیں؟"

"جی حضور کوئی دو گھنٹہ ہوئے"

"لوئی میں اب صبح خود تم کو لینے آؤنگا"

یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کر دیا اس آہٹ کی صدائے انگشت ابھی گونج رہی تھی اور قدموں کی آہٹ کانوں میں آ رہی تھی کہ میں اس گہری نیند میں پڑ گیا جو شباب اور تکان کا حصہ مانی گئی ہے۔

جلد اوّل ختم ہوئی

جلد دوم

خطرناک کنارہ

باب ۱

بڑھتے ہوئے اسرار

میرا بڈھا رفیق اپنے قول کا پکا ثابت ہوا۔ صبح میری آنکھ ایک آواز سے کھلی تو میں نے اس کو اپنے پلنگ کے قریب کھڑے دیکھا۔ اب اس کے چہرہ پر ایسا اطمینان اور لباس میں ایسی سادگی تھی کہ مشکل یقین آسکتا تھا۔ یہ وہی آدمی ہے جس نے گذشتہ سنسنی پیدا کرنے والے واقعات میں اس قدر قابل نفرت حصہ لیا تھا۔ صبح صادق کی روشنی میں وہ شکل و صورت سے کوئی مدرس نظر آتا تھا۔ اور یہ خیال اس وقت اور بھی مستحکم ہو گیا جب اس نے مجھ پر تحکمانہ مگر عنایت آمیز تبسم کے ساتھ نظر ڈالی۔ لیکن باوجود اس تبسم کے میں نے محسوس کیا کہ میری روح اس کی نفرت سے لبریز تھی صاف۔ معلوم ہوتا تھا کہ جب تک میرا اور اس کا یہ مجبوری کا ساتھ ختم نہ ہوگا مجھ کو چین نہ آئے گا

میرے میزبان کے ایک ہاتھ پر بہت سے کپڑے لٹکے ہوئے تھے جن کو پلنگ کے نزدیک ایک کرسی پر رکھ کر اس نے کہا۔

"تم سے جو مختصر گفتگو ہوئی تھی اس سے میں سمجھ گیا تھا کہ تمہارے پاس پوشاک کی کمی ہے۔ میرے خاندان میں جس قدر لوگ ہیں سب

کا ناپ تم سے زیادہ ہے تاہم ان کپڑوں میں شاید کچھ ایسے ہوں جو
تمہارے جسم پر ٹھیک آجائیں۔ میں استرہ۔ صابن اور پوڈر کا بکس بھی لیتا
آیا ہوں۔ فی الحال میں جاتا ہوں آدھ گھنٹہ کے بعد واپس آؤنگا۔ اس
وقت تک تم یقیناً تیار ہو جاؤ گے،،
یہ کہہ کر وہ چل دیا۔ تھوڑا برش کرنے سے میرے اپنے کپڑے بالکل
ٹھیک ہو گئے۔ اس لئے اپنے میزبان کے لائے ہوئے کپڑوں
میں سے میں نے صرف ایک قمیض اور کالی ساٹن کا کالر لے لیا۔ کپڑے
پہن کر میں کھڑکی سے جھانک رہا تھا کہ وہ پھر داخل ہوا۔ اب اس نے
مجھ پر غائر نظر ڈالی اور غالباً اس سے مطمئن ہو گیا۔
سر کو ذرا سی جنبش دیکر اس نے کہا وہ بالکل ٹھیک۔ آجکل کے زمانہ
میں یہی فیشن ہے کہ کپڑوں پر سفر یا محنت کی ہلکی علامات ہوں۔ میں نے
عورتوں کو کہتے سُنا ہے کہ یہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ خیر اب تم میرے
پیچھے پیچھے آؤ،،
مجھ کو تعجب ہوا کہ اس کو میری پوشاک کا اس قدر دھیان کیوں ہے
مگر اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز واقعہ اور پیش آیا۔ جب میں ایک راستہ
سے گذر کر بڑے کمرہ میں داخل ہوا تو خواہ مخواہ دل نے گواہی دی کہ میں
اس کمرہ میں اس سے پیشتر کبھی آچکا ہوں۔ اور اب جو نظر اُٹھا کر دیکھا
تو سامنے والد مرحوم کی قد آدم تصویر دیوار پر آویزاں ہے!
میں تعجب سے ہکا بکا رہ گیا۔ اور اپنے ہمراہی کی طرف مڑ کر
دیکھنے لگا جس کی سرد بھوری آنکھیں میری طرف لگی ہوئی تھیں اور
چہرہ پر ظریفانہ تبسم تھا۔

کہنے لگا "موسیو ڈی لا ول تم کچھ عجب معلوم ہوتے ہو... کیا بات ہے؟"

"خدا کے لئے اب اس مذاق کو ختم کیجئے"، میں نے جواب میں کہا "تاکہ یہ فرمائیے آپ کون ہیں اور مجھے کہاں لائے ہیں؟"

اسکے جواب میں اس نے ایک خشک قہقہہ مارا اور اپنے دُبلے بھورے ہاتھوں سے میری کلائی پکڑ کر مجھ کو ایک بڑے سے کمرہ میں لے گیا۔ اس کمرہ کے وسط میں نہایت سلیقہ کے ساتھ ایک میز رکھی ہوئی تھی جس کے دوسری جانب ایک نوجوان لڑکی کتاب ہاتھ میں لئے بیٹھی تھی۔ ہم کو آتا..... دیکھ کر وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ کشیدہ قامت اور نازک اندام تھی، چہرہ کی رنگت سلونی خط و خال نمایاں تھے۔ اور اس کی آنکھوں میں غیر معمولی آب و تاب تھی۔ صرف ایک نگاہ سے مجھ کو اندازہ ہو گیا کہ اس کے دل میں میری طرف سے دوستانہ خیالات نہ تھے۔

میرے میزبان نے اس کو سبل کہکر مخاطب کیا اور میری سانس اوپر کی اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ جب بڈھے نے لڑکی سے کہا۔

"سبل یہ تمہارا ماموں زاد بھائی لوئی ڈی لا ول انگلستان سے آیا ہے۔ میرے پیارے بھانجے یہ میری اکلوتی بیٹی سبل برناک ہے۔"

"تو کیا آپ..."

"میں تمہاری ماں کا بھائی چارلس برناک ہوں"

"آپ میرے ماموں برناک ہیں؟" میں نے احمقانہ اس کے منہ کو تکتے ہوئے کہا "آپ نے پہلے سے کیوں نہ بتایا؟"

اس نے کہا "میں اس حسنِ اتفاق سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ یا اگر اور خاموشی کے ساتھ اس کا اندازہ کروں کہ انگریزی

تعلیم نے میرے بھانجے پر کیا اثر پیدا کیا ہے۔ علاوہ بریں تمہاری طرفداری اور ہمدردی میرے لئے سخت مشکل ہو جاتی اگر اُن لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ تم کو مجھ سے ذاتی تعلق ہے۔ مگر اب میں تم کو فرانس آنے پر دلی خلوص کے ساتھ خوش آمدید کہتا ہوں اور اس بات کے لئے اظہارِ افسوس کرتا ہوں کہ ابتدا میں تمہارے ساتھ کچھ شایستہ سلوک نہیں ہوا۔ مجھ کو یقین ہے کہ سہل میرے ساتھ مل کر اس کا نعم البدل کر دیگی۔"

اب میں نے چاروں طرف کمرہ میں نظر دوڑائی اور آہستہ آہستہ ان مقامات کو دیکھا جن میں بارہ سنگوں کے سروں سے آرائش کی گئی تھی۔ مجھ کو رفتہ رفتہ یاد آ گیا یہ وہی کمرہ ہے جیسمیں میں نے اپنا بچپن گذارا تھا۔ کھڑکی کے سامنے وہی میدان تھا جس میں دُور تک شاہ بلوط کی قطاریں چلی گئی تھیں۔ فاصلہ پر سمندر لہریں لیتا نظر آتا تھا۔ یہ سب میرا حافظہ بتا نے لگا کہ دیکھے ہوئے مناظر ہیں۔ بے شک اب مجھ کو یقین ہو گیا کہ میں اپنے ہی قلعہ گرد بائیں میں تھا اور وہ خطرناک آدمی اور منحوس سازشی .... قتل و خون کے عادی لوگ جس کے ہم رکاب رہتے تھے وہی تھا جس کو میرا باپ کثر بد دعائیں دیا کرتا تھا اور جس نے اُس مرحوم کو اُس کی جائز جائداد سے نکال کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

ساتھ ہی یہ بھی خیال آیا کہ یہ وہی آدمی ہے جس نے کچھ خطرہ برداشت کر کے میری جان بچائی تھی پھر ایک بار میرے دل میں نفرت اور شکر گذاری کے جذبات میں کشمکش شروع ہو گئی۔

اتنے میں ہم لوگ میز کے گرد بیٹھ گئے تھے۔ کھانا کھاتے جاتے تھے اور ماموں اُن معاملات کو سمجھاتا جاتا تھا جن کے سمجھنے سے

خود میری عقل قاصر تھی۔

اُس نے کہا "مجھکو پہلی ہی نگاہ میں شبہ ہُوا تھا کہ تم لاول ہو۔ مجھے تمہارے والد مرحوم کا شباب یاد ہے اور تم ہو بہو اسکی تصویر ہو۔ جہاں کہیں خفیف سا فرق ہے ... خوشامد نہ سمجھنا۔ اُس سے کچھ تمہارے حُسن میں اضافہ ہی ہُوا ہے گویہ مشہور تھا کہ شہر روبلس سے لے کر ساحلی مقامات تک تمہارے باپ کے مقابلہ کا دوسرا جوان رعنا نہ تھا۔ مجھ کو یہ خیال رکھنا کہ میں تمہارا منتظر تھا پھر اور ایسا نہ شکل و صورت کا آدمی اس ساحلی مقام پر اور کون ہو سکتا تھا۔ مجھ کو تعجب تھا کہ تم گردبانی پہنچ کر بھی قلعہ نہ پہچان سکے۔ کیا تم نے کبھی گردبائی کے خفیہ راستوں کا ذکر نہ سُنا تھا؟"

"مجھ کو خیال ہے کہ اپنے لڑکپن میں اس زمین دوز راستہ کا ذکر سُنا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی سُنا تھا کہ ایک مقام پر چھت گر جانے سے آمدورفت مسدود ہو گئی ہے۔"

"ٹھیک ہے" میرے ماموں نے کہا "جب قلعہ میرے قبضہ میں آیا تو سب سے پہلا کام جو میں نے کیا وہ اس راستہ کی صفائی تھی سبب مجھے خیال تھا کہ اس خطرناک زمانہ میں وہ کبھی نہ کبھی میرے کام آئے گا۔ اگر وہ ویسے مرمتی کی حالت میں نہ ہوتا تو فرار کے وقت تمہارے والدین کو بہت سہولت ہوتی۔"

اِن الفاظ کو سُن کر مجھ کو وہ خوفناک زمانہ یاد آگیا جب کہ جائداد کے مالک اس طریقہ سے بھگائے جاتے تھے گویا کشتی پر سوار ہو گئے تھے تاہم ساحل پر ایک فتنہ برپا رہا تھا۔ مجھ کو یاد آگیا یہ وہی شخص ہے جذبات کو مشتعل کیا تھا۔ اور ہماری بربادیوں پر

تعمیر قائم کی تھی۔ جب میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو اس کی بھوری آنکھیں میرے چہرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ اور روح میں پیوست ہو کر میرے خیالات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ میں سمجھ گیا کہ میرے دلی خیالات اُس پر آئینہ تھے۔

"چلو اچھا جو ہونا تھا ہوا" آخر اُس نے کہا "یہ گذشتہ دور کے عناد ہیں اور تم اور سیل دورِ موجودہ کے نمائندہ ہو"

میری بہن کے منہ سے ابتک ایک لفظ بھی نہ نکلا تھا معلوم ہوتا تھا اس کو میرے وجود کا علم ہی نہیں لیکن جب.... ماموں نے میرا اور اس کا نام ایک ساتھ لیا تو اُس نے زہر آلود نگاہوں سے میری طرف دیکھ کر کہا "قبلہ ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ کیا وہ تمہاری تصویر کمرہ میں آویزاں ہے۔ کیا یہ تمہارے اسلحہ اور ظفر ایک امتیازی ہیں جن کو میں دیواروں پر نصب دیکھتی ہوں۔ قلعہ اور زمین بے شک ہمارے قبضہ میں ہے۔ مگر یہ اطمینان تو لاول کے وارث کو ہونا چاہیئے کہ وہ موجودہ صورتِ حال سے مطمئن ہے یہ کہتے ہو۔" اُس نے مجھکو اپنی سیاہ حقارت آمیز آنکھوں سے دیکھا اور جواب کی منتظر رہی۔ مگر اُس کے باپ نے قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دے سکتا دخل در معقولات کر کے سختی کے لہجہ میں کہا۔

"اپنے بھائی سے اس لہجہ میں گفتگو کرنا فرائض میزبانی کے خلاف ہے یہ اتفاق ہے کہ ہم لوگ اس کی چیز کے مالک ہیں مگر اس کے ذکر کی کیا ضرورت ہے"

"سچ ہے" سیل نے جواب دیا "ذکر کی کیا حاجت وہ خود ہی گئے بھولے ہو گئے"

لڑکی کے معاندانہ رویہ اور اس کی طنز آمیز گفتگو سے میری طبیعت میں بھی اشتعال پیدا ہوا اور میں نے کسی قدر اونچی آواز سے کہا "بہن تم میرے ساتھ ناانصافی کر رہی ہو۔ یہ سچ ہے کہ میں اس امر کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ یہ قلعہ اور زمین میرے بزرگوں کی ہے۔ اگر یہ بھول جاؤں تو میں انسان نہیں سنگ و خشت ہوں۔ لیکن اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں اس کے موجودہ مالکوں سے دشمنی یا نفرت رکھتا ہوں تو تم غلطی پر ہو۔ میں اس سے زیادہ اور کوئی ہوس نہیں رکھتا کہ تلوار کے ذریعہ سے پھر ترقی اور عروج حاصل کروں۔"

"بے شک تلوار کے ذریعہ سے شاندار ترقی کرنا آجکل بہت ممکن ہے" میرے ملنے والی نے کہا۔ "ملک کی تاریخ میں اس کے لئے اس سے بہتر موقع کبھی نہ تھا۔ دنیا میں بڑی بڑی باتیں رونما ہونے والی ہیں۔ اور اگر تم شاہنشاہ کے دربار میں موجود ہوتے تو ان سب میں شریک ہو سکتے۔ کیا میرا خیال درست ہے کہ تم اس کی خدمت کے لئے تیار ہو؟"

"میں شاہنشاہ کی خدمت کے لئے تیار ہوں" میں نے جواب دیا "شہنشاہ کی خدمت اپنے ملک کی خدمت ہے کیونکہ بغیر اس کے ملک پھر ابتری اور بدنظمی کا شکار ہو جائے گا۔"

"لیکن جہاں تک میں نے سنا ہے اس کی خدمت بچوں کا کھیل نہیں" سبیل نے کہا "تم انگلستان ہی میں زیادہ آرام سے رہتے۔ اور پھر وہاں تمہاری جان بھی محفوظ رہتی۔"

اس لڑکی کی زبان سے جو لفظ نکلتا اس سے میری توہین اور تحقیر ٹپکتی تھی۔ حالانکہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ میری کس بات سے اس کو شکایت یا

ناراضگی کا موقعہ ملا ہے مجھکو کسی عورت سے اسقدر جلد اور اتنی نفرت کبھی نہ پیدا ہوئی تھی جتنی اس سے۔ میں نے محسوس کیا کہ اُس کی باتیں مجھی کو نہیں بلکہ اُس کے باپ کو بھی ناگوار تھیں۔ وہ غضب آلود نگاہوں سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔ اور آخر کار غصہ میں بھر کر بولا۔

"تمہارا بھائی مرد ہے ۔۔۔ میں ایک ایسے شخص کو بھی جانتا ہوں جس کے متعلق یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا"۔

"وہ کون ؟"

"نام لینے کی کیا ضرورت" یہ کہہ کر وہ بہ عجلت تمام کمرہ سے نکل گیا۔ اس کو خیال تھا کہ کہیں غصہ میں اُس کے منہ سے خلاف مصلحت باتیں نہ نکل جائیں۔

باپ کے اس جملہ سے لڑکی پریشان ہو گئی اور اُٹھ کر اُس کے پیچھے بڑھی مگر پھر سر کو جنبش دیکر اور قہقہہ مار کر خاموش ہو گئی گویا اُس کے باپ کی یہ باتیں ناقابل اعتنا تھیں۔

تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میرا خیال ہے تمہاری اور تمہارے ماموں کی یہ پہلی ملاقات ہے"۔

میں نے اس کا جواب محض اثبات میں دیا۔

اُس نے پھر سوال کیا "اچھا اس ملاقات کے بعد تم نے اُس کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے ؟"

اس سوال کو سن کر مجھ کو ماموں سے اور بھی زیادہ نفرت ہو گئی۔ جس کا اپنا گوشت پوست اُس سے متنفر ہو بھلا اُس کی بدکاری اور نالائقی کی انتہا کیا۔

میں نے جواب میں کچھ پس وپیش کیا جس پر اُس نے فوراً کہا "تمہاری خاموشی ہی میرے سوال کا بہترین جواب ہے۔ خدا جانے کل رات تم دونوں کیونکر اور کس جگہ ملے اور کیا واقعات پیش آئے۔ مجھ کو تو اس کا علم نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہم باپ بیٹی میں بدرجہ انتہا رازداری برتی جاتی ہے۔ تاہم میرا خیال ہے کہ تم نے اُس کے متعلق صحیح رائے قائم کی ہے تم کو اس کا خط تو ملا ہوگا جس میں اُس نے تم کو بلایا تھا"

میں نے کہا "ہاں مجھ کو وہ خط ملا تھا"

"تو کیا تم نے اس کا لفافہ نہیں دیکھا تھا"

اب مجھ کو اُن الفاظ کا خیال آیا جنہوں نے مجھکو اس قدر چکر میں ڈالا تھا۔

"کیا وہ الفاظ تمہارے لکھے ہوئے تھے؟"

"ہاں۔ اور کوئی ترکیب ہی اطلاع دینے کی نہ تھی"

"کیوں آخر کیا وجہ"

"محض یہ کہ میں تمہارا یہاں آنا پسند نہ کرتی تھی"

"کیا تم کو وہم تھا کہ میں تمہارے نقصان کا باعث ہونگا"

کچھ دیر وہ خاموش بیٹھی رہی گویا اظہار خیال میں تامل تھا مگر جب اُس نے جواب دیا تو ایسا جس کی مجھ کو کبھی توقع ہی نہ ہو سکتی تھی۔

"نہیں مجھ کو خوف تھا کہ تم کو نقصان پہنچ جائیگا"

"کیا تمہارا خیال ہے کہ میں یہاں خطرہ میں ہوں"

"خیال نہیں مجھ کو اس کا یقین ہے"

"کیا تمہاری صلاح ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں"

"ہاں فوراً"

"خطرہ آخر کس سے ہے؟" -

اُس نے پھر قدرے تامل کیا مگر بالآخر نہایت بے پروائی سے سر کو جنبش دیکر گویا حزم و احتیاط کو خیرباد کہہ کر کہنے لگی "میرے باپ سے"

"مگر وہ مجھکو نقصان کیوں پہنچانے لگا"

"یہ تم خود اپنی ذہانت سے دریافت کر لو"

تھوڑی دیر چپ رہ کر میں نے کہا "تمہاری یہ غلطی ہے۔ اُس نے کل ہی کوشش کر کے اور بیچ میں پڑ کے میری جان بچائی تھی۔"

"تمہاری جان بچائی تھی کس سے؟"

"اُن سازشیوں سے جن کے راز میں نے اتفاقیہ دریافت کر لئے تھے"

"کیا سازشی؟" یہ کہہ کر اُس نے مجھ کو تعجب سے دیکھا۔

میں نے جواب دیا "ہاں سازشی اور اگر تمہارے والد بیچ میں نہ پڑتے تو میں آج زندہ نہ ہوتا"

"اُس کی مصلحت ابھی یہی ہے کہ کچھ عرصہ تک تم کو نقصان نہ پہونچے" لڑکی نے جواب دیا "اس کی یہی مصلحت ہے کہ تم قلعہ گرو بانی میں رہو۔ میں نے تم سے نہایت صاف گوئی سے کام لیا ہے اور اس کے جواب میں چاہتی ہوں کہ تم بھی اتنی صفائی برتو۔ کیا قیام انگلستان میں تم کو کبھی کسی سے محبت ہوئی ہے؟"

اس لڑکی کی ہر بات میرے لئے تعجب آمیز اور حیرت انگیز تھی۔ اس قدر اہم گفتگو کے بعد اس سوال نے مجھکو چکر میں ڈالدیا۔ مگر صاف

گوئی کا بدلہ صاف گوئی ہے چنانچہ میں نے بلا تامل جواب دیا۔

"انگلستان میں ایک لڑکی ہے جس کو میں سارے عالم میں زیادہ حسین اور سب سے زیادہ شریف سمجھتا ہوں۔ اس کا نام ہے یوجینی۔ یوجینی ڈی شوازیل بڈھے ڈیوک کی بھتیجی۔"

بظاہر میرے جواب سے سیسل کو بہت اطمینان ہوا۔ کیونکہ اُس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔ اُس نے پھر مجھ سے پوچھا "کیا تمہیں اُس سے بہت محبت ہے؟"

"مجھکو بغیر اُس کے ایک لمحہ بھی چین نہیں۔"

"کیا تم اُس کا خیال ہرگز نہ چھوڑو گے؟"

"کبھی نہیں خدا مجھکو اُس دن کے لئے زندہ نہ رکھے۔"

"خواہ اُس کے ترک کر دینے کے معاوضہ میں قلعہ گرد بائی ہی کیوں نہ پیش کیا جائے؟"

"بے شک میں قلعہ گرد بائی کی بھی پروا نہ کرونگا۔"

"میری گستاخیاں معاف کرنا" میری بہن نے نہایت دلآویز طریقہ سے ہاتھ بڑھا کر کہا "اب ہم لوگوں میں بجائے نفاق کے اتفاق رہے گا۔"

میں نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور ہم دونوں اسی حالت میں تھے کہ میرا ماموں کمرہ میں داخل ہوا۔

باب ۲

ایک ڈور دو طرف

ہمارے اس فوری اور غیر متوقع اتحاد سے میرے ماموں کے چہرہ پر اطمینان اور حیرت کے آثار پیدا ہوئے وہ اپنی بیٹی سے مخاطب ہوا اور کچھ دیر گفتگو کرنے لگا۔ اُس کے چہرہ پر اب غصہ کے آثار نہ تھے مگر لڑکی کے چہرہ پر باوجود والد کی شفقت کے بے اعتمادی اور حقارت کے آثار پائے جاتے تھے۔

آخر کو ماموں نے باآواز بلند کہا۔ "مجھ کو چند ضروری کاغذات دیکھنے ہیں جن میں میں ایک گھنٹہ تک مشغول رہوں گا۔ تم بس کو قلعہ گروبائی دیکھنے کا قدرتی اشتیاق ہوگا اور میرا خیال ہے کہ اگر سیبل کچھ زحمت گوارا کرنے کو تیار ہو تو اُس سے بہتر رہنما نہیں مل سکتا۔"

سیبل نے اس میں کوئی عذر پیش نہ کیا اور مجھ کو بھی بے انتہا مسرت ہوئی کیونکہ میرے دل میں مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق بے حد تھا۔ اب بھی وہ بہت کچھ کہہ چکی تھی مگر معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اُس کو اور بہت کچھ کہنا ہے۔ اب تک اُس نے گول گول لفظوں میں

نے مجھے اپنے باپ کی طرف سے متنبہ کیا تھا۔ مگر حقیقت میں واقعہ کیا تھا میں اس سے قطعی لاعلم تھا۔ پھر اس نے تنا کریدکر میرے عشق کا قصہ کیوں پوچھا؟ میرے دل میں اس قسم کے سوالات بار بار پیدا ہو رہے تھے۔ اور میں جواب کے لئے بے چین تھا۔ چنانچہ ہم دونوں سمندر کی تازہ ہوا کھاتے ہوئے میدان میں نکل گئے۔

کل شب کے طوفان کے باعث ہوا اور بھی تازہ اور خوش گوار تھی۔ ہم دونوں زرو رنگ کے راستوں سے گذرتے ہوئے پائین باغ میں پہنچے اور پھولوں کی سیر کرنے لگے۔ وہ ایک ایک جگہ مجھ کو بتلاتی جاتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کو چپہ چپہ سے محبت ہے۔ بار بار وہ اس امر کی معذرت کرتی تھی کہ بجائے میرے وہ میزبان تھی۔

اس نے کہا "مجھ کو درشتی کلامی سے تمہاری اہانت منظور نہ تھی بلکہ خود اپنی۔ دراصل ہم لوگوں نے کوئل کی طرح دوسرے کے گھونسلے پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اور اصلی مالک کو نکال باہر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں شرم سے کٹی جاتی تھی کہ میرے باپ نے خود تمکو تمہارے ہی مکان میں بطور مہمان طلب کیا"۔

میں نے جواب دیا "ہم لوگوں کے لئے غالباً اسی میں بہتری ہے کہ جس جگہ پر صدیوں سے آباد تھے وہاں سے علیحدہ کئے جائیں اور از سر نو قوت بازو سے نئی جاگیریں اور نئے اعزاز حاصل کریں"۔

"مگر تم کہتے تھے کہ شہنشاہ کے پاس جا رہے ہو؟"

"ہاں"

"کیا تم کو معلوم ہے کہ وہ یہیں قریب ہی خیمہ زن ہے"؟

"ہاں میں سُن چکا ہوں"

"مگر تمہارا خاندان اب بھی باغیوں کی فہرست میں شامل ہے"۔

"میں نے شہنشاہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ میں جرأت کر کے اُس کے پاس جاؤں گا اور ملازمت کی استدعا کروں گا"۔

"بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شہنشاہ غاصب ہے" لڑکی نے کہا۔ "اور اس وجہ سے وہ اُس کے بدخواہ ہیں مگر میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اُس کے ہر قول و فعل سے شرافت اور عظمت ٹپکتی ہے۔ بھائی لوئیس میرا خیال تھا کہ تم انگریزوں کے خیالات سے متأثر ہو کر آؤ گے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تمہاری جیب میں پٹ وزیر انگلستان کی دی ہوئی اشرفیاں ہوں گی۔ اور دل میں سازشی اور غدارانہ منصوبے"

میں نے جواب دیا "بے شک انگریزوں نے ہمیشہ میرے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا ہے مگر میرا دل ہمیشہ فرانس کے ساتھ تھا"

"مگر جنگ کے میدان میں تو تمہارے والد ہمارے خلاف ہی لڑے تھے"

"ہاں اس معاملہ میں تمہارے والد کا یہ خیال ہوں کہ ہر نسل کو خود ہی اپنے جھگڑے طے کرنے چاہییں"

اُس نے یوں اُنگلی اٹھائی گویا مجھ کو آگاہ کرنا چاہتی ہے پھر بولی "خبردار! میرے باپ کے کسی قول سے اُس کے متعلق رائے قائم نہ کرنا۔ محض اس کے افعال پر نگاہ رکھنا اور بھائی لوئیس اگر تم چاہتے ہو کہ میرا خون تمہاری گردن پر نہ ہو تو یہ ہرگز ظاہر نہ ہونے دینا کہ میں نے تم کو متنبہ کیا ہے"۔

"وہ تمہارا خون!!" میں نے گھبرا کر کہا۔

"وہ ہاں اسے مجھ کو مار ڈالنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔ اس نے میری ماں کو قتل کیا... یہ مطلب نہیں ہے کہ اس نے تلوار لے کر اسکو مار ڈالا بلکہ ہر وقت کے مظالم اور تشدد سے اس کا نازک دل توڑ اگیا؛ اور وہ لقمۂ اجل ہوگئی۔ اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ میں کیوں اس کا ذکر ان لفظوں میں کرتی ہوں۔"

جس وقت وہ یہ باتیں کر رہی تھی تو اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور چہرہ سرخ تھا سالہا سال کی دبی ہوئی نفرت اس وقت نس نس میں دوڑ رہی تھی۔ مجھ کو اب پہلی مرتبہ محسوس ہوا کہ اس کے نازک چھریرے بدن میں طاقتور اور غیر مفتوح روح بھی ہے۔

اتنے میں سبل نے کہا "تم کو یہ تعجب ضرور ہوگا کہ اس تھوڑی سی ملاقات میں میں تم سے بہت آزادی سے گفتگو کر رہی ہوں۔"

"اگر تم اعزا سے بھی آزادی نہ برتو تو پھر آخر کس سے آزادی برتوگی۔"

"یہ سچ ہے مگر مجھ کو اس کا وہم بھی نہ تھا کہ ہم لوگوں میں اس قسم کے تعلقات پیدا ہو سکیں گے۔ تمہارے آنے کے خیال نے بے حد خوف میرے دل میں پیدا کر دیا تھا یہی وجہ تھی کہ جب تم اول میرے باپ کے ہمراہ آئے تو میں اپنے جذبات نہ روک سکی۔"

"ہاں۔ مجھ کو خیال ہوگیا تھا کہ میرا آنا تم کو بے حد ناگوار ہے۔"

"بے شک مجھ کو اپنے اور تمہارے دونوں کے خیال سے تمہارا یہاں آنا ناگوار تھا،" اس نے کہا "تمہارے خیال سے اس لئے کہ والد کی نیت تمہاری جانب سے اچھی نہ تھی رہا اپنے خیال سے...."

"ہاں اپنے خیال سے کس لئے؟"

وہ میرے سوال پر سٹ پٹا گئی۔ پھر بولی

"تم مجھ سے کہہ چکے ہو کہ تمہارا دل دوسرے کا ہو چکا ہے اس لئے میں بھی یہ اطلاع دینا چاہتی ہوں کہ میں بھی اپنا دل ایک شخص کو نذر کر چکی ہوں اور ہماری آپس میں نسبت بھی قرار پا چکی ہے"

"خدا کرے یہ رشتہ مستقل مسرت اور راحت کا باعث ہو۔ مگر اس معاملے کا میرے آنے سے کیا واسطہ؟"

اُس نے سر کو عجیب شان سے جنبش دی پھر بولی انگریزی آب و ہوا نے تمہاری عقل کو بھی انگریزوں کی طرح بھلا کر دیا ہے۔ بہر حال اب میں آزادی سے گفتگو کر سکتی ہوں کیونکہ مجھ کو یقین ہے کہ میرے باپ کی تجویز سے تم کو بھی میری طرح نفرت ہو گی۔ اس کا خیال تھا کہ اگر میری اور تمہاری شادی ہو جائے تو پھر گردبائی کے قبضہ میں کوئی کھٹکا باقی نہ رہے خواہ بوربون خاندان کی بادشاہی ہو یا نپولین کی شہنشاہیت۔"

اب میری سمجھ میں آیا کہ صبح ماموں نے میرے لباس پر گہری نظر کیوں ڈالی تھی۔ وہ مجھ کو نقادانہ حیثیت سے محض اس لئے دیکھ رہا تھا کہ میں اُس کی لڑکی کی نظروں میں بھلا معلوم ہوں گا یا نہیں یہی باعث تھا کہ سبل کی سرد مہری دیکھ کر وہ ناخوش ہوا اور ہم دونوں کے ہاتھ میں ہاتھ دیکھ کر اس کو مسرت ہوئی۔

"مجھ کو تمہارے کہنے کا پورا یقین ..... ہے" میں نے کہا

"دیکھو وہ اب بھی ہم لوگوں کو دیکھ رہا ہے۔"

ہم لوگ قلعہ کی خشک خندق کے پاس چل رہے تھے اور جب میں

نے سبل کے اشارہ کی طرف دیکھا معلوم ہوا ماموں ایک کھڑکی سے ہم لوگوں کو جھانک رہا ہے۔ جب اُس نے دیکھا کہ میری نگاہ اُس پر پڑ گئی تو وہ آگے بڑھا اور میری طرف اظہار خوشنودی کے خیال سے ہاتھ ہلایا۔

یہ دیکھ کر سبل نے کہا "اب تو تم کو معلوم ہو گیا کہ اُس نے بقول تمہارے تمہاری جان کیوں بچائی تھی۔ اُس کی اصل منشا یہی ہے کہ تم اُس کی لڑکی سے شادی کر و۔ لیکن اگر اسکو معلوم ہو گیا کہ تم کو اس سے انکار ہے تو پھر صرف ایک ہی ترکیب اُس کے لئے باقی رہتی ہے اور وہ یہ کہ آخری جائز وارث لاول سے راستہ صاف کر دیا جائے"۔

سبل کے ان لفظوں نے ماموں کے زرد چہرہ کے ساتھ مل کر جو کھڑکی سے نکلا ہوا تھا مجھکو محسوس کرا دیا کہ خطرہ بے حد قریب ہے۔ کوئی وجہ نہ تھی کہ فرانس میں کوئی شخص میری ہمدردی اور طرفداری کرے اگر میں مارا جاؤں تو کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ تحقیقات کرتا۔ میں قطعی اُس کے بس میں تھا۔ میرے حافظہ نے کل شب کا منظر میرے سامنے کھڑا کر دیا اور مجھ کو معلوم ہوا کہ جس شخص سے تقدیر نے میرا سابقہ ڈالا تھا وہ کتنا بے رحم اور خطرناک ہے۔

"مگر اُس کو تو اس کا علم ہو گا کہ تم کو دوسرے سے محبت ہے" میں نے آخر کار کہا

"بے شک اُس کو علم ہے اور اسی وجہ سے میں اور بھی زیادہ بدحواس ہوں۔ مجھ کو تمہاری جان کا خوف تھا اپنی جان کا خوف تھا مگر سب سے زیادہ لوسین کی جان کا خوف تھا۔ اس لئے کہ کوئی شخص اس خطرناک آدمی کے مقاصد میں حائل نہیں ہو سکتا"۔

"لوسین! . . . "

معلوم ہوا جیسے اندھیری رات میں ایکایک بجلی کوند گئی۔ میں نے عشق کی فسوں کاریوں کے لاکھوں قصے سنے تھے مگر پھر بھی کیا ممکن تھا کہ یہ جری نڈر عورت اس بزدل مرد سے محبت کرتی تھی جس کو میں نے کل ہی زمین پر ناک رگڑتے دیکھا تھا۔ اب مجھے یہ بھی یاد آگیا کہ میں نے سبل کا نام کسی جگہ دیکھا تھا۔ یہ نام میں نے لوسین کے پاس جو کتاب تھی اس کے سرورق پر لکھا ہوا دیکھا تھا "لوسین کو سبل کی جانب سے" یہ جملہ اس کتاب کے سرورق پر لکھا تھا۔ اور اب یہ بھی یاد آگیا کہ ماموں نے لوسین سے کچھ اس کی آرزوؤں کے متعلق بھی اشارہ کیا تھا۔

اتنے میں سبل نے پھر سلسلہ گفتگو شروع کیا۔

"لوسین جلد باز ہے، اور بہت جلد لوگوں کے کہنے میں آجاتا ہے۔ اس زمانہ میں میں دیکھتی ہوں میرے باپ سے اور اس سے بہت گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ دونوں گھنٹوں کمرہ میں بیٹھے باتیں کیا کرتے ہیں مگر جب میں لوسین سے دریافت کرتی ہوں۔ تو وہ کچھ پتہ نہیں دیتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں اس کا انجام خطرناک نہ ہو۔ لوسین عملی دنیا کا آدمی نہیں محض طالب علم ہے گو سیاست میں اس کے خیالات انتہا پسندی کی طرف مائل ہیں۔"

میں سخت حیران تھا کہ اب کیا کروں۔ خاموش رہوں یا اس کے چاہنے والے کی مخدوش حالت اس سے کہہ دوں میری حالت دیکھ کر وہ ذہین عورت کچھ تاڑ گئی اور اس نے فوراً کہا "تم لوسین کے متعلق

کچھ جانتے ہو۔ مجھ کو اطلاع دی گئی تھی کہ وہ پیرس گیا ہے مگر خدا کے لئے اگر تم اس کے متعلق کچھ بھی جانتے ہو تو بیان کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا اس کا خاندانی نام لی سیج ہے؟"

"ہاں ہاں لوسین لی سیج پھر کیا؟"

"میں نے اسے دیکھا ہے" میری لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے نکلا۔

"تم نے اسے دیکھا ہے مگر تم تو کہتے تھے کہ تم کل رات ہی فرانس آئے ہو۔ آخر تم نے کہاں اس کو دیکھا؟ اور اس پر کیا گذری؟" یہ کہتے ہوئے اس نے عالم تشویش میں میری کلائی زور سے پکڑ لی۔

یہ سچ ہے کہ لوسین کا حال اس کو بتانا ظلم تھا مگر خاموشی اس سے بڑا ظلم تھی۔ میں نے پریشانی کے عالم میں چاروں طرف دیکھا معلوم ہوا ماموں سبزہ زار پر ٹہلتا ہم لوگوں کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک سوار تھا جس کے مہمیز آپس میں کھڑکھڑا کر عجیب خوشگوار آواز پیدا کر رہے تھے۔ یہ وہی سوار تھا جس کے سپرد کل شب کے قیدی کئے گئے تھے سبل نے ایک لمحہ پس وپیش نہ کیا بلکہ مستقل بشرہ اور مشتعل نگاہوں کے ساتھ بڑھ کر کہا:

"والد تم نے لوسین کو کیا کیا؟"

ماموں کے چہرہ پر یک یوں ہی سا اثر اپنی بیٹی کے لئے حقارت اور نفرت کا پیدا ہوا۔ مگر فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہنے لگا۔ "اس معاملہ پر گفتگو کرنے کا موقعہ پھر آئے گا۔"

"نہیں!" لڑکی نے چمک کر کہا "میں ابھی اور یہیں پوچھ کر رہوں گی بتاؤ لوسین کہاں ہے؟"

ماموں نے سوار کی اور میری طرف مڑ کر کہا۔

"حضرات مجھ کو ندامت ہے کہ میرے خانگی جھگڑے آپ لوگوں کے سامنے پیش ہو رہے ہیں۔ لفٹنٹ صاحب مجھ کو امید ہے آپ ان باتوں کا خیال نہ کریں گے کیونکہ یہ میری بیٹی کا بہت زیادہ عزیز دوست تھا میں شہنشاہ کی خدمت میں شخصی اور ذاتی معاملات کو نظر انداز کر دیتا ہوں۔ تاہم بعض اوقات ادائے فرض میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔"

نوجوان سوار نے اس کے جواب میں سبل سے مڑ کر کہا "بانو مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے۔"

میری خالہ بہن نے اس کی طرف رخ کیا "کیا وہ آپ کی حراست میں ہے؟"

"بدقسمتی سے یہ کام میرے ہی سپرد ہوا۔"

"اچھا تو میں آپ سے دریافت کر سکے رہونگی۔ آپ اسے کہاں لیگئے"

"شہنشاہ سلامت کے کیمپ میں۔"

"کیوں؟"

"بانو افسوس مجھکو سیاست سے سروکار نہیں۔ میرا فرض ہے تلوار ہاتھ میں لوں گھوڑے پر سوار ہوں اور حکم کی تعمیل کروں۔ یہ دونوں صاحب گواہ ہیں کہ میں نے محض کرنیل لاسال کے حکم کی تعمیل کی تھی۔"

"لیکن آخر وہ کس جرم میں گرفتار ہوا ہے؟"

اس پر میرے ماموں نے درشتی سے کہا "بس لڑکی کافی بکواس ہو چکی۔ اگر تجھ کو اصرار ہے تو میں بتا دیتا ہوں کہ وہ شہنشاہ کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھا۔ اور مجھے اس کا فخر حاصل ہے کہ میں نے اس قاتل کو گرفتار کرا دیا۔"

"تم نے گرفتار کرا دیا! میں جانتی ہوں کہ تم نے ہی اُسے ہمارا تھا اور
جب وہ علیحدہ ہونا چاہتا تھا تو تم نے علیحدہ نہ ہونے دیا میرے خدا
وہ کون سے گناہ میرے اجداد نے کئے تھے جس کی پاداش میں تجھ ایسے
ذلیل آدمی کو باپ کہنے پر مجبور ہوں"

ماموں نے محض شانوں کو جنبش دیکھ کر خاموشی اختیار کر لی گویا
وہ عورتوں کے غصہ میں بحث کرنا یا دخل دینا اوقات ضائع کرنا سمجھتا
تھا۔ میں نے اور سوار نے چاہا کہ وہاں سے ہٹ جائیں کیونکہ اس قسم کی
باتیں کھڑے کھڑے سننا کچھ مناسب نہ تھا۔ مگر سبل نے بڑے جوش میں
ہم لوگوں کو آواز دی اور کہا "ٹھہرو اس آدمی کے خلاف تم دونوں میرے
گواہ ہو گئے۔ میں نے جتنا غصہ اس وقت اس کی آنکھوں سے ٹپکتے دیکھا
اتنا کبھی کاہے کو دیکھا تھا۔ "تو نے بہتوں کو فریب دیا مگر میں کبھی تیرے
فریب میں نہ آئی۔ میں ہمیشہ سے تجھ کو تیرے ضمیر کی طرح پہچانتی ہوں
ممکن ہے میری والدہ کی طرح تو مجھ کو قتل کر دے مگر میں کبھی تیری
ناپاک سازش میں شریک نہ ہونگی۔ تو نے جمہوریت پسندی کا اعلان
محض اس غرض سے کیا تھا کہ اس محل اور جائداد پر جس پر تیرا کوئی حق
نہیں قابض ہو جائے اب تو اپنے پرانے ساتھیوں کے خلاف مخبری
کرتا ہے کہ شہنشاہ کے دربار میں رسوخ حاصل کرے تو نے لوسین
کو قتل کے لئے بھیجا ہے مگر میں تیرے حال سے واقف ہوں اور
بھائی لوئیس کو بھی آگاہ کر چکی ہوں اور تجھکو اطلاع دیتی ہوں کہ اس کو
بھی میری طرح اس تجویز سے اختلاف ہے۔ میں تیرا یہیں جانا پسند
کروں گی مگر سوائے لوسین کے کسی کی ہو کر نہ رہونگی۔"

اس پر ماموں نے نہایت مطمئن لہجہ میں جواب دیا "اگر تم دیکھتیں کل اُس نے اپنے آپ کو کتنا بزدل ثابت کیا تو کبھی ایسا نہ کہتیں۔ تم اسوقت آپنے آپ میں نہیں ہو جب صحیح الحواس ہوگی تو اس وقت کی گفتگو پر خود نادم ہونے لگوگی کہ تم نے دو شریف آدمیوں کے سامنے اپنی کمزوری کا اظہار کیوں کیا۔ اچھا لفٹننٹ صاحب آپ کو غالباً مجھ سے کچھ کہنا ہے۔؟"

نوجوان سوار نے حقارت کے ساتھ میرے ماموں کی طرف سے منہ پھیر لیا پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "موسیو ڈی لاول میرا پیام آپ کے نام ہے شہنشاہ سلامت نے مجھ کو بھیجا ہے کہ میں فوراً آپ کو شاہی کیمپ واقع بولون میں اپنے ہمراہ پہنچا دوں۔"

یہ سن کر میری مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ میرا خیال تھا کہ اب میں اپنے ماموں کے بس سے نکل جاؤنگا۔ میں نے سوار کی طرف مڑ کر کہا "میری آرزو خود یہی تھی"

سوار نے جواب دیا "گھوڑا اور وردی پھاٹک پر موجود ہیں"

"میں فوراً چلنے کو تیار ہوں"

"لفٹننٹ جیرارڈ اتنی بھی کیا جلدی ہے — کم از کم ناشتہ تو کر لیجئے"

مگر نوجوان سوار نے کرخت لہجہ میں جواب دیا "شہنشاہ کے احکام کی تعمیل یوں نہیں کی جاتی کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ ہمیں ۵ منٹ کے اندر روانہ ہو جانا چاہیئے۔"

میرے ماموں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور آہستہ سے مجھ کو اس پھاٹک کی طرف لے گیا۔ جس سے ابھی سیبل نکل کر گئی تھی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر بولا "تمہارے جانے سے قبل میں ایک معاملہ میں تم سے کچھ

گفتگو کرنی چاہتا ہوں۔ چونکہ وقت کم ہے اس لئے معاف کرنا اگر بلا کسی تمہید کے میں اس معاملہ کو چھیڑ دوں۔ تم نے پنہاں بھی سبل کو دیکھا ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ حالانکہ اس کا آج کا رویہ نہایت ناپسندیدہ تھا مگر وہ بڑی پُر محبت لڑکی ہے۔ اُس کے کہنے سے معلوم ہوا کہ وہ تم سے میری تجویز کا ذکر کر چکی ہے۔ میرے نزدیک اس سے زیادہ سہل کوئی اور ترکیب نہیں ہو سکتی جس سے ہم لوگ متفق ہو کر اس قضیہ کو ختم کر دیں کہ جائداد خاندان کی کس شاخ میں جانی چاہیئے۔"

میں نے جواب دیا "بدقسمتی سے چند رکاوٹیں اس میں حائل ہیں۔"

"وہ کیا ہیں؟"

"ایک یہی جو میں ابھی سن چکا ہوں کہ سبل اپنا دل دوسرے کو نذر کر چکی ہے۔"

اس پر میرے ماموں نے عجیب زیرکی بھری ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے کہا "یہ بات ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہو سکتی۔ میں وہ ترکیب کروں گا کہ لوسین اس محبت سے کبھی فائدہ اٹھانے کے لئے واپس نہ آ سکے گا۔"

میں نے اس کے جواب میں کہا "شادی کے متعلق میرے خیالات نوجوانوں کے سے ہیں۔ شادی محبت کی بنا پر ہونی چاہیئے۔ نہ کہ اپنی مصلحت کی وجہ سے۔ بہر کیف یہ تجویز ناقابل عمل ہے کیونکہ میں خود انگلستان میں ایک لڑکی کو دل دے چکا ہوں اور ہم لوگ آپس میں عہد وفا کر چکے ہیں۔"

اُس نے اپنی بھوری آنکھوں سے میری طرف دیکھا پھر مفصلانہ نظر ڈال کر کہنے لگا "لوئیس اچھی طرح خوب سوچ۔ دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو۔ تمہیں دو سوچی ہوئی تجویزوں میں ابتری ڈال رہے ہو اور اس کا انجام نہایت خطرناک ہو سکتا ہے۔"

یہ آخری جملہ اُس نے اپنی آواز کو دھیما کر کے دھمکی کے لہجہ میں کہا جس

سے اُس کی آواز سانپ کی پھنکار معلوم ہونے لگی۔

مگر میں نے جواب دیا "اس معاملہ میں غور کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

اس نے میری آستین پکڑ لی اور ہاتھ اُٹھا کر چاروں طرف اشارہ کیا اور کہا "دیکھو ان سبزہ زاروں کو دیکھو۔ ان باغات پر نظر ڈالو۔ اس قلعہ پر نگاہ کرو جس میں تمہارے آباؤ اجداد آٹھ سو سال سے مقیم رہے۔ دیکھو صرف ایک لاالہ الااللہ کے نکال لینے پر یہ سب تمہارا ہو سکتا ہے۔"

مگر میری نگاہ کے سامنے ایشفورڈ کا ایک سرخ اینٹوں کا مکان تھا۔ اور میرے دل میں پاجینی کی پیاری تصویر تھی۔ پس میں نے کہا "وہ نقطہ زبان سے کبھی نہ نکلا ہے اور نہ نکلے گا۔"

میں نے یہ جملہ اس لہجہ میں ادا کیا کہ اس کو قطعی یقین ہو گیا کہ میں اپنی ہٹ پر قائم رہوں گا۔ اس پر اُس کا چہرہ غصہ سے کالا پڑ گیا۔ اب بجائے ترغیب و تحریص کے اُس نے دھمکی سے کام نکالنا چاہا اور کہنے لگا "اگر مجھ کو اس بات کا علم ہوتا تو وہ لوگ تمہارا انجام جو چاہتے سو کرتے میں ہرگز دخل نہ دیتا۔ میں تمہاری جان بچانے کے لئے زبان بھی نہ ہلاتا۔"

میں نے جواب دیا "مجھکو یہ سُن کر نہایت خوشی ہوئی کیونکہ اب میں مطمئن ضمیر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا راستہ اور ہے اور میرا راستہ اور مجھ کو اب تم سے کوئی سروکار نہیں۔ تمہارے اس جملہ نے مجھکو بار احسان سے سبکدوش کر دیا۔ میں اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ تم نے میری جان بچا کر مجھکو ممنون ہونے کا موقعہ دیا۔ حالانکہ تم نے جو کچھ کیا اس میں محض تمہاری غرضمندی پوشیدہ تھی۔"

اس نے کہا "میں خوب جانتا ہوں کہ تم مجھ سے کچھ سروکار نہیں

رکھنا چاہئے۔ مگر بہت جلد وہ وقت آئیگا کہ تم ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرو گے کہ کاش مجھ سے اور تم سے کوئی واسطہ نہ ہوتا۔ اچھا تم اپنے راستہ جاؤ میں اپنے راستہ جاتا ہوں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ منزل کامیابی تک ہم دونوں میں سے کون پہنچتا ہے۔"

پھاٹک کے قریب سواروں کا ایک مختصر دستہ کھڑا تھا۔ چند ہی منٹ میں میں نے اپنا سامان باندھ لیا اور باہر جانے کو تھا۔ کہ مجھے اس درانی کی بے بسی کا خیال آگیا اور میں ٹھٹک سے رہ گیا میں اس قدیم قلعہ میں ایسے ناخداترس خونی کے ہاتھوں میں اسکو چھوڑ کر کیوں کر جا سکتا تھا؟ کیا اسنے خود مجھ سے نہ کہا تھا کہ اس کی زندگی ہر لحظہ خطرے میں ہے۔

ابھی پس وپیش میں کھڑا تھا کہ پاؤں کی چاپ معلوم ہوئی اور میں نے دیکھا کہ میری بہن دوڑتی ہوئی آ رہی ہے۔

میرے قریب پہنچکر اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "وہ تمہارا حافظ ہو بھائی ایلیس خدا حافظ"

میں نے کہا "مجھے اس وقت تمہارا ہی خیال تھا۔ میرے اور تمہارے والد کے درمیان اس وقت کچھ صاف صاف باتیں ہو گئیں جن کی وجہ سے وہ مجھ سے خلاف ہو گیا ہے۔"

"خیر ہے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے" بہن نے کہا "تمہاری زندگی اسی میں ہے کہ اس سے دور دور رہو۔ مگر دیکھو خبردار رہنا اگر ... تو وہ تم کو نقصان ضرور پہنچائیگا"۔

خیر اس سے جو بن پڑے وہ کرے۔ میں تم کو اس کے نہیں

میں نہیں چھوڑ سکتا۔"

"میرے بارہ میں کچھ خوف نہ کرو۔ جتنا مجھے اُس سے کھٹکا ہے اُس سے زیادہ اس کو مجھ سے ہے۔ جاؤ بھائی وہ لوگ تم کو پکار رہے ہیں۔ الوداع! خدا تمہارا محافظ و نگہبان رہے۔"!

جلد دوم ختم ہوئی

جلد سوم

دربار

باب ۱۰

شاہی کیمپ

ماموں اب تک قلعہ کے پھاٹک پر کھڑا تھا جس کے دونوں جانب ہمارے طغرائے خاندانی نصب تھے اس وجہ سے وہ ہوبہو غاصب کی تصویر نظر آتا تھا۔

چلتے وقت اس نے مجھ سے الوداع بھی نہ کہی البتہ نہایت غور سے مجھ کو دیکھتا رہا۔ اس کے جبڑے حسب معمول مچھلی کے گلپھڑوں کی طرح کھلتے اور بند ہوتے تھے۔ ایک شاندار گھوڑا میرے لئے تیار تھا میں اس پر سوار ہو گیا۔ مڑ کر دیکھا تو ماموں کے زرد چہرہ اور سخت نگاہوں سے کینہ کا اظہار ہو رہا تھا۔ ابتدا ہی سے مجھ کو اس شخص سے نفرت تھی پس مجھ اس خیال سے بڑی مسرت ہوئی کہ میں اس کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ رہا ہوں۔

اڈجٹنٹ نے فوجی حکم دیا مہمیزوں کی کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی اور ہم لوگ چل دیئے۔ میں نے مڑ کر قلعہ گروبائی پر نظر ڈالی۔ ماموں کی منحوس شکل بدستور پھاٹک پر موجود تھی۔ اس کے پیچھے ایک کھڑکی سے مجھ کو سفید رومال ہلتا نظر آیا۔ اور پھر میرے دل میں خوف پیدا ہوا

کیونکہ میں اُس بیباک اور نڈر قوم کو اس سنگدل بے رحم قاتل کے بس میں چھوڑے جاتا تھا۔ جتنی دیر شیشہ پر بھاپ کا نشان قائم رہتا ہے اُس سے بھی کم دیر یہ ہر رنج کا نوجوان کے دل پر ہوتا ہے۔ پھر ایک تیز رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر خوشگوار تازہ ہوا میں کسی آدمی کا دل کیونکر غمزدہ رہ سکتا ہے۔

ہر طرف سبزہ زار تھا۔ اور بیچ میں سفید جھلکتی ہوئی سڑک پر ہم لوگ باگیں اٹھائے چلے جا رہے تھے۔ بائیں جانب فاصلہ پر سمندر لہریں لے رہا تھا۔ اور میرے اور سمندر کے درمیان وہ ہولناک دلدل تھی جس میں کل کے وحشتناک واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ اس وقت بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ خطرناک جھونپڑی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ ایک جانب فاصلہ پر چھوٹے چھوٹے مکانات کے جھنڈ۔ ایٹاپلس۔ ابلیٹز اور دیگر ماہی گیروں کی آبادی کا پتہ دے رہے تھے۔ وہ مقام جو کل رات تلوار کے دہکتے ہوئے پھل کی طرح معلوم ہوتا تھا اس وقت برف پوش میدان کی طرح سفید تھا۔ اس وجہ سے کہ ایک عظیم الشان فوج کے خیمے اس میں نصب تھے۔ بہت دور سمندر میں ایک دھندلا سا بادل نظر آتا تھا۔ یہ وہ جزیرہ تھا جس میں میری اتنی عمر کٹی تھی۔ ہاں یہ وہ خوشگوار سپید ساحل ملک تھا جس کی محبت میرے دل میں اپنے وطن کے بعد سب سے زیادہ تھی۔

سمندر اور سبزہ زار کی جانب سے میری توجہ ہٹ کر اپنے ہمراہیوں کی طرف مبذول ہوئی۔ درحقیقت یہ سوار بجائے اردلی کے میرے نگران اور محافظ تھے۔ شب کو میں نے فرانسیسی پہرہ داروں کو دیکھا تھا۔ یہ پہلی مرتبہ تھی کہ مجھ کو نپولین کے مشہور سپاہیوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا میرے دل میں اشتیاق اور عزت کے جذبات موجزن تھے کیونکہ یہ

وہی جانباز بہادر سپاہی تھے جن کا سارے یورپ میں غلغلہ بلند تھا۔ ان لوگوں کی وردی زیادہ نمائشی نہ تھی۔ ان کے اسلحہ اور لباس کینٹ کے سواروں سے بھی زیادہ سادہ تھے۔ حالانکہ اُن کی گرد آلود پوشاک مستقل بشرہ۔ تنومند مضبوط بہادر صاف بتلا رہے تھے کہ میدان کارزار میں یہ لوگ سیکڑوں تجربات حاصل کر چکے ہیں۔ وہ پستہ قد مچھ تیلے اور سانولے رنگ کے تھے۔ سب کی بڑی بڑی مونچھیں اور داڑھیاں تھیں۔ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالیاں بھی تھیں۔ یہ دیکھ کر مجھ کو بہت تعجب ہوا کہ کمسن سے کمسن شخص کے چہرہ پر بھی بڑی بڑی مونچھیں تھیں مگر غور کرنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے سیاہ موم کی مدد سے اپنی مونچھوں کو اور زیادہ گھنا اور نمایاں کر رکھا تھا۔ کشیدہ قامت نوجوان لفٹنٹ نے تاڑ لیا کہ میں اُس کے کمسن سواروں کو تعجب سے دیکھ رہا ہوں چنانچہ اُس نے کہا۔

"بے شک یہ مونچھیں مصنوعی ہیں مگر سترہ سالہ نوجوانوں سے تم اور کیا توقع کر سکتے ہو اور یہ ہو نہیں سکتا کہ وہ عورتوں کے سے چکنے گال لے کر قواعد میں شریک ہوں۔ اور فوجی عظمت کو زائل کر دیں۔"

ایک سوار بیچ میں بول اٹھا "لفٹنٹ صاحب موسم گرما میں یہ موم بُری طرح پگھلتا ہے۔"

یہ بات قابل ذکر ہے کہ نپولین کی فوج میں افسر اور سوار کے درمیان کافی بے تکلفی رہتی تھی۔

لفٹنٹ نے جواب دیا۔ "خیر مزید ایک دو سال میں تم کو اس کی ضرورت بھی نہ رہے گی۔"

اس پر ایک کارپورل بولا "بے شک کیا ضرور رہتا ہے گی کیونکہ بہت

ممکن ہے اُس وقت تک نہ سُنے ہوں اور نہ سوچیں"!

اس جملہ پر سب آدمی اِس آزادی سے ہنس پڑے کہ اگر یہ واقعہ انگلستان میں ہوتا تو سپاہی کورٹ مارشل اور سزا کے بغیر نہ بچتے۔ گذشتہ جمہوری خیالات کا اب تک یہ اثر باقی تھا کہ افسر اور سپاہیوں میں کافی آزادی برتی جاتی تھی پھر کچھ یہ بھی وجہ تھی کہ خود شہنشاہ اپنے معمر اور جنگ آزمودہ سپاہیوں سے نہایت آزادی برتا کرتا تھا اور اُن کی طرف سے بھی بہت کچھ آزادیاں برداشت کر لیتا تھا۔ یہ ایک معمولی سی بات تھی کہ اکثر سوار مل کر اپنے افسروں کا مذاق اُڑاتے تھے ساتھ ہی افسوس ہے کہ اکثر اِس قسم کے واقعات بھی ہوتے تھے کہ یہ لوگ بگڑ کر اپنے افسروں کو گولیوں کا نشانہ بنا دیتے تھے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ سپاہیوں نے بگڑ کر افسروں کو مار ڈالا۔ یہ مشہور واقعہ ہے کہ جنگ مانٹی بیلو کے وقت سوائے ۲ نمبر پلٹن کے ہولٹی نے پیچھے سے افسروں کو گولیاں مار کر ہلاک کر ڈالا، مگر یہ گذشتہ پر شور عہد کے بقیہ آثار تھے۔ جتنا نوجوان شہنشاہ کا اقتدار بڑھتا گیا سواروں اور افسروں میں عمدہ تعلقات پیدا ہوتے گئے۔ فوجی تاریخ شاہد ہے کہ فرانسیسی فوج میں کبھی کوڑے مارنے کی حاجت نہ پڑی حالانکہ انگریزی اور یورپین فوج میں بغیر اِس کے انتظام قائم رکھنا مشکل تھا۔ دُنیا کی تاریخ میں یہ پہلی مثال تھی کہ انعام کی لالچ یا سزا کے ڈر سے نہیں بلکہ محض حبِ وطن اور ادائے فرض کے خیال سے نہایت معمولی سواروں سے مشکل اور خطرناک سے خطرناک کام لیا جا سکتا تھا۔ [illegible] جیسی جرنیل اکثر اپنی فوج کو ملک میں منتشر ہونے کی اجازت دے دیا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ اُن کو یقین رہتا تھا کہ لوگ لڑائی کے وقت مقام معینہ پر

خود بخود آکر جمع ہو جائیں گے۔ جب سپاہی ایسے ہوں تو افسروں کی رعایت منانا ہی چاہیے۔

ایک بات مجھکو اور حیرت میں ڈال رہی تھی وہ یہ کہ سب لوگ فرانسیسی زبان مشکل بول سکتے تھے میں نے اس کا اظہار لفٹننٹ سے کیا کیونکہ وہی سب سے قریب رہا تھا اور اس کے سپاہیوں کی قومیت دریافت کی اس وجہ سے کہ میں اُن کو فرانسیسی نہ سمجھتا تھا۔

اس پر لفٹننٹ نے جواب دیا خدا کے لئے کہیں اُن سے یہ نہ کہہ دینا کہ تم اُنہیں فرانسیسی نہیں سمجھتے ہو فرانسیسی رسالوں میں ہمارا رسالہ منتخب اور چیدہ ہے اور اس کا نام "فرسٹ ہزار آف برکینی" ہے۔ گو یہ صحیح ہے کہ ان سب کا وطن پیرس ہے اور اُن میں بہت کم ایسے ہیں جو جرمن زبان کے علاوہ کوئی اور زبان بول سکتے ہوں تاہم اُن کو ناز ہے کہ وہ فرانسیسی ہیں۔ ہمارے سپاہی سب کے سب منتخب ہیں اور ان موچھوں پر تاؤ دیکر رہتے ہیں سرفروشی کے لئے مایہ ناز ہیں۔

اس نوجوان کا اترانا قابل دید تھا۔ اُس کی بانکی ٹوپی۔ گھوڑے پر بیٹھنے کا ٹھاٹ باٹ اور بہترین سواروں کی تعریف ظاہر کرتی تھی کہ اُس میں شباب کا جوش پورے طور پر موجود تھا۔ پھرتیلا جسم اور نازک چال بتاتی تھی کہ یہ فخر کرنا بیجا بھی نہ تھا۔ اُس کا شگفتہ تبسم اور جھلکتی ہوئی آنکھیں جو ہر وقت معلوم ہوتا تھا ہنسے دیتی ہیں مجھکو یقین دلا رہی تھیں کہ راستہ بڑے لطف سے کٹ جائیگا۔ ہر شخص کی نگاہ اُس پر تھی اور اس کی نگاہیں بغور ہر چیز پر پڑ رہی تھیں۔ چلتے چلتے دفعتاً اُس نے میرے گھٹنہ پر ہاتھ رکھ کر نہایت سنجیدہ چہرہ بنا کر کہا دیکھیو خدانخواستہ ایسا آپ نہیں کہتے ہیں ورنہ تمام رسالہ ناراض ہوگا

میں نے جواب میں کہا "اگر کوئی وجہ تمہیں معلوم ہوتی کیونکہ میں انگلستان سے محض اُن کی خدمت کی غرض سے آیا ہوں۔"

لفٹننٹ نے کہا "جب کل کے واقعات کی رپورٹ پیش ہوئی تو اُن کو معلوم ہوا کہ تم اس بڑے گھر میں موجود ہو تو یہ حکم دیا گیا کہ تم جلد سے جلد اُن کے سامنے پیش کئے جاؤ۔ شاید ان کی خواہش ہے کہ تم ہمارے ساتھ بطور رہنما کے انگلستان چلو۔ اور اس جزیرہ کی گلی گلی سے واقف ہو گے؟"

بظاہر یہ سوار سمجھتا تھا کہ برطانیہ نارمنڈی یا برٹینی کے ساحلی مقامات کا نام ہے۔ میں نے اس کو سمجھایا کہ برطانیہ رقبہ میں فرانس سے کچھ ہی کم ہے جس کا جواب اُس نے یہ دیا "بہرحال ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کیونکہ شہنشاہ اس کو فتح کرنے تو جا ہی رہے ہیں۔ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ ہم لوگ آئندہ بدھ کی شام یا جمعرات کی صبح تک بولون پہنچ جائیں گے۔ ایک ہفتہ یا دس دن کو لوٹنے کی مہلت ملے گی۔ اس کے بعد ایک حصہ فوج سکاٹلینڈ اور دوسرا آئرلینڈ کی تسخیر کے لئے بھیج دیا جائے گا۔"

اس نوجوان کے اطمینان پر مجھ کو مسکراہٹ آگئی اور میں نے پوچھا۔ "یہ تم کو کیونکر یقین آگیا کہ یہ سب امکانی معاملات ہیں؟"

اُس نے جواب دیا "وہ شہنشاہ نے اس کا پورا پورا انتظام کر لیا ہے۔"

"مگر انگریزوں کے پاس بھی فوج ہے اور وہ جنگ کے لئے آمادہ ہیں۔ انگریزوں کی قوم بہادر ہے اور وہ ضرور لڑیں گے۔"

لفٹننٹ نے جواب دیا "مقابلہ بیکار ہے کیونکہ شہنشاہ سلامت بہ نفس نفیس موجود رہیں گے۔"

اس مختصر سادہ جواب سے مجھے پہلی مرتبہ اس اعتماد اور اعتقاد

پتہ چلا جو ان سپاہیوں کو اپنے شہنشاہ پر تھا۔ اُن کا اعتماد مذہبی عقیدہ
کی حد تک پہنچا ہوا تھا اور شاید کسی زمانہ میں مذہبی مجاہد بھی اس درجہ
مرنے مارنے کے لیئے تیار نہ ہوتے ہونگے جتنے اس پستہ قد بھورے
کوٹ والے دیوتا کے اشارہ پر اُس کے پرستش کرنے والے فرانسیسی سپاہی۔
اگر وہ چاہتا اور اکثر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ چاہتا ہے کہ مافوق الفطرۃ
قوتوں کے حامل ہونیکا دعویٰ کرے تو لاکھوں آدمی اُس کے اس دعوے
کو تسلیم کرنے میں ذرا تامل نہ کرتے۔ جن لوگوں نے اُس کی آخری روزمرہ
زندگی کا نظارہ کیا ہے وہ اُس ساحرانہ اثر کا شمہ بھر بھی اندازہ نہیں کر
سکتے جو اس حیرت انگیز ہستی نے سپاہیوں کے دلوں میں پیدا کیا تھا۔ زخم
خوردہ خاک و خون میں لتھڑے ہوئے سپاہی میدان جنگ میں آخری سانسوں
سے اس کو پکارتے اور اس کو گذرتا دیکھ پاتے تو مڑ مڑ کر دیکھتے تھے
تاکہ آنکھیں بند ہونے سے پیشتر اُس کو خوب جی بھر کر دیکھ لیں۔

تھوڑے وقفہ کے بعد لفٹنٹ نے انگلستان کی سمت میں اشارہ کر کے
پوچھا "کیا تم وہاں رہ چکے ہو؟"

میں نے جواب دیا "ہاں میری زندگی وہیں گذری ہے"

"مگر جب فرانس اس قدر عظیم الشان لڑائیوں میں شریک ہو رہا تھا
تو تم علیحدہ کیونکر رہ سکے؟"

"میرا باپ طبقہ اُمراء سے تھا اس لئے ترک وطن پر مجبور ہوا۔ اُس کے
انتقال ہی پر ممکن ہو سکا کہ میں اپنی خدمات شہنشاہ کو پیش کر سکوں"

"افسوس تم نے بہت عمدہ موقعہ کھو دیا مگر اس میں شک نہیں
کہ ابھی اور بھی زبردست معرکے ہونیوالے ہیں۔ ہاں کیا تمہارا خیال ہے

کہ انگریز ہمارا مقابلہ کریں گے"۔

میں نے کہا "مجھ کو خیال ہی نہیں بلکہ یقین کامل ہے"۔

لفٹنٹ نے جواب دیا "ہم لوگوں کو خوف تھا کہ شاید شہنشاہ کی آمد کا ذکر سنکر وہ بغیر مقابلہ ہتھیار ڈال دیں گے۔ میں نے سنا ہے انگریزوں کی عورتیں اکثر خوبصورت ہوتی ہیں"۔

"ہاں عورتیں خوبصورت ہیں"۔

یہ سن کر اُس نے زبان سے تو کچھ نہ کہا مگر بازو کشادہ کرکے اور سینہ تان کے اپنی بھوری مونچھوں کو تاؤ دینے لگا۔

کچھ دیر بعد اُس نے زیرِ لب کہا "مگر وہ کشتیوں میں سوار ہوکر بھاگ جائینگی"۔

اب تک اُس کے دماغ میں یہی بات سمائی ہوئی تھی کہ انگلستان ایک مختصر سا جزیرہ ہے۔ پھر ذرا زور سے اُس نے کہا "ہز ہائی نس ہوکینی کے متعلق یہ بات ہے کہ وہ جہاں جاتے ہیں بھگدڑ پڑ جاتی ہے۔ مرد اُن سے بھاگتے ہیں۔ عورتیں اُن کی طرف دوڑی آتی ہیں۔ دیکھو ہمارے نوجوان سپاہی ایسے خوبصورت ہیں۔ ہمارے تمام افسر منتخب ہیں۔ گو یہ ضرور ہے کہ عمر سپاہی اُن کی رعنائی کو نہیں پہنچے"۔

اس قدر خود اعتمادی کے باوجود وہ عمر میں مجھ سے زیادہ نہ تھا۔ میں نے اُس سے پوچھا "کیا تم کسی جنگ میں شریک ہو چکے ہو"۔

اِس سوال پر غصہ کے مارے اُس کی مونچھوں کے بال کھڑے ہوگئے اور اُس نے تیکھے تیور سے مجھ کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر کہا۔

"یاد نہیں تو میں نوچے ہوئے معرکوں اور چالیس معمولی لڑائیوں میں شریک ہونے کا فخر حاصل کر چکا ہوں کئی بار تنہا مقابلہ میں بھی شریک ہوا ہوں

اور اگر کسی کو اب ہوس ہو تو میں تیار ہوں خواہ میرا مقابل فوجی ہو یا غیر فوجی"۔

میں نے اُس کو یقین دلایا کہ واقعی اِس عمر میں اس قدر معرکوں میں شرکت کرنا بہت بڑی خوش قسمتی اور فخر کی بات تھی۔

یہ کہنا تھا کہ اُس کا غصہ اُسی تیزی سے اُتر گیا۔ جس تیزی سے آیا تھا اور اُس نے مجھکو نہایت ملائم لہجہ میں سمجھایا کہ وہ موریو کی کمان میں ہوہنلنڈن کی لڑائی میں شریک ہو چکا تھا۔ نپولین کے ساتھ عبور الپس کے وقت موجود تھا۔ نیز جنگ مارنگو میں بھی حصہ لے چکا تھا۔

"فرانسیسی فوج کے ساتھ کچھ ہی عرصہ رہنے کے بعد تم کو معلوم ہو جائیگا کہ ایٹن جیرارڈ کا نام ایسا غیر معروف نہیں"۔ اُس نے آخر کار کہا مجھ کو بہت سے واقعات کے بہادر ہونے کا فخر حاصل ہے جن کو سپاہی حلقہ باندھ کر لطف و فخر کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ رفتہ رفتہ تم کو معلوم ہو جائیگا کہ میں نے کس دلیری اور چابکدستی کے ساتھ مشہور تلواروں کا مقابلہ کیا اور تن تنہا آسٹری دستہ پر حملہ کر کے اُنکا نقرئی طبل چھین لیا اور اپنے گھوڑے کے پیچھے پر رکھ کر فرانسیسی فوج میں واپس آیا اس کو محض اتفاق نہ سمجھنا کہ میں کل کے معاملہ میں موجود تھا۔ کرنل لاسال مجھ کو عمداً اِس لئے ہمراہ لے گئے تھے کہ کوئی قیدی بچکر نہ جانے پائے۔ افسوس صرف ایک نامرد قیدی ہاتھ لگا جسے میں نے کل ہی بدست مارشل کے سپرد کر دیا"۔

"اور وہ دوسرا جسکا نام لوساک ہے"۔

"آہ وہ دوسری طرح کا آدمی ہے۔ میرے دل میں یہ حسرت رہ گئی کہ ہم دونوں برہنہ شمشیر لئے ہوئے ایک دوسرے کے مقابل ہوتے مگر کیا کیا جاوے وہ بھاگ گیا۔ ایک جگہ وہ نظر پڑا تھا اور ہم لوگوں نے گولیاں بھی

چلائیں مگر چونکہ وہ دلدل کے چپہ چپہ سے واقف تھا اس لئے بچکر نکل گیا"

"اچھا اور تمہارے اس قیدی کا حشر کیا ہو گا؟"

اس پر لفٹننٹ جیرارڈ نے شانے ہلا کر کہا "مجھکو تمہاری بہن سے بڑی ہمدردی ہے مگر سیکڑوں دلیروں کے ہوتے ہوئے ایک نوجوان خوبصورت لڑکی کا ایک بزدل کو انتخاب کرنا حیرت کی بات ہے۔ بہتانے سنا ہے شہنشاہ متواتر سازشوں سے اکتا گیا ہے اور اب چاہتا ہے کہ عبرتناک سزائیں دے تاکہ دوسروں کو کان ہو جائیں"

نوجوان سوار اور میں اس طرح باتیں کرتے چوڑی سفید سڑک پر باگیں اٹھائے چلے جا رہے تھے حتیٰ کہ آخر کار ہم لوگ کیمپ کے قریب پہنچ گئے جس میں فوجی ترتیب کے ساتھ خیمے نصب تھے۔ ہم اس وقت جس مقام پر تھے وہ ذرا بلندی پر واقع تھا یہی وجہ تھی کہ ہم لوگ نہایت آسانی سے بولس کے اس کے شہر کو دیکھ سکتے تھے جس میں راہواروں کی لامتناہی قطاریں توپ خانہ کے لامحدود سلسلے اور سپاہیوں کے بے شمار گروہ آباد تھے۔ وسط میں ایک صاف مقام تھا جس میں ایک بڑا سا خیمہ نصب تھا۔ وہیں چند نشیب چوبی مکان تھے جن کے اوپر فرانس کا سہ رنگا جھنڈا لہراتا تھا۔

"یہ وسط میں شاہی خیمے ہیں" لفٹننٹ نے بیان کیا "اس طرف وہ چھوٹا خیمہ جنرل نے کا ہے جو اس حصہ فوج کی کمان کر رہا ہے۔ ڈنکرک سے اس جگہ تک برابر ایک سلسلہ افواج اور توپخانہ کا پھیلا ہوا ہے اور یہ مقام اس سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔ شہنشاہ برابر ایک سرے سے دوسرے سرے تک معائنہ کرتا رہتا ہے مگر چونکہ یہ مرکزی مقام ہے اور یہیں چیدہ اور منتخب سپاہی خیمہ زن ہیں اس لئے ملکہ دربار کے آجانے کے بعد

شہنشاہ کا وقت زیادہ تر یہیں صرف ہوتا ہے" پھر وسط میں ایک سفید خیمہ کی جانب اشارہ کر کے اور اپنی آواز کو دھیما کر کے اُس نے کہا "وہ اس وقت اُس خیمہ میں ہے"۔

کیمپ جانے کے لئے ایک وسیع میدان سے ہو کر گزرنا پڑتا تھا جس میں بہت سے سوار اور پیدل قواعد کر رہے تھے۔ انگلستان میں ان لوگوں کے ایسے حیرت انگیز کارنامے سننے میں آئے تھے کہ قیاس چاہتا تھا وہ غیر معمولی شاندار قد و قامت کے ہوں گے مگر واقعہ یہ تھا کہ عام طور پر پیدل سپاہی نا معمولی بلکہ پستہ قامت تھے نیلگوں کوٹ، سفید برجس اور گیٹرز ان کی وردی میں شامل تھے۔ باوجود اونچی تاننے کی جالی دار ٹوپی اور ... کے بھی وہ کچھ ایسے شاندار معلوم نہ ہوتے تھے۔

مگر باوجود پستہ قد ہونے کے وہ بے حد مستعد اور جفاکش معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے جسم گٹھے ہوئے اور اٹھارہ ماہ کی مسلسل قواعد اور فوجی زندگی سے اُن کا انداز ترقی یافتہ تھا۔ فوج میں بکثرت سے کار آزمودہ سپاہی تھے۔ چھوٹے چھوٹے افسر بھی پچاسوں معرکوں میں شرکت کر چکے تھے۔ رہے اعلیٰ افسر تو وہ فن حرب میں بے مثال تھے۔ اس فوج کو دیکھنے کے بعد فطرتاً خیال پیدا ہوتا تھا کہ اگر یہ فوج کہیں انگلستان پہنچ پڑی تو انگریزوں کے لئے ان کا مقابلہ لوہے کے چنے ہو جائیں گے اگر بحری وزیر اعظم برطانیہ اس وقت بیچ میں دنیا کی سب سے زبردست بحری قوت لا کر کھڑی نہ کر دیتا تو تاریخ عالم کی زبان پر آج کچھ اور ہی افسانہ ہوتا۔

لفٹننٹ جیرالڈ نے جب دیکھا کہ میں فوجوں کی قواعد کو نہایت غور اور دلچسپی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں تو اُس نے از راہ مہربانی کے متعلق معلومات بہم پہنچانا شروع کیا۔

"یہ لوگ جو مشکی گھوڑوں پر سوار ہیں جن پر بڑے بڑے نیلے کمبل پڑے ہیں کیورازیر ہیں۔ یہ اس درجہ بدھل ہیں کہ ڈکی سے زیادہ نہیں چل سکتے جب یہ حملہ آور ہوتے ہیں تو ہلکی فوج کا ایک دستہ پیچھے لگا رہتا ہے تاکہ جب یہ لوگ اپنے مقابل منتشر کردیں تو وہ دُور تک اُن کا تعاقب کر سکیں"۔

"اچھا یہ سولیین کون ہے جو ان کا معائنہ کر رہا ہے؟"

"یہ سولیین نہیں ...... جنرل سیمن ہیرہے" جیرارڈ نے جواب دیا۔ "یہ اُن لوگوں میں سے ہے جو دریائے رائن کے سپارٹن کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں کی رائے ہے کہ سپاہی میں سادگی جزو لازم ہے اور یہی وجہ ہے کہ سوائے نیلگون سوار ہی کے کوٹ کے وہ کوئی وردی نہیں پہنتے۔ سیلن سیر بڑا قابل ہے مگر بہر و اہر نہیں ہے کیونکہ بہت کم کسی سے بات کرتا ہے اور اکثر کئی کئی دن تک تنہا اپنے ڈیرہ میں بند پڑا رہا کرتا ہے۔ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کبھی کبھی بیلنوشی کر لے یا شاندار پوشاک پہن لے تو اس کی سپاہ گری میں فرق نہیں آتا۔ مجھ میں یہ دونوں باتیں ہیں مگر جو لوگ مجھ سے واقف ہیں خوب جانتے ہیں کہ ان سے میری فوجی قابلیت میں کوئی نقص نہیں آیا۔ مگر بائیں جانب اس رسالہ کو آپ نے دیکھا؟"

"کیا وہ لوگ جو نشانات لگائے ہوئے ہیں؟"

"وہاں وہی۔ یہ اوڈینو کے مشہور گرینیڈیر ہیں۔ وہ دوسرے گرینیڈیر جن کے شانوں پر سرخ گچھے لگے ہیں اور جھولوں میں بالدار ٹوپیاں ہیں۔ شاہی گارڈ ہیں جو فاتح مارنگو کہلاتے ہیں۔ اُس جنگ میں ان میں سے اٹھارہ سو کو بہادری کے نشانات عطا ہوئے تھے۔ وہ اُس جانب رسالہ نمبر ۵ ہے جو خوفناک ہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دوسری جانب ہلکا رسالہ نمبر ۲ ہے

اور کہا جاتا ہے کہ ساری فوج میں یہ سب سے تیز چلنے والا اور سب سے زیادہ جرّار ہے۔ وہ جو سبز رنگ کی وردی پہنے ہوئے ہیں ہارس گارد یا گارڈس میں مشہور ہے کہ شہنشاہ انہیں سب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔ حالانکہ یہ اُس کی غلطی ہے کہ وہ اُن کو ہارس آف برکینی پر بھی ترجیح دیتا ہے۔ وہ دوسرے سوار خدا جانے کس رسالہ کے ہیں اور کہاں سے آئے۔ ان کا کرنل اُن سے کیسی عمدہ قواعد لے رہا ہے۔ موسیو ڈی لاول ہم لوگ اب بولون کمپ کے پھاٹک پر پہنچ چکے ہیں اور اب لازم ہے کہ سیدھے شہنشاہ کے جائے قیام کو چلیں۔"

باب ۲

نپولین اعظم

بولون کے کمپ میں اس وقت ایک لاکھ پچاس ہزار پیدل سپاہی اور پچاس ہزار سوار تھے۔ گویا آبادی کے لحاظ سے فرانس میں باستثنائے پیرس بولون کی آبادی سب سے زیادہ تھی۔ بولون اس وقت چار حصوں پر منقسم تھا میمنہ، میسرہ، ویمیرو کمپ اور اسبلیٹو کمپ۔ کمپ کا عرض تقریباً ایک میل طول کئی میل تھا۔ انارڈ ن فرانس کو فوج بخیر حالت میں تھی تاہم ساحل سمندر کی سمت میں جابجا نہایت زبردست توپخانے قائم کئے گئے تھے جس میں ایسی ایسی زبردست توپیں تھیں جو آج تک دیکھنے میں نہ آئی تھیں۔ یہ توپیں اونچی اونچی پہاڑیوں پر نصب کی گئی تھیں تاکہ زد اور بھی بڑھ جائے۔ اس ترکیب سے ان کا گولہ انگریزی جہازوں تک

بخوبی پہنچ سکتا تھا۔

اس جگہ کا منظر نہایت خوشنما تھا۔ سپاہیوں کو اس مقام پر ایک سال سے زائد عرصہ گذر چکا تھا۔ اور انہوں نے بڑی کوشش سے اپنے خیموں کو آراستہ کیا تھا۔ بعض نے سامنے اور پہلو میں چھوٹے چھوٹے سے چمن لگا لئے تھے اور ہم لوگوں نے گذرتے ہوئے دیکھا کہ اکثر سپاہی کھرپا اور فوارہ لئے اپنے خیموں کی آبیاری میں مصروف تھے۔ بہت سے خیموں کے سامنے بیٹھے پرتلہ، پٹیاں اور اسلحہ صاف کر رہے ہیں۔ ان میں شاید ہی کسی نے ہم لوگوں کو آنکھ اٹھا کر دیکھا ہو۔ کیونکہ سپاہی اور سوار ہر وقت جاتے آتے رہتے تھے۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ خیموں کی قطاروں سے سڑکیں قائم ہوگئی تھیں اور اُن کے نام تختوں پر لکھ کر آویزاں کر دئے گئے تھے۔ ہم لوگ ڈی آر کلاڈی کلیبر اور دیگر ایسی ہی سڑکوں سے گزر کر اس مرکزی مقام تک جو فوج کا صدر مقام تھا پہنچے۔

آج کل شہنشاہ پانٹ ڈی بریکز نام کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں رات بسر کرتا تھا جو یہاں سے اندرون ملک میں ۴ میل کے فاصلہ پر واقع تھا لیکن اُس کا سارا دن اسی مقام پر گذرتا تھا اور یہیں جنگ کے متعلق شوری کونسلیں منعقد ہوتی تھیں۔ یہیں وزرا رہتے تھے اور اسی جگہ ساحلی مقامات سے مختلف جرنیل آ آکر اپنی رپورٹیں پیش کرتے اور ہدایات اور احکام وصول کرتے تھے۔ مشورہ کے لئے ایک سادہ چوبی مکان تیار کیا گیا تھا جس میں ایک بڑا اور تین چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔

وہ خیمہ جو ہم لوگوں کو میدان ہی سے نظر آیا گویا اس مقام کا برآمدہ تھا۔ یہیں وہ لوگ جمع ہوتے تھے جو شہنشاہ کی خدمت میں باریاب ہونا

چاہتے ہوں۔ اس مقام پر ایک بریگیڈیر نے شہنشاہ کی موجودگی کی ہم لوگوں کو اطلاع دی جس پر پہرا محافظ فوراً گھوڑے پر سے اُتر پڑا اور مجھ کو بھی اُترنے کا اشارہ کیا۔ ایک افسر ہم دونو کے کارڈ لے کر اندر گیا اور کچھ دیر کے بعد جنرل ڈوراک کے ساتھ واپس آیا۔ جنرل ڈوراک کی عمر ۴۰ سال کے قریب تھی۔ بظاہر وہ نحیف بنحت مزاج اور خشک آدمی تھا ہمیشہ اپنے آپ کو بنئے رہتا اور فطرتاً شکی مزاج تھا۔

نہایت روکھی مسکراہٹ کے ساتھ اُس نے مجھ سے کہا "آپ ہی ایم ڈی لاول ہیں؟"

میں نے اس کے جواب میں تعظیماً گردن جھکا دی۔

اُس نے پھر کہا "شہنشاہ آپ سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں لفٹنٹ صاحب اب آپ جا سکتے ہیں"۔

لفٹنٹ نے عرض کیا "جنرل صاحب میری ذات ان کو بحفاظت تمام پہنچا دینے کی ضامن ہے"۔

"بہتر ہے اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو آپ بھی آ جائیں"،

اتنا کہہ کر جنرل نے ہم لوگوں کو کمرے کے اندر جانے کی اجازت دی۔ اس کمرہ میں سوائے دو رویہ چوبی بنچوں کے اور کوئی سامان آرائش نہ تھا۔ بنچوں پر بہت سے لوگ بحری اور فوجی وردیاں پہنے بیٹھے تھے بعض دو دو چار چار کے گروہ بنائے آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے۔ دوسری جانب سرے پر ایک دروازہ تھا اور یہی شہنشاہ کے کونسل چیمبر میں جانے کا راستہ تھا۔ چند بار ایسا ہوا کہ لوگ درباری لباس پہنے ہوئے دروازہ کے پاس گئے۔ آہستہ سے ناخن سے دروازہ کھٹکھٹایا جس سے فوراً

دروازہ کھلا اور وہ دبے پاؤں داخل ہو گئے جس کے بعد پھر دروازہ ویسے ہی بند ہو گیا۔

یہ مجمع بجائے کریپ کے دربار کی شان پیدا کر رہا تھا۔ ہر شخص شہنشاہ کی قربت کی وجہ سے اِس قدر مرعوب تھا کہ خود بخود قلب پر ایک کیفیت پیدا ہوتی تھی زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ اُجڈ سپاہی اور ملاح بھی نہایت احتیاط سے باتیں کرتے اور بہت خاموشی سے چلتے پھرتے تھے۔ میں پہلے ہی نوکرشن کرنپولین سے مرعوب تھا اب یہ کیفیت اور بھی زیادہ ہو گئی۔

اتنے میں میرے ہمراہی نے کہا "و اطمینان رکھئے شہنشاہ سلامت آپ سے بہت اچھی طرح ملیں گے"۔

میں نے تعجب سے پوچھا کہ آخر اُس کو یہ کیسے معلوم ہوا۔ تو اُس نے جواب دیا "وہ ڈاک کے طرزِ عمل سے ان درباریوں میں اگر شہنشاہ مسکرا کر بات کرے تو سارا دربار یہاں تک کہ سُرخ بانات پوش چپڑاسی بھی آپ سے مسکرا کر بات کریگا۔ اور اگر کہیں شہنشاہ کے تیور بدلے ہوں تو شاہی برتن مانجھنے والا بھی آپ سے تلخی سے پیش آئے گا اور اگر آپ صاف دل سیدھے سادے آدمی ہیں تو یہ تحقیق نہ ہو سکے گا کہ اس مسکراہٹ یا اس تلخی کی وجہ کیا ہے یہی باعث ہے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں فوج میں لفٹنٹ ہوں ہاں سروقت اس کو اڈرن کا ساتھ ہو۔ نفیس شاندار گھوڑا رانوں تلے ہو اور کرچ رکابوں سے رگڑ رہی ہو۔ بجائے اس کے کہ موسیو ٹیلرنڈ کی طرح روبین فلارینٹن میں ایک شاندار محل میں مقیم ہوں اور ایک لاکھ لیویر سالانہ تنخواہ ہو"۔

میں اسی سوچ میں تھا کہ لفٹنٹ کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط، کہ شہنشاہ مجھ سے مہربانی سے پیش آئے گا۔ کہ ایک طویل القامت نوجوان شاندار وردی پہنے میرے پاس آیا۔ میں نے پہچان لیا کہ تبدیل لباس کے باوجود کل شب کی مہم کا افسر اعلیٰ جنرل ساواری ہے۔ نہایت مسرت کے ساتھ اُس نے مجھ سے ہاتھ ملا کر کہا۔

"موسیو ڈی لاول آپ نے سُنا ہو گا کہ ٹوساک ہم سے بچکر نکل گیا۔ درحقیقت ہم کو اس کی تلاش ہے کیونکہ یہ دوسرا شخص تو سرسری دیکھنے سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ محض کٹھ پتلی تھا۔ ٹوساک بھی بچ نہ سکتا اور یقیناً گرفتار ہو گا مگر چونکہ خطرناک ہے اس لئے ضروری ہے۔ کہ جبتک وہ گرفتار نہ ہو جائے ہم لوگ نہایت احتیاط کے ساتھ شہنشاہ کی حفاظت کرتے رہیں"

میں نے اس آخری جملہ کی دل سے تائید کی کیونکہ اب بھی میں اس خیال سے جھجھک پڑتا تھا کہ اس کا موٹا انگوٹھا میری ٹھوڑی کے نیچے ہے۔

"شہنشاہ آپ کو یاد ہی کرنے والے ہیں"۔ ساواری نے کہا "اُن کو آج بے حد کام ہے۔ تاہم مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو پیش کر دوں" یہ کہہ کر وہ مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔

جیرارڈ نے میرے کان میں آہستہ سے کہا "تم یقیناً ترقی کے راستہ پر ہو۔ کئی لوگ اس آرزو میں بہت کچھ خرچ کرنے کے لئے تیار ہیں کہ جنرل ساواری اُن سے بھی اس طرح ہنس کر باتیں کریں۔ شہنشاہ یقیناً تمہاری عزت افزائی کرنا چاہتا ہے۔ لو موسیو ٹیلرنڈ خود ہم لوگوں کی طرف آ رہے ہیں"

میں نے دیکھا ایک عجیب ہیئت کا آدمی ہماری طرف آرہا تھا۔

اِس شخص کی عمر تقریباً ۵۰ سال ہوگی۔ سینہ اور کندھے اُبھرے ہوئے۔ مگر جسم خمیدہ تھا اور وہ بہت لنگڑا کر چلتا تھا چاندی کے شام کی لکڑی اُس کے ہاتھ میں تھی وہ اس کو ٹیکتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ اُس کے جسم پر سیاہ کوٹ تھا اور پاؤں میں سیاہ ریشمی موزہ جس کی وجہ سے ان سب زرق برق لباس والوں میں وہ غیر معمولی طور سے سنجیدہ نظر آتا تھا۔ مگر باوجود اس سادگی کے اُس کے چہرہ سے حکومت اور اختیار کی شان برستی تھی وہ خیمہ میں ہم لوگوں کی طرف بڑھتا چلا آتا تھا اور لوگ جھک جھک کر تعظیمیں دے رہے تھے

اُس نے مستفسرانہ لہجہ میں "موسیو ڈی لاول" کہا اور میرے سامنے ٹھہر گیا۔ اُس کی بے رس بھوری آنکھیں مجھے سر سے پاؤں تک غور کر رہی تھیں۔

میں نے گردن جھکا کر تعظیم دی مگر سرد مہری کے ساتھ کیونکہ میں بھی اپنے والد کی طرح اس شخص کو برا جانتا تھا۔ یہ پادری جو اپنے مذہبی پیشہ کو ترک کر چکا تھا۔ یہ مدبر جس نے اپنے اطاعت کے حلف کو غداری کے ہاتھوں شکست کر دیا تھا یقیناً کچھ قابل عزت نہ تھا مگر باوجود ان سب باتوں کے اُس کی تراش خراش اُس کی وضع اور چال ڈھال اس حد کی مہذب اور شائستہ تھی کہ نفرت کا قائم رہنا مشکل تھا۔

مجھ سے مخاطب ہو کر اُس نے کہا "آپکے چچیرے بھائی ڈی رواں سے میں خوب واقف ہوں۔ ایک زمانہ تھا کہ ہم لوگ اتنے سنجیدہ نہ تھے۔ مگر کیا آپ میرے پرانے دوست کارڈنل ڈی مانٹمورنس ڈی لاول کے عزیز ہیں اور شہنشاہ سلامت کے حضور میں اپنی خدمات پیش کرنے آئے ہیں؟"

میں نے جواب دیا "جی ہاں میں انگلستان سے محض اس غرض سے آیا ہوں"

"اور جہاں تک میں نے سنا ہے آتے ہی ایک مہم میں شریک ہونے کا موقعہ بھی آپ کو مل گیا۔ میں نے چالاک جاسوس۔ دو جنگجو مردوں اور سنسان جھونپڑے کا قصہ سنا ہے۔ چونکہ آپ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں کہ شہنشاہ کی جان کس خطرہ میں رہتی ہے آپ اب اُس کی خدمت میں اور بھی سرگرم رہیں گے مگر آپ کے ماموں ایم برناک کہاں ہیں؟"

"قلعہ گروبائی میں،" میں نے جواب دیا۔

"آپ اُن سے خوب واقف ہیں"

"میں نے اُن کو پہلی مرتبہ کل رات دیکھا تھا۔"

میرے کان کے پاس منہ لاکر اُس نے کہا "وہ شہنشاہ کے نہایت مفید خادم ہیں . . . خیر آپ کے لئے کوئی بہتر خدمت تجویز کی جائے گی۔"

اتنا کہہ کر اُس نے ذرا سی گردن خم کی اور پلٹ کر پھر خیمہ سے گزرتا ہوا چلا گیا۔

اُس کے جاتے ہی لفٹنٹ نے مجھ سے کہا "دوست تم بڑے آدمی بننے والے ہو۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ موسیو ٹیلرانڈ معمولی آدمیوں سے مسکرا کر باتیں نہیں کرتا اور نہ ہر شخص سے تعظیم برتتا ہے۔ وہ کنکوا اُڑانے سے پیشتر دیکھ لیتا ہے کہ ہوا کا رُخ کدھر ہے۔ اب مجھے تم سے سفارش کرانی پڑی کہ اس جنگ فرنگ میں مجھ کو کپتانی کا عہدہ دلوا دینا . . . لو شورہ جنگ کا جلسہ برخاست ہو گیا۔"

ابھی وہ جملہ ادا نہ کرنے پایا تھا کہ بڑے خیمہ کے سرے کا دروازہ کھلا اور چند آدمی گہرے نیلے رنگ کے کوٹ پہنے ہوئے نکلے ان پر کارچوب میں شاہ بلوط کی پتیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ امرا البحر کا امتیازی نشان تھا۔

سب کے سب باستثناء ایک آدمی کے مشکل سے ادھیڑ عمر کے تھے اور اگر کسی اور فوج میں ایک رجمنٹ تک کی کمان پا جاتے تو بڑے خوش قسمت سمجھے جاتے مگر مسلسل لڑائیوں کی باعث اور کارگزاری کے صلہ میں ایک بہادر سپاہی بہت جلد ترقی کر سکتا تھا۔ سب اپنی اپنی کلغی دار ٹوپی بغل میں دبائے اور تلواریں ٹیک کر ایک گروہ قائم کئے نہایت شوخی سے گفتگو کر رہے تھے۔

یکایک لفٹنٹ نے مجھ سے پوچھا "تم کسی قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہو"

میں نے جواب دیا "ہاں میری رگوں میں ڈی مانٹمورنسی خون ہے"۔

اُس نے کہا "میرا بھی یہی خیال تھا۔ فرانس کے انقلاب کا اندازہ تم اس سے خوب کر سکتے ہو کہ آج جو لوگ بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز ہیں نہایت معمولی خاندان کے ہیں۔ مورا خدمتگار تھا۔ میسیا غنیہ تاجر شراب نے شراب کے پیپے بنانے والا۔ اور لین مکان رنگنے والا"۔

باوجودیکہ میں امیر خاندان سے تھا مگر کبھی کسی نام نے میرے دل میں وہ جوش پیدا نہ کیا ہوگا جو ان ادنیٰ خاندان والوں کے ناموں سے میرے دل میں پیدا ہوا۔

اتنے میں لفٹنٹ نے پھر کہا "اس کمرہ میں بہتیرے مشہور سپاہی ہیں" پھر مونچھوں پر تاؤ دیکر "اور ادنیٰ افسر بھی ایسے ہیں کہ ان سب سے زیادہ ترقی کرنے کے قابل اور مستحق ہیں۔ دیکھو وہ آدمی جو دایں طرف ہے اُسی کا نام نے ہے"۔

نے کے بال چھوٹے اور سرخ رنگ کے تھے لیکن منہ بہت چوڑا تھا اور وہ شکل وصورت سے پہلوان معلوم ہوتا تھا۔

میرے ہمراہی نے کہا "فوج میں ہم لوگوں نے اسکا نام "ریڈ احمر" اور

"اسد احمر" رکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے فوج میں اُس کے مقابلہ کا دوسرا بہادر نہیں گو میں اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں میں اکثر ایسے لوگوں کے نام بتا سکتا ہوں جو اُس سے بھی زیادہ دلیر ہیں۔ تاہم اس میں شک نہیں وہ ایک بے مثل سپاہی ہے"۔

میں نے پوچھا "اور وہ جرنیل کون ہے جو اُس کے پاس کھڑا ہے۔ اور وہ ایک طرف کیوں سر جھکائے رہتا ہے"۔

لفٹننٹ نے جواب دیا "اُس کا نام جنرل لین ہے اور اس کا سر ہمیشہ گردن پر اس وجہ سے جھکا رہتا ہے کہ ایک مشہور محاصرہ میں اُس کے گولی لگی تھی۔ میری طرح وہ بھی گیسکنی کا رہنے والا ہے۔ بعض اوقات اُس کے افعال معترض لوگوں.... کو اس بات کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں کہ واقعی میرے ہموطن بہت جھگڑالو اور بازوفی ہوتے ہیں.. کیوں مگر آپ مسکرائے کیوں؟"

میں نے جواب دیا "نہیں بھائی میں مسکرایا نہیں تم کو دھوکا ہوا ہے"۔

"میرا خیال تھا شاید آپ میری کسی بات پر مسکرائے یعنی شاید آپ کی بھی یہ رائے ہے کہ اہلِ گیسکنی جھگڑالو ہیں حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ سارے فرانس میں اُن سے بڑھ کر متحمل کوئی نہیں اور اگر کوئی نہ مانے تو میں اُس سے تلوار کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے کو تیار ہوں۔ خیر جیسا میں نے بیان کیا لین نہایت ہی جری آدمی ہے گو زیادہ تر وہ بہت جلد مشتعل ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جو اس کے پاس کھڑا ہے اور زہرو ہے"۔

میں نے کیسٹیلو نے کے بہادر کو غور سے دیکھا۔ نپولین کی زندگی میں صرف ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تھا کہ اُس کی ہمت ٹوٹ گئی اور وہ ناامید گیا تھا اُس وقت یہی بہادر تھا جس نے حوصلہ قائم رکھا اور فوج

کی کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اُس کی بشرہ سے ظاہر تھا کہ وہ جنگ اور خونریزی کے زمانہ کے لئے پیدا ہوا اور اسی حالت میں نام پیدا کر سکتا تھا صلح اور امن کے پرسکون زمانہ کے لئے وہ قطعاً ناموزوں اور غیر ضروری تھا اس کا لمبا بکرے سا چہرہ اور سرخ ناک ظاہر کرتی تھی کہ اُس میں قابلیت اور شائستگی نہایت معمولی درجہ کی تھی باوجود سنہری شاہ بلوط کے کارچوب کے وہ ایک معمولی سپاہی معلوم ہوتا تھا۔ یہ آدمی ان سب لوگوں میں زیادہ معمر تھا، اُسنے ایسی عمر میں ترقی کی تھی کہ اس کے عادات و اطوار راسخ ہو چکے تھے اور اُس کا عہدہ اس میں کوئی تغیر نہ پیدا کر سکا تھا۔ گو اس کے سر پر امیر البحر کی ٹوپی تھی مگر وہ ہمیشہ بڑی پیدل فوج کا ایک ادنیٰ افسر ہی معلوم ہوتا تھا

جیرارڈ میری نگاہوں سے میرے خیالات کو تاڑ گیا اور کہنے لگا۔

"بے شک وہ بالکل اُجڈ ہے۔ شہنشاہ کو ایک مرتبہ اُسے سمجھانا پڑا کہ فوجی سپاہیاں دربار میں آتے وقت فوج ہی میں چھوڑ دی جاتی ہیں۔ ریپ اور لیفیور فوجی ٹھاٹ سے بوٹ چرچراتے اور کرچ کھڑکھڑاتے ہوئے ملکہ کے کمرے میں بھی چلے جاتے تھے۔ جو ملکہ کو بہت ناگوار ہوتا تھا۔ وہ دیکھو سانولا سا آدمی وونڈام ہے۔ ایک مرتبہ وہ بڑی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ شہنشاہ کے پاس اُس کی شکایت آئی تھی کہ شخص اس قصور پر ایک پادری نے شراب کی بوتل اُس کے مانگنے پر پیش نہیں کی اس لئے کہ اتفاق سے موجود نہ تھی اُس نے اس زور کا مکا مارا کہ پادری کا جبڑا ٹوٹ گیا۔ خدا اُس انگریزی گاؤں کی خیر کرے جس میں یہ جا کر مقیم ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ ادھر جو آدمی کھڑا ہے مورلے ہے"۔

"ہاں وہ سیاہ مونچھوں اور سرخ موٹے ہونٹ رکھنے والا آدمی مصر کی گرمی کا

سنولایا ہوا ہوا ہی ہے۔ انھوں میں یہ ایک آدمی میرے دل کے موافق ہے۔ بھلا اگر تم اسکو دھاوے کے وقت رسالہ کے آگے پہنچنے۔ کلغی ہوا میں اُڑاتے اور تلوار چمکاتے ہوئے دیکھ لو تو بے اختیار کہہ اُٹھو ایسا شاندار منظر تمہاری نظروں سے کبھی نہ گذرا ہوگا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ فوج کے دستے محض اس کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے مصر میں شہنشاہ اُس کے پاس کھڑا نہ ہوتا تھا کیونکہ اس زبردست شمشیر زن اور شہسوار کے سامنے عرب شہنشاہ پرزگاہ بھی نہیں ڈالتے تھے۔ میری رائے میں بحیثیت سپہ سالار السال بہتر ہے لیکن سپاہی کسی کے لئے ایسے مرنے مارنے پر جوش کے ساتھ آمادہ نہ ہوتے جتنے مورا کے لئے۔"

"اچھا وہ کون ہے جس کے چہرہ سے خشونت ٹپک رہی ہے اور جو ایشیائی تلوار سے ٹیک لگائے کھڑا ہے؟"

"آہ وہ مورٹ ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی دوسرا اتنا ضدی ہو۔ وہ بعض اوقات خود شہنشاہ سے ضد کر بیٹھتا ہے۔ وہ شکیل آدمی جو اُس کے قریب کھڑا ہے زمولو ہے وہ جو چھڑی سے ٹیک لگائے کھڑا ہے برناڈوٹ ہے۔"

میں نے آخرالذکر کے چہرہ کو غور اور گہری دلچسپی کی نظر سے دیکھا یہ ایک معمولی سپاہی تھا ترقی کر کے سپہ سالار ہو گیا بلکہ یہاں تک نوبت پہونچی ہو گا اور بادشاہ ہو کر رہا۔ صرف اسی شخص کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ پرنلافیا اور لوگوں کے اسنے پولین کی خواہش کے موافق نہیں بلکہ اپنے طور پر تخت حاصل کیا تھا۔ قیافہ دان اُس کے عجیب نمایاں خط و خال سے جو اس کے سپانوی الاصل ہونیکا پتہ دیتے تھے اُس کی کھلتی ہوئی سیاہ آنکھوں اور اسکی بڑی

سی ناک سے اندازہ کر سکتے تھے کہ اُس کی تقدیر میں بڑی بڑی باتیں لکھی ہیں۔ اُن تمام خونخوار اقتدار پسند لوگوں میں جو شہنشاہ کے دربار اور فوج میں بھرے تھے کسی میں وہ جوہر نہ تھا جو برناڈوٹ میں پایا جاتا تھا اور نہ کسی کی اقتدار پسندی کو شہنشاہ اِس قدر مشتبہ نظروں سے دیکھتا تھا۔

تاہم گو یہ لوگ سب کے سب خونخوار اور اقتدار پسند تھے اور بقول اُوزبرڈ "ان کے دلوں میں نہ خدا کا خوف تھا نہ شیطان کا ڈر" مگر اِس پستہ قامت نحیف الجثہ شاہنشاہ کا تبسم پا کر وہ اِن لوگوں کے دلوں میں برقی اثر پیدا کرتا تھا میں نے دیکھا باتیں کرتے کرتے ایک دم ان لوگوں پر سناٹا چھا گیا۔ گویا طالب علموں کے مجمع میں اچانک ماسٹر آ گیا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو وسطی مقام پر ان سب کا مالک بہ نفس نفیس کھڑا تھا اگر یہ سب ٹانگ چھپا جاتا اور نیچ پر بیٹھے ہوئے لوگ جلد جلد ادب کے ساتھ نہ بھی اُٹھتے تو بھی میں نپولین کو پہچان لیتا۔

اس کا چہرہ زرد مگر ہاتھی دانت کی طرح دمکتا ہوا اور خود بخود نگاہیں اُس کی طرف کھنچی جاتی تھیں۔ اُس کی پوشاک گو ہزاروں میں سب سے زیادہ سادی اور معمولی ہے مگر نگاہ جب پڑے گی تو اُسی کے چہرہ پر۔ وہ اس وقت بالکل ہرے ساٹن کا تھا۔ قد میانہ جسم گداز اور شانے بھرے ہوئے تھے جسم پر کاہی رنگ کا کوٹ تھا جس کے کالر اور کف سُرخ رنگ کے تھے۔ ٹانگیں سفید اور معلوم ہوتا تھا کہ سانچے میں ڈھلی ہیں۔ تلوار کمر میں لگی ہوئی جس کا قبضہ طلائی اور نیام کچھوے کی کھال کی تھی۔ سر کھلا تھا جس کی وجہ سے اُس کے مختصر سُرخی مائل بال صاف نظر آتے تھے۔ بغل میں کشتی دار ٹوپی جس میں حسب معمول سہ رنگا کٹاؤ کا گلاب کا پھول وہی کم قیمت کا لگا ہوا تھا جو اُس کی ہر تصویر میں دیکھا جا سکتا ہے اور اس کے دہنے ہاتھ میں چھوٹا سواری کا چابک تھا جس کی

شام آ پہنچی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا چہرہ پر ایک مستقل کیفیت تھی جس میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہو رہا تھا۔ نگاہیں سیدھی آگے کی جانب جمی ہوئی تھیں اور وہ مقدر کی طرح جس کو کوئی ادھر ادھر نہیں کر سکتا۔ بڑھتا ہوا چلا آتا تھا۔

آگے بڑھ کر اس نے آواز دی "امیر البحر بروقی"

خدا جانے اس آواز نے دوسروں میں بھی وہی برقی اثر پیدا کیا یا نہیں جو میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ میں نے ایسی درشت۔ مرعوب کن اور ایسی دل ہلا دینے والی آواز کبھی نہ سنی تھی۔ گھنی بھوؤں کے نیچے اس کی آنکھوں نے وہ گردش کی کہ معلوم ہوا تلوار چل گئی۔

مجمع میں سے ایک سانولے رنگ اور ادھیڑ عمر کا آدمی بحری وردی پہنے آگے بڑھا اور مودب لہجہ میں کہنے لگا "حضور ارشاد"۔

نپولین نے تیزی سے تین قدم اس کی طرف اس انداز سے بڑھائے کہ امیر البحر کا چہرہ جس پر سمندر کے اثرات نے کافی تغیر پیدا کر دیا تھا زرد پڑ گیا اور اس نے بے بسی کی حالت میں چاروں طرف اس طرح دیکھا گویا امداد کا متمنی ہے۔

اس کے بعد شہنشاہ نے کڑک کی آواز میں کہا "امیر البحر کیا وجہ ہے تم نے کل رات میرے احکام کی تعمیل میں کوتاہی کی؟"

"خداوند مغرب کی جانب سے طوفانی ہوا چلنے کے آثار فضا میں پیدا تھے اور میں نے خیال کیا ...... " امیر البحر نے جس کی سراسیمگی کی یہ حالت تھی کہ بمشکل الفاظ ادا ہوتے تھے کہنا شروع کیا اور اس کے بعد طبیعت پر پھر زور دیکر کہنے لگا "میں نے خیال کیا تھا کہ جہاز ...."

وہ جھکتی ہوئی آواز میں اتنا کہنے پایا تھا کہ شہنشاہ نے انتہائی غصہ میں کہا "تم رائے قائم کرنے والے کون تھے؟ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہاری رائے میری

رائے کی برابری کر سکتی ہے"۔

"خداوند جہاں تک فن جہاز رانی کا تعلق ہے ..."

"ہرگز نہیں ... کسی معاملہ میں بھی نہیں"

"لیکن جہاں پناہ! کیا طوفان نے میری رائے کو ثابت نہیں کیا"۔

"کیا تم مجھ سے زبان لڑانے کی جرأت کرتے ہو"

"صرف اس لئے کہ میں حق بجانب ہوں"۔

مجمع میں اس وقت قبر کا سناٹا چھا گیا تھا گویا سب لوگ دم روکے ہوئے انجام کے منتظر تھے۔

اس وقت شہنشاہ کا چہرہ دیکھ کر ڈر معلوم ہوتا تھا۔ رخسار شعلہ کی طرح سبزی مائل سرخ اور پیشانی کے اعصاب یوں تڑپ رہے تھے کہ مرگی کے دورہ کا گمان ہوتا تھا۔ اُس نے چابک کندھے تک اُٹھایا اور امیر البحر کی طرف ایک قدم بڑھا کر کہا "گستاخ! پاجی!" مگر پاجی کے لئے اُس نے ایک اطالوی لفظ استعمال کیا تھا۔ اور میں نے یہ اکثر دیکھا کہ جس وقت وہ جذبات سے مغلوب ہو جاتا تو اُس کی زبان پر کثرت سے اطالوی الفاظ آجاتے تھے جس سے معلوم ہوتا تھا کہ فرانسیسی اُس کی مادری زبان نہیں ہے۔

ایک لمحہ تک ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ امیر البحر کے منہ پر چابک مارنے کو ہے۔ امیر البحر بھی ایک قدم پیچھے ہٹا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈال کر بولا "خبردار خداوند!"

چند لمحوں تک ایک عجیب طرح کی متذبذب کیفیت قائم رہی۔ مگر آخر کار نپولین نے زور سے چابک خود اپنی ہی ران پر مار کر کہا۔

"نائب امیر البحر میگن آئندہ سے بیڑہ کے متعلق احکام ہمارے نام معاونِ

ہوا کریں گے۔ امیر البحر بروئی تم ۲۴ گھنٹہ کے اندر بولون خالی کر کے ہالینڈ چلے جاؤ... لفٹنٹ جیرا ڈ بر کپنی رسالہ کا موجود ہے۔"

میرے ہمراہی کا ہاتھ فوراً سلام کے لئے ٹوپی تک اٹھا۔

شہنشاہ نے کہا "میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ قلعہ گردبائی سے موسیو ڈمی لاوال کو لے آؤ۔"

"جہاں پناہ وہ حاضر ہیں"

"اچھا اب تم جا سکتے ہو۔"

لفٹنٹ نے فوجی تقاضا کے مطابق سلام کیا اور مڑ کر روانہ ہو گیا۔

ایک شہنشاہ کی نیلگوں آنکھیں اب میری طرف تھیں میں نے اکثر اس کی نگاہوں کا دل میں پیوست ہو جانا سنا تھا۔ اگرچہ پیشتر کا ذکر تھا آج بھی اتفاق ہوا معلوم ہوتا تھا اس کی آنکھیں دل میں پیوست ہو کر اندرونی راز کی تہ کو پہنچ رہی ہیں۔ اس کے چہرہ پر اب غصہ کی کوئی علامت باقی نہ تھی بلکہ اس کے برعکس اس نے نرمی اور لطف لہجہ سے جو کہ رہا تھا اس نے مجھ سے کہا

"اے ایٹین لاوال تم میری خدمت کرنے کے لئے آئے ہو۔"

"خداوند نعمت"

"تم نے اس خیال کے قائم کرنے میں بہت دیر کی"

"صرف اس لئے جہاں پناہ کہ میں خود مختار نہ تھا۔"

"تمہارے والد طبقہ امراء سے تعلق رکھتے تھے؟"

"جی سرکار"

"خاندان بوربون کے طرفدار تھے؟" "جی ہاں"

"اب تم خود دیکھ لو گے کہ فرانس میں طبقہ امراء اور جیکوبن دونوں

مفقود ہیں۔اب سارے فرانسیسی ہیں اور متفقہ طور پر اپنے وطن کی عظمت اور شوکت کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ تم نے لوئیس بوربون کو دیکھا ہے؟"

"سرکار والا ایک مرتبہ اتفاق ہوا تھا"

کیا وہ نہایت معمولی شکل و صورت کا نہیں ہے؟"

"پھر بھی خاصہ شاندار ہے۔"

میں نے ایک لمحہ کے لئے شہنشاہ کی نیلگوں آنکھوں میں کینہ کے آثار دیکھے مگر یہ حالت ایک پل سے زیادہ قائم نہ رہی اُس نے ایک ہاتھ بڑھا کر میرا کان اینٹھا پھر کہا۔

"ایم ڈی لاول تم مصاحب۔۔کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جب لوئیس بوربون کو معلوم ہو جائے گا کہ لندن میں بیٹھ کر اعلانات شائع کرنا اور اُن کے نیچے دستخط کر دینا تخت نہیں دلا سکتا میں نے فرانسیسی تاج کو زمین پر پڑا پایا اور اپنی تلوار کی نوک پر اُٹھا لیا"

ٹیلرانڈ جو پاس ہی موجود تھا بولا "اور خداوند فرانس کو بھی"۔

نپولین نے اپنے مشہور وزیر کی طرف نگاہ پھیر کر دیکھا اور اس مبہم جملہ پر اُس کی نگاہوں سے شک کے آثار پیدا ہوئے۔ پھر اپنے سیکرٹری کی جانب مڑ کر اُس نے کہا۔

"ڈی مینوال موسیو ڈی لاول تمہارے سپرد ہیں۔ میں چاہتا ہوں جب میں توپخانہ کے معائنہ سے واپس ہوں تو وہ کونسل چیمبر میں حاضر ہوں۔

باب ۔ ۳

ہستی نامدار

شہنشاہ۔ سپہ سالار اور حکام سب کے سب معائنہ کے لئے روانہ ہو گئے اور میرے پاس صرف ایک شخص رہ گیا جس نے بڑھ کر خود اپنا تعارف ان الفاظ میں مجھ سے کرایا "میرا نام ڈی مینیوال ہے اور میں شہنشاہ نپولین کا پرائیویٹ سیکرٹری ہوں"۔

اُس کے چہرہ سے نرمی اور ملائمت ٹپکتی تھی۔ آنکھیں بڑی بڑی اور جسم پر سیاہ کوٹ تھا۔

اس کے بعد مجھ کو مخاطب کر کے اُس نے کہا "موسیو ڈی لاوں اب کچھ کھا لینا چاہئے۔ جن لوگوں کو شہنشاہ سے سابقہ رہتا ہے اُن کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب موقعہ پائیں کچھ نہ کچھ پیٹ میں ڈال لیں، اکثر اس کے ساتھ رہتے ہیں گھنٹوں منہ میں کھیل تک اُڑ کر نہیں جاتی اور جو کچھ بھی حاضر رہتے ہیں ہوا سے فاقہ کرنا پڑتا ہے۔ یقین مانئے اکثر بھوک اور پیاس کی وجہ سے میں قریب قریب بے ہوش ہو گیا ہوں"

"مگر خود شہنشاہ یہ تکالیف برداشت کر لیتا ہے کیا؟"

ڈی مینیوال کے چہرہ سے اس درجہ ہمدردی ٹپکتی تھی کہ میں بہت

جلد کافی بے تکلف اور بیباک ہو گیا۔ کہنے لگا۔

"شہنشاہ! وہ تو فولاد کا بنا ہوا ہے۔ ہم لوگ اُس کی کیا برابری کر سکتے ہیں۔ میں نے اُس کو اکثر مسلسل ۱۱ گھنٹے محنت کرتے دیکھا ہے اور اس دوران میں اُس نے سوائے ایک یا دو قہوہ کی پیالیوں کے کوئی چیز استعمال نہیں کی۔ اُس کے ساتھ ہر ایک آدمی تھک کر رہ جاتا ہے۔ حد یہ ہے کہ سپاہی تک اُس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ یقین کیجئے میں اپنی بڑی عزت سمجھتا ہوں کہ اُس کا پرائیویٹ سیکرٹری ہوں مگر بسا اوقات وہ تکلیف ہوتی ہے کہ گھبرا جاتا ہوں۔ بعض اوقات ایم ڈی لاول وہ گیارہ بجے شب تک بولتا ہے اور میں لکھتا جاتا ہوں یہ اس حالت ہوتی ہے کہ نیند سے سر پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ کوئی مذاق نہیں کیونکہ وہ لکھاتے وقت بھی اتنی ہی تیزی سے بولتا ہے جتنا معمولی گفتگو کے وقت۔ جو ایک بار فقرہ بول چکتا ہے اس کو دہراتا نہیں۔ بولتے بولتے آخر وہ یکایک رک کر کہتا ہے "اچھا مینوال اب ختم کرو۔ اب نیند پوری کرنی چاہئیے۔ میں دل میں خوش ہوتا ہوں کہ اب پوری نیند نصیب ہو گی لیکن یکایک وہ یہ کہتا ہے" اب کل تین بجے صبح کام شروع کریں گے" بس یہ ہمارا پوری نیند سونا ہے۔"

بیچارہ سیکرٹری یہ کہتا ہوا باہر نکل آیا۔ میں بھی ساتھ ساتھ تھا۔ یکایک میں نے پوچھا "کیا شہنشاہ کے کھانے کے اوقات مقرر نہیں ہیں؟"

"مقرر تو ضرور ہیں مگر وہ اُن کا پابند نہیں۔ آج ہی دیکھئے کھانے کا وقت گذر چکا ہے مگر وہ معائنہ افواج کے لئے چلا گیا۔ معائنہ کے بعد بہت ممکن کسی اور کام کی طرف توجہ مبذول ہو اور فوراً اسسٹنٹ کو حکم ہو کہ میز پر کھانا چنا جائے۔ بیچارے اسسٹنٹ کا بھی فرض ہے کہ فوراً میز پر کھانا

پہنچا دے۔"

"مگر اُس وقت تک کھانا ٹھنڈا ہو کر کھانے کے قابل نہ رہتا ہوگا۔"
سیکرٹری ہنسا مگر اس کی ہنسی اُس محتاط آدمی کی سی تھی جو اپنے جذبات اور خیالات کے پوشیدہ رکھنے کا عادی ہو چکا ہو۔
ایک بڑے خیمہ کی طرف اشارہ کر کے جو وفتر سے ملحق تھا اُس نے کہا "یہ شاہی باورچی خانہ ہے اور وہ بورل نائب باورچی کھڑا ہے ... کیوں بورل آج کتنے چوزوں کی باری ہے۔"

"افسوس ایم ڈی مینوال بیراجی ٹوٹ جاتا ہے لو دیکھئے۔"
یہ کہکر اُس نے خیمہ کا پردہ اُٹھا جس میں ۷ رکابیاں رکھی تھیں اور ہر رکابی میں ایک ٹھنڈا پکا ہوا مرغ تھا کہنے لگا "آٹھواں بھی اب بالکل تیار ہے مگر سُنا ہے کہ شہنشاہ معائنہ کے لئے چلے گئے۔ اب نواں پکانا پڑیگا۔"
"آپنے دیکھا یوں انتظام کیا جاتا ہے۔" میرے ہمراہی نے کہا "اکثر میں نے دیکھا ہے کہ تیئیس تیئیس مرغیاں پک کر خراب ہو چکیں تب کہیں شہنشاہ نے کھانا مانگا ہے۔ یہ اُس دن کا ذکر ہے جب اُس نے گیارہ بجے شب کو کھانا کھایا تھا وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کھانا اچھا ہے یا معمولی مگر جس وقت حکم ملے باورچی کا فرض ہے کہ کھانا فوراً میز پر پہنچا دے۔ اُس کے لئے نہایت سادہ اور معمولی کھانا کافی ہے۔ کہیئے حیرت کی بات ہے یا نہیں؟"

دفعتاً میری نگاہ کے سامنے ایک ایسا واقعہ ہوا کہ تعجب کی وجہ سے میری چیخ نکل گئی۔ خیموں کے درمیان والی سڑک پر ایک سائیس نہایت خوبصورت عربی گھوڑے کو کنیٹر لئے جاتا تھا۔ ایک جانب ایک سوار سوار کا

بچہ بغل میں دبائے کھڑا تھا۔ جب سائیس گھوڑے کو لیکر پاس سے نکلا تو سوار نے وہ بچہ اُس کی ٹانگوں میں چھوڑ دیا۔ سور کا بچہ زور سے چیخنے لگا مگر گھوڑے کی چال میں ذرا بھی فرق نہ آیا اور وہ اُسی طرح بندھی چال چلتا رہا۔

میں نے اپنے ساتھی سے اِس کا مطلب پوچھا۔ اُس نے کہا "یہ جارڈین شاہی سائیسوں کا جمعدار ہے اور شہنشاہ کے لئے گھوڑا نِکال رہا ہے۔ اِن گھوڑوں کی پہلی تربیت یہ ہوتی ہے کہ اُن کے کان کے پاس توپ چلائی جاتی ہے پھر اچانک اُن پر بوجھل چیزیں ماری جاتی ہیں آخری امتحان یہ ہوتا ہے کہ سور کا بچہ اُن کے پاؤں کے درمیان پھینکا جاتا ہے۔ شہنشاہ کا آسن مضبوط نہیں۔ اور اکثر وہ اِس قدر خیالات میں غرق ہو جاتا ہے کہ اگر پوری طرح سدھا ہوا گھوڑا نہ ہو تو اُس کی جان کا خطرہ ہے۔ خیمہ کے دروازہ پر ایک شخص سو رہا ہے، آپ نے اُسے دیکھا ہو گا۔"

"جی وہ کون ہے؟"

"آپ کو خیال بھی نہ ہو گا کہ اس وقت وہ کسی شاہی خدمت میں مشغول ہے۔"

"واقعہ تو یہی ہے اور اگر فی الحقیقت کوئی خدمت انجام دے رہا ہے تو اُس کی نوکری بڑے مزے اور آرام کی ہے۔"

"خدا کرے سبھی خدمات ایسی آرام دِہ ہوں۔ یہ شخص جوزف لینڈن ہے جس کا پاؤں ٹھیک شہنشاہ کے پاؤں کے برابر ہے شہنشاہ کے لئے جو نیا جوتہ آتا ہے اس کو یہ تین دن اور تین رات پہنے رہتا ہے۔ پھر شہنشاہ اس کو پاؤں میں ڈالتا ہے۔ اُس کے پاؤں میں اس وقت طلائی باکسوئے کا شاہی جوتا موجود ہے۔۔۔ آہ ایم کولین کورٹ! اس وقت آپ کو ہمارے ساتھ کھلنے میں شریک ہونا پڑیگا۔"

ایک دراز قد وجیہ آدمی نفیس لباس پہنے آگے بڑھا اور ہم لوگوں سے

یوں ہم کلام ہوا، "ایم ڈی میلیوال آپ شاذونادر ہی خالی ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ملاقات نصیب نہیں ہوتی۔ میں بھی بحیثیت داروغہ محلات کچھ کم عدیم الفرصت نہیں ہوں مگر آپ کی مصروفیت کی تو انتہا نہیں۔ کیا شہنشاہ کی واپسی تک اتنا وقفہ ہے کہ آپ کھانا کھا سکیں؟"

"جی ہاں۔ لیجئے یہ میرا خیمہ ہے اور کھانا میز پر تیار رکھا ہے۔ یہاں سے ہم شہنشاہ کو واپس ہوتے ہوئے دیکھ سکیں گے اور فوراً اُس سے پیشتر ہی پہنچ جائیں گے۔ ایم ڈی لاول کھانا سپاہیوں کا سادہ ہے اس کے لئے معاف کیجئے گا۔"

میں نے بڑی رغبت سے کھانا شروع کیا مگر اُن کی باتوں میں مجھکو کھانے سے زیادہ لطف آرہا تھا۔ مجھکو انتہائی اشتیاق ... تھا کیونکہ اس حیرت انگیز انسان کی ہر بات کا علم حاصل کروں تاکہ کچھ تو اس کا اندازہ ہو سکے۔ یہ اشتیاق قدرتی تھا کیونکہ اس شخص نے محض اپنی غیر معمولی قابلیت کے بل پر ایک معمولی فرد کے درجے سے عروج حاصل کرکے اپنے آپ کو دنیا میں سب سے طاقتور اور عظیم الشان ہستی بنا لیا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ داروغہ اپنے مالک کے متعلق نہایت بیباکی سے گفتگو کر رہا ہے۔

اُس نے مجھ سے پوچھا "ایم ڈی لاول انگریزوں کی رائے شہنشاہ کے متعلق کیا ہے؟"

"کچھ اچھی نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"جی ہاں یہی مجھکو اخبارات سے بھی معلوم ہوا ہے۔ گو اخبار پڑھتے وقت شہنشاہ مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو جاتا ہے مگر اخبار پڑھنا نہیں چھوڑتا۔ انگلستان پہنچنے پر آپ دیکھ لیجئے گا کہ شہنشاہ کا سب سے پہلا کام یہ ہوگا کہ رسالہ کا ایک دستہ بھیجکر تمام اڈیٹروں کو حراست میں لینے کی کوشش کرے۔"

"اور دوسرا"؟

"دوسرا" اس نے ہنس کر کہا "دوسرا کام یہ ہوگا کہ ایک اعلان شائع کرے کہ ہم لوگوں نے اپنی خواہش اور طبیعت کے خلاف مجبوراً محض انگریزوں کی ہمدردی کے خیال سے انگلستان کو فتح کیا ہے۔ اور شاید یہ بھی ہو کہ اگر تم لوگوں کی ضد ہے کہ تمہارا حکمران پروٹسٹنٹ ہی ہو تو مجھے بھی رومن کیتھولک فرقہ سے اختلاف ہے اور میں تم لوگوں کا ہم خیال ہوں"۔

ڈی مینیول نے کہا "غلط! غلط!" اس کے بشرہ پر دلچسپی مگر دار وغیرہ کی بے باکی پر اس کے آثار نمایاں تھے۔

سلسلۂ گفتگو قائم رکھتے ہوئے اس نے کہا "اس میں شک نہیں ایک موقعہ پر مسلمانوں کی تالیف قلوب کے لئے نپولین نے اسلام کے متعلق عمدہ خیالات کا اظہار کیا تھا اور وہ سینٹ پال کے گرجا میں اسی طرح خوش خوش چلا جائیگا جیسا مسجد کو چلا جاتا تھا مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بادشاہ کے لئے مذہب ناموزوں ہے اور اس کی خواہش ہے کہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھے"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کولین کور نے کہا "شہنشاہ ہر معاملہ پر اس قدر غور کرتا ہے کہ فرانس والوں سے غور کرنے کا مادہ ہی سلب ہوا جاتا ہے۔ ڈی مینیول تم اس کو خوب سمجھ سکتے ہو کیونکہ تمہارا اور اس کا سابقہ میرے مقابلہ بلا کچھ کم نہیں ہے"

"ہاں سچ ہے" سیکرٹری نے جواب دیا "وہ یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ لوگ اپنی عقل آزادی کے ساتھ استعمال کریں۔ میں نے کئی مرتبہ اس کی زبان سے سنا ہے کہ وہ اپنے خدمت گذاروں میں صرف متوسط قابلیت چاہتا ہے۔ یہ درپردہ ہم غریبوں کی مذمت ہے"

کولین کور نے ترش ہو کر کہا "دربار میں عقلمندوں کی سب سے بڑی عقلمندی یہی ہے کہ وہ خود کو عقلمند نہ ثابت ہونے دیں۔"

اس پر میں نے جواب دیا کہ دربار میں تو بڑے بڑے عقلاء موجود ہیں۔"

کولین کور بولا "وہ دربار میں اسی وجہ سے ہیں کہ اپنی حقیقت پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اس کے وزراء محض محرر ہیں۔ اس کے سپہ سالار محض اعلیٰ درجہ کے ایڈ یکانگ کیونکہ ان سب کا کام صرف تعمیل احکام ہے۔ وسط میں یہ حیرت انگیز آدمی ہے۔ چاروں طرف مختلف حکام ہیں جن پر مثل آئینہ کے اس کی گوناگون قابلیتوں اور مختلف حیثیتوں کا عکس اترتا رہتا ہے۔ ایک آئینہ میں اس کا اقتصادی عکس ہوتا ہے اس کا نام "گی برون" ہے۔ دوسرے میں حربی اس کا نام ساواری یا فوشا ہے۔ تیسرے میں مدبرانہ اس کا نام ٹیلرانڈ ہے۔ غرضکہ جامے رنگا رنگ ہیں مگر قامت وہی ایک ہے۔ مثال لیجئے۔ ایم کولین کور داروغہ محلات ہیں مگر بغیر خود شہنشاہ کی اجازت کے ایک آدمی بھی علیحدہ نہیں کر سکتے۔ غرضکہ شہنشاہ ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہیں۔ ایم ڈی ہیلیول اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ہم لوگوں کو تاروں پر نچاتا ہے۔ کسی اور معاملہ میں اس کی حیرت انگیز قابلیت کا میں اس درجہ قائل نہیں جس قدر کہ اس معاملہ میں ہوں۔ وہ ہم لوگوں کو ایک دوسرے سے لڑاتا رہتا ہے تاکہ سازش کا احتمال ہی نہ رہے۔ تمام سپہ سالاروں کو اس نے ایک دوسرے سے لڑا رکھا ہے۔ دیکھو ڈے کو برنا ڈوٹ سے کس درجہ نفرت ہے۔ لین کو بیسائرے سے۔ نے کو میسینا سے۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ان کی تلواریں مشکل نیام میں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔ پھر ہر شخص کی کمزوری سے وہ پوری طرح واقف ہے۔ ساواری

کی زر پرستی کو بناسپرٹ کی خودنمائی۔ ڈوراک کا اُجڈپن۔ برٹیا کی حماقت۔ میرٹ کی بدمذاقی۔ ٹیلرانڈ کی تاجرانہ قمار بازی یہ سب کمزوریاں اُس پر آئینہ کی طرح روشن ہیں اور وہ اِن اوزاروں کی طرح موقعہ محل پر کام لیتا ہے۔ خدا جانے میری سب سے بڑی کمزوری کیا ہے مگر میں خوب جانتا ہوں کہ شہنشاہ کو معلوم ہے اور وہ اُس سے فائدہ بھی اُٹھاتا ہے "

میں نے حیرت سے کہا تھا۔ معاذ اللہ اُس کو کس قدر کام کرنا پڑتا ہوگا"

"سچ ہے" ڈی میبول نے جواب دیا "آپ کا تعجب بجا ہے۔ اس میں کام کرنے کی صلاحیت حیرت انگیز ہے۔ یہ متواتر مسلسل اٹھارہ گھنٹے روزانہ کام کرتا ہے۔ مجلس شوریٰ کی صدارت یوں کی کہ سارے اراکین کام کرتے کرتے میزوں پر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ میں جانتا ہوں جس طریقہ پر اُس نے ڈیما بورن کو تھکا کر مار ڈالا اُسی طرح میری بھی موت کا باعث ہو کر رہیگا۔ مگر میں زبان سے شکایت نہ کروں گا اور یوں ہی کام کرتے کرتے جان دوں گا اِس وجہ سے کہ اگر وہ مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے تو خود بھی تو کام سے نہیں ڈرتا"

ڈیوک ڈی پیین کورٹ نے جواب دیا "فرانس کے لئے ایسے ہی آدمی کی ضرورت تھی۔ وہ ترتیب اور نظام کا مجسمہ ہے۔ انقلاب کے بعد جو بدنظمی پیدا ہوئی اس میں ہر شخص حکمرانی چاہتا تھا مگر کوئی تعمیل حکم کے لئے تیار نہ تھا اُس کا اندازہ کیجئے تب آپ کو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت نپولین نے کل فرانسیسی قوم کو بربادی سے بچایا یعنی ہر ایک آدمی خواہشمند تھا کہ کوئی قابل اعتماد انسان مل جائے کہ اُس کی رہنمائی میں معاملات دے سکیں اتفاق سے یہ آدمی مل گیا جو بشر نہیں فولادی ستون ہے۔ ایم ڈی لاول اُس وقت کا آپ سے کیا ذکر کروں۔ آپ نے اسے اب دیکھا ہے جب وہ اپنی انتہا ممکن

حاجت پوری کر چکا ہے۔ آج کل وہ خوش مزاج اور مطمئن ہے۔ اُس وقت تک اُس کی ایک آرزو بھی پوری نہ ہوئی تھی گو دل میں لاکھوں تمنائیں تھیں۔ اُس وقت اُس کی نگاہیں دیکھ کر عورتیں جھجک جاتی تھیں۔ وہ گلیوں میں بھیڑیئے کی مانند چکر لگاتا تھا۔ جب باہر نکلتا لوگ مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔ اُس وقت اور اِس وقت کے چہرہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اُس وقت اُس کے گالوں پر صرف ہڈی اور چمڑہ تھا۔ اُس کی ترچھی نگاہیں مرعوب کُن تھیں اور جبڑے بجلی کی طرح کھلے ہوئے تھے۔ یہ پستہ قد لفٹننٹ بونا پارٹ جو برائین کے فوجی مدرسہ سے تعلیم پاکر نکلا تھا عجیب شکل و صورت کا آدمی تھا۔ اُس زمانہ میں اسے دیکھکر میرے منہ سے بیساختہ نکلا تھا کہ یہ وہ آدمی ہے جو یا تخت یا پھانسی کے تختہ پر نظر آئیگا۔ چنانچہ اس کو دیکھو...‘‘

’’اور جب آپنے رائے قائم کی تھی اُس کو پورے دس سال بھی نہیں گذرے‘‘ میں نے جواب دیا۔

’’ہاں صرف دس سال! اسی قدر زمانہ میں تقدیر نے اسکو فوجی ڈیرہ سے نکالکر محل شاہی میں بٹھا دیا گو وہ اسی لیئے پیدا ہوا تھا۔ اس کی ترقی روکنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔ ڈی بوریَن کہتا تھا کہ برائین کے مدرسہ میں بھی اس کے چہرہ پر تحکم کے آثار پائے جاتے تھے۔ مدح و ذم تبسم اور غضب کے آثار اُس وقت بھی وہی تھے جو اب ہیں۔ ایم ڈی لاول آپنے اُس کی ماں کو دیکھا ہے سچ مچ ملکہ معلوم ہوتی ہے۔ دراز قامت۔ سنجیدہ۔ محتاط اور خاموش۔ یہی سرچشمہ نپولین کا منبع ہے‘‘۔

سیکرٹری کی آنکھوں میں اِس بیباک انداز گفتگو پر خوف کے آثار پیدا ہو گئے۔

اتنے میں ایم کولین کورنے پھر کہا "ایم ڈی لاول آپ سمجھ گئے ہونگے کہ ہم کسی ظالم یا جابر بادشاہ کے عہد میں نہیں رہتے ورنہ اِس درجہ آزادی سے گفتگو کی جرأت نہ کر سکتے۔ جو کچھ ہم لوگ اِس وقت شہنشاہ کی غیبت میں کہہ رہے ہیں وہی اُس کے مُنہ پر بھی کہہ سکتے ہیں اور بہت ممکن ہے کہ وہ سُن کر خوش ہوتا یہ تقاضائے بشری ہے کہ اُس میں چھوٹی چھوٹی کمزوریاں ہیں لیکن اگر بحیثیت حکمراں دیکھا جائے تو مشکل سے کوئی آدمی ایسا نظر آئے گا جو اپنی قوم کے انتخاب کو عملاً اِس قدر معقول جائز اور پسندیدہ ثابت کر دکھائے۔ وہ اپنی رعایا کے ہر فرد سے زیادہ محنت کرتا ہے۔ ایک محبوب سپہ سالار ہے۔ سپاہی اُس پر فریفتہ ہیں۔ وہ ایسا مخدوم ہے جس کے خادم اُس کے جاں نثار ہیں۔ اُس کے لئے کوئی دن تعطیل کا نہیں۔ وہ ہر وقت محنت کرنے کو تیار رہتا ہے۔ محل شاہی میں اُس سے زیادہ کھانے پینے میں محتاط شاید ہی کوئی دوسرا ہو۔ اپنے زمانہ تنگدستی میں اُس نے بھائیوں کو اپنے خرچ سے تعلیم دلائی۔ مرفع الحالی کے زمانہ میں وہ دُور دُور کے قرابت داروں کو اپنی فارغ البالی میں شریک کرتا ہے۔ قصہ مختصر وہ کفایت شعار۔ جفاکش اور محتاط ہے۔ ایم ڈی لاول اخبارات میں ولیعہد انگلستان کے متعلق اکثر قصے نظر آتے ہیں۔ مقابلہ کیجئے تو وہ نیولین کے مقابلہ میں ذرہ برابر بھی حقیقت نہیں رکھتا"

مجھکو برائیٹن۔ لندن اور نیومارکیٹ کی افواہیں اور بدنامیاں یاد آگئیں اور ولیعہد کی طرفداری میں میرے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

میں نے جواب میں کہا "انگریز شہنشاہ کی شخصی زندگی پر نہیں بلکہ اُس کے پبلک ۔ نتائج خیال اور رسوم انگیزیوں پر حملہ کرتے ہیں"

اس پر کوبین کور بولا " جناب حقیقت یہ ہے کہ شہنشاہ اور ہم لوگ سب اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ دنیا کی وسعت فرانس انگلستان دونوں کے لئے ناکافی ہے۔ ان میں سے ایک ہی رہ سکتا ہے۔ انگلستان کے کچل جانے پر ہی مستقل صلح کی بنیاد پڑ سکتی ہے۔ اٹلی ہمارا ہے۔ آسٹریا کو ہم جس طرح ایک بار کچل چکے ہیں پھر جب چاہیں کچل سکتے ہیں۔ جرمنی میں خانگی نااتفاقیاں ہیں۔ روس کو مشرق اور مغرب میں وسعت پذیری کے لئے بہت گنجائش ہے۔ امریکہ کو کسی فرصت کے وقت لوئیزیانہ یا کینیڈا کا بہانہ پکڑ کر تسخیر کر سکتے ہیں غرضکہ سارے عالم کی شاہی ہماری منتظر ہے اور درمیان میں صرف یہ ایک چیز حائل ہے "

یہ کہہ کر اس نے خیمہ کے کھلے ہوئے حصہ میں سے رودبار انگلستان کی طرف اشارہ کیا۔

سمندر پر سفید مرغابیوں کے پروں کے مانند انگریزی جہازوں کے بادبان نظر آ رہے تھے جو ہماری بندرگاہوں کا سلسلۂ آمد و رفت منقطع کئے ہوئے تھے۔ مجھ کو گذشتہ شب کا منظر یاد آگیا۔ سمندر پر جہازوں کی روشنی زمین پر خیموں کے چراغ۔ بری اور بحری قوتیں ایک دوسرے کے مقابل میں صف آرا تھیں اور ایک عالم نتیجہ کا منتظر تھا۔

باب ۔۱۴

بادشاہوں کی باتیں

ایم ڈی مینیول جاکر اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا جہاں سے شاہی خیمہ صاف نظر آتا تھا مگر خدا جانے ہم لوگ باتوں میں منہمک تھے یا واپسی پر شہنشاہ نے دوسرا رستہ اختیار کیا تھا کہ ہم اُس کی واپسی سے مطلع نہ ہو سکے اور سب کے سب دُھک سے رہ گئے کیونکہ شاہی محافظ دستہ کا کپتان ہمارے خیمہ میں داخل ہوا اور اس نے ڈی مینیول کو مطلع کیا کہ شہنشاہ اپنے سیکرٹری کا انتظار کر رہا ہے۔

بیچارے ڈی مینیول کا چہرہ دھوئے ہوئے کپڑے کی طرح سفید ہو گیا پریشانی کی وجہ سے معلوم ہوتا تھا اُس کے منہ سے بات نکلنا مشکل ہے۔ بمشکل اُس نے کہا "مجھے وہاں موجود ہونا چاہئے تھا... افسوس میری قسمت کیسی خراب ہے۔ ایم ڈی کولین کو رمعاف کیجئے گا۔ میری ٹوپی اور کرچ کہاں ہے... آئیے ایم ڈی لاول اب ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا چاہئیے۔"

ڈی مینیول کے خوف اور امیر البحر بروئی کے واقعہ سے مجھکو معلوم ہو چکا تھا کہ سارے ملازم شہنشاہ سے کس قدر مرعوب تھے۔ اُنکو کسی وقت اطمینان

نہ ہوتا تھا وہ ہمیشہ کسی گہرے غار کے کنارہ پر رہتے تھے۔ آج قدر افزائی ہوئی تو کل ڈانٹ دے گئے۔ تنہائی میں مجمع میں ہر جگہ ذلیل کر دیا جانا گویا کوئی بات ہی نہ تھی تاہم باوجود ان سب باتوں کے تعجب یہ ہے کہ سارے ملازم اُس سے بیحد محبت رکھتے تھے اور اس طرح اُس کی خدمت بجالاتے تھے کہ کسی بادشاہ کا کسی نوکر نے کبھی نہ کی ہو گی۔

برآمدہ شاہی میں اب بھی لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں نے اپنے ہمراہی سے کہا "مناسب یہ ہو گا کہ میں یہیں ٹھہروں"۔

اُس نے جواب دیا "نہیں نہیں میں آپ کا ذمہ دار ہوں۔ آپ کو میرے ساتھ ہونا چاہئے خدا کرے وہ مجھ سے خفا نہ ہو۔ خدا جانے وہ کیونکر بغیر میرے دیکھے ہوئے خیمہ میں پہنچ گیا"۔

میرے خوفزدہ ساتھی نے آہستہ دروازہ کو ہاتھ لگایا۔ فوراً ہی رستم مملوک نے جو اندر ہر وقت بطور محافظ موجود رہتا تھا دروازہ کھولا۔ جس کمرہ میں ہم لوگ اب داخل ہوئے وہ بہت وسیع تھا مگر نہایت سادگی سے آراستہ بھورے نقرئی رنگ کا کاغذ چاروں طرف لگا ہوا۔ چھت گیری نیلگوں اور اُس کے وسط میں سونے کا شاہی عقاب تھا جس کے پنجہ میں رعد تھی۔ باوجود گرمی کے ایک جانب تیز آگ جل رہی تھی اور فضا عود و لوبان کی خوشبو سے معطر معلوم ہوتی تھی۔ کمرہ کے وسط میں ایک بہت بڑا گول میز تھا جس پر سبز رنگ کا میز پوش پڑا ہوا اور بہت سی چٹھیاں اور کاغذات ترتیب کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ اس میز کی ایک جانب چھوٹا لکھنے کا میز اور رکھا تھا اور اُس کے سامنے ایک کرسی پر شہنشاہ بیٹھا تھا۔ چند افسر دیواروں سے لگے ہوئے کھڑے تھے مگر شہنشاہ کسی کی جانب بھی متوجہ نہ تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا قلمتراش تھا!

جس سے وہ کرسی چھیل رہا تھا۔ ہم لوگوں کے داخل ہونے پر اُس نے بڑی رکھائی سے اپنے سر کو جنبش دی اور کہا۔

"ایم ڈی مینیول مجھ کو تمہارا انتظار کرنا پڑا۔ مجھے نہیں یاد ہے کہ کبھی سابق سیکرٹری بورئین کا بھی مجھے انتظار کرنا پڑا ہو... معذرت کی حاجت نہیں لو اس رپورٹ کی نقل کر دو جو میں نے تمہاری غیر حاضری میں تحریر کی ہے"۔

بیچارے ڈی مینیول نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کاغذ لیا اور پہلو کی جانب ایک میز پر چلا گیا جو اس کے استعمال کے لئے لگی ہوئی تھی۔ نپولین کرسی سے اُٹھا اور آہستہ آہستہ ہاتھ پشت پر باندھ کر ٹہلنے لگا۔

اُس کا گول سر اُس کے کندھوں پر ذرا آگے کی طرف جھکا ہوا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ سیکرٹری کا ہونا بہت غنیمت ہے کیونکہ صرف ایک اُس رپورٹ کے لکھنے میں اُس نے سب روشنائی گرائی تھی۔ اور معلوم ہوتا کم از کم دو دفعہ تو اُس نے قلم اپنی سفید برجس کے گھٹنوں سے پونچھا ہوگا۔ میں خاموشی رستم کے پاس دروازہ کے قریب کھڑا تھا۔ شہنشاہ نے مجھ کو نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

کچھ ہی وقفہ کے بعد نپولین نے کہا "ڈی مینیول نقل تیار رہے جاہیں اس کے سوا اور بھی کام کرنے ہیں"۔

سیکرٹری اپنی کرسی پر نصف مڑا اس وقت اس کے چہرہ پر پہلے سے بھی زیادہ بدحواسی کے آثار تھے۔ اُسنے رکتے ہوئے کہنا شروع کیا "خداوند" مگر اس سے زیادہ کوئی بات اُس کے منہ سے نہ نکلی۔

نپولین نے پوچھا "کیوں اب کیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا "حضور والا آپ نے جو کچھ تحریر کیا ہے اُس کے پڑھنے میں کچھ دِقت ہو رہی ہے"

"واہ... لیکن یہ تو معلوم ہو گیا کہ رپورٹ کس امر کے متعلق ہے"

"جی ہاں سرکار گھوڑوں کے چارہ کے متعلق ہے"

نپولین مسکرایا۔ اِس وقت اُس کے چہرہ پر لڑکپن کے آثار تھے۔ کہنے لگا۔

"ڈی مینیول تم نے بنا سیبر بز کی یاد تازہ کر دی۔ میں نے اُس کو جنگ میرینگو کا مفصل حال لکھا تو وہ سمجھا کہ میدان جنگ کا نقشہ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا میرا خط پڑھنے میں تم لوگوں کو اِس قدر دِقت کیوں ہوتی ہے۔ اِس سارے کاغذ میں گھوڑوں کے چارہ کے متعلق ایک حرف بھی نہیں۔ صرف امیر البحر وِلنو کے نام ایک مراسلہ ہے جس میں آپ نے بیڑہ کو اِس طرح ترتیب دینے کی ہدایت کی گئی ہے کہ کُل رود بار انگلستان کا بیڑہ ہمارے قبضہ میں آجائے۔ لاؤ میں پڑھ دوں"

اتنا کہہ کر نپولین نے فوراً کاغذ چھین لیا اور دیر تک پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ آخر کار عاجز ہو کر کاغذ کا گولہ بنایا اور کمرہ کے نیچے پھینک دیا پھر کہا "اچھا میں بولتا ہوں تم لکھتے جاؤ"

وہ کمرہ میں ٹہل رہا تھا اور الفاظ کی بارش ہو رہی تھی جس کو غریب ڈی مینیول نہایت محنت کے ساتھ پسینہ میں تر بتر کاغذ پر لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب خیالات کے تلاطم نے اُس کی طبیعت کو پریشان کیا آواز اور بھی تیز ہو گئی۔ اُس کے قدم بہ عجلت پڑنے لگے۔ اُس نے اپنے داہنے ہاتھ کا کف اسی ہاتھ کی انگلی سے پکڑ لیا اور بایاں ہاتھ مرگی کے مریض کی طرح

کانپنے لگا۔ مگر یہ بات قابل غور تھی کہ اُس کے خیالات اور تدابیر اسقدر صاف اور واضح تھیں کہ ایک ناواقف آدمی بھی اُن کو بآسانی سمجھ سکتا تھا۔ سب سے زیادہ جس بات پر مجھ کو حیرت ہوئی وہ اُس کے معلومات کی وسعت تھی جس کی وجہ سے وہ نہایت وثوق کیساتھ نیبرول۔ روکفورٹ۔ کیمارزے۔ قلعہ چیپنا اور بریسٹ کے ہر قسم کے جہازوں کے اور اُن کے ملاح اور توپوں کے متعلق لکھ رہا تھا۔ حیرت یہ حیرت یہ تھی کہ انگریزی جہازوں کے متعلق بھی اُس کی معلومات اتنی ہی زبردست تھیں۔ اگر ایک امیر البحر اس قدر معلومات کا اظہار کرتا تو بھی تعجب کی جگہ تھی مگر جب میں نے سوچا کہ اُس کے دماغ میں ایسے ہی سارا شعبوں کے متعلق معلومات کا ذخیرہ بھرا ہوا ہے تو گنجائش اور وسعت دماغ پر جو حیرت مجھکو ہوئی اُس کی کوئی انتہا نہیں۔

معلوم ہوتا تھا وہ میری جانب قطعاً متوجہ نہیں ہے حالانکہ وہ مجھے نہایت غور سے دیکھ رہا تھا کیونکہ لکھانے کے بعد وہ فوراً میری طرف مڑا اور بولا "ایم ڈی لاوال تم کو حیرت ہے کہ میں بحری معاملات بلا وزیر بحری کی امداد کے طے کر رہا ہوں مگر میں نے ہمیشہ سے یہ قاعدہ رکھا ہے کہ ہر شے کے متعلق خود واقفیت بہم پہنچاؤں اور ہر کام خود کروں۔ اگر ان بوربون حضرات میں یہ بات ہوتی تو وہ آج انگلستان کے کہروں میں نہ بیٹھے ہوتے"

"لیکن اس کے لئے حضور والا کے سے زبردست حافظہ کی ضرورت ہے" میں نے جواب دیا۔

وہ کہنے لگا "یہ محض تربیت کا نتیجہ ہے۔ میرے دماغ میں الماری کے سے خانے ہیں۔ جب ایک خانہ کھولتا ہوں تو باقی کو بند کر دیتا ہوں شاذ ہی ایسا ہوتا ہے کہ میں جس خانہ میں جو ڈھونڈھنا چاہوں وہ نہ ملے۔

نام اور تاریخ یاد رکھنے کے لئے میرا حافظہ موزوں نہیں مگر واقعات اور شباہت کے معاملہ میں بہت زبردست ہے۔ ایم ڈی لاول مجھ کو بہت سی باتیں یاد رکھنی پڑتی ہیں۔ مثلاً ایک خانہ میں سمندر پر جسقدر جہاز ہیں اُن کی فہرست ہے۔ دوسرے میں فرانس کی بندرگاہ اور قلعے ہیں۔ مثال کے طور پر سنو ایک روز وزیر جنگ تمام ساحلی مقامات اور اُن کے مدافعانہ انتظامات کی رپورٹ پیش کر رہا تھا۔ میں نے فوراً ٹوک دیا کہ وہ مقام آسٹینڈ کے ایک توپخانہ میں دو توپوں کو نظرانداز کر گیا ہے۔ تیسرے خانہ میں فرانس کی کُل فوجیں ہیں۔ کیوں سپہ سالار برتھیا وہ خانہ ٹھیک ہے یا نہیں؟"

اِس سوال پر صاف چہرہ کا آدمی جو کھڑکی کے پاس کھڑا دانتوں سے اپنے ناخن کاٹ رہا تھا تعظیماً جھکا اور بولا "خداوند بعض اوقات تو یقین ہوتا ہے کہ آپ ہر ایک سپاہی کے نام سے بھی واقف ہیں"

شہنشاہ نے کہا "ہاں میں اپنے پرانے مصری سپاہیوں میں سے تقریباً ہر شخص کو جانتا ہوں۔ ایم ڈی لاول، ایک چوتھا خانہ اور ہے جس میں فہرست پولیس۔ سڑک۔ حرفت اور اندرونی انتظامات سلطنت کے سررشتہ کی فہرست ہے۔ قانون۔ اقتصادیات۔ اٹلی۔ نوآبادیاں۔ ہالینڈ اور اور چیزوں کے لئے بھی علیحدہ علیحدہ خانے ہیں۔ درحقیقت فرانس اب اپنے حکمرانوں سے فقط نشان وشکوہ اور خوش پوشی کی توقع نہیں رکھتا۔ وہ اسی قدر نہیں چاہتا کہ وہ بارہ سنگوں کا اور ہرنوں کا شکار کھیلتے پھریں نہیں بلکہ وہ کام کریں اور محنت کے عادی ہوں"

میرے دل میں معذور لیکن نمود ونمائش کے شوقین لوئس بوربون کا خیال آیا جس کے پاس ایک مرتبہ میرے والد مجھ کو لے گئے تھے اور مقابلہ

کرنے پر یقین ہو گیا کہ واقعی تنزل اور مصائب کے بعد فرانس میں نظام و استحکام کی تجدید کے لئے ایسے ہی زبردست دماغ کی ضرورت تھی۔

اتنے میں شہنشاہ نے پھر کہا "ایم ڈی لاول کیا تمہیں میری رائے سے اتفاق ہے؟" یہ کہہ کر آگ کے قریب ٹھٹک کر رہ گیا اور اپنے خوبصورت سنہرے بکسوئے والے جوتے سے چنگاریوں کو ملنے لگا۔

میرا جواب سننے پر اس نے کہا "یہ عین خردمندی ہے کہ تم اس نتیجہ پر پہنچے ہو۔ مگر تمہارا ہیئت سے ایسا خیال نہ تھا کیوں؟ کیا یہ سچ ہے کہ ایک انگریزی قصبہ میں تم ایک انگریز سے اس بات پر لڑ پڑے تھے کہ اس نے میری بربادی کا جام تجویز کیا تھا؟"

مجھے ایشفورڈ والا قصہ یاد آگیا مگر اس بات کی شہنشاہ کو خبر... کیونکر ہوئی۔ اتنے میں اس نے پھر سوال پوچھا "آخر تم کیوں لڑنے کو آمادہ ہوئے تھے؟"

میں نے جواب دیا "خداوند میرے دل میں یہی آیا"۔

"کیا کہتے ہو! دل میں یہی آیا تھا"

"میری سمجھ میں آج تک یہ نہیں آیا کہ لوگ وقتی جذبات سے متاثر ہو کر کیونکر کوئی کام کر گذرتے ہیں۔ پاگل تو ضرور فوری جذبات سے متاثر ہوتے ہیں اور ہونا چاہیئے مگر ایک صحیح الدماغ آدمی سے ایسا ہونا عجیب بات ہے۔ ایسی حالت میں کہ تم کو مجھ سے کوئی توقع نہ تھی تم نے اپنی جان کیوں معرض خطر میں ڈالی تھی؟"

"جہاں پناہ محض اس خیال سے کہ میں فرانس اور آپ دونوں کو درحقیقت ایک ہی شئے تصور کرتا ہوں"۔

نپولین کمرہ میں ٹہل رہا تھا۔ اس کا داہنا ہاتھ مرتعش تھا اور وہ اکثر چشمہ لگا کر ہم لوگوں کو دیکھتا جاتا تھا کیونکہ نگاہ اس درجہ کمزور تھی کہ وہ کمرہ کے اندر ہو یا باہر میدان میں بلا چشمہ کی امداد کے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کچھوے کی کھال کی بنی ہوئی ڈبیا میں سے وہ بعض اوقات ناس نکال نکال کر سونگھتا جاتا تھا، حالانکہ مشکل سے خفیف سا حصہ ناس کا اس کی ناک میں پہنچتا تھا باقی انگلیوں سے نکل کر واسکٹ اور فرش پر گر جاتا تھا۔ میرے جواب سے وہ بہت خوش ہوا اُس نے فوراً میرا کان پکڑا اور کافی زور سے کھینچتے ہوئے کہا۔

"میرے دوست سچ کہتے ہو۔ در اصل میں اور فرانس ایک ہیں بعینہ جس طرح فریڈرک اعظم اور پرشیا ایک تھے۔ میں فرانس کو دنیا کے بزرگ ترین ملکوں میں شامل کر دوں گا۔ سارے یورپ کے بادشاہوں کو پیرس میں ایک ایک محل بنانے کی ضرورت ہو گی تاکہ تاجپوشی کے وقت میرے جانشین"

بس یہ کہنا تھا کہ اُس کے چہرہ پر کرب کے آثار پیدا ہوئے اُس نے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور دل کے الفاظ اُس کے منہ سے نکلتے سنائی دیئے گویا کوئی فی الحقیقت وہ اپنے دل سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا "میرے خدا میں یہ ساخت و پرداخت کس کے لئے کر رہا ہوں۔ میرا جانشین کون ہو گا؟"

فوراً ہی بات ٹال کر اُس نے مجھ سے کہا "کیا انگریز میرے حملہ کا خوف کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں، کیا انگلستان میرے رودبار کو عبور کرنے کے خیال سے فکرمند ہے؟"

راست گوئی نے مجھ کو صاف صاف بے کم و کاست واقعہ بیان کرنے پر مجبور کیا یعنی یہ برعکس اس کے انگریزوں کو یہ اندیشہ تھا ایسا نہ ہو

نپولین رود بار کو عبور نہ کر سکے۔ میں نے دوسرے پیرایہ میں اُس سے کہا۔
”حضور والا انگریزی بّری فوج کو اسکا رشک ہے کہ اب تک جتنے موقعے نام آوری کے ملے وہ سب بحری فوج کو ہی کو ملے اور وہ محروم رہے“۔
”مگر انگریزوں کی بّری فوج تو نہایت مختصر ہے“۔
لیکن ہر انگریز رضا کار ہے“
”او ہ رضا کار“! یہ کہکر اُس نے اپنے ہاتھ کو اس طریقے سے حرکت دی گویا وہ ساری انگریز فوج کو اپنے سامنے سے صاف کئے دیتا ہے پھر کہا ”میں ایک لاکھ آدمی لیکر کینٹ یا سسکس پر اُتروںگا۔ ایک جمی ہوئی لڑائی میں جس کی قیمت دس ہزار فرانسیسی جانیں ہونگی۔ انگلستان فتح کر لونگا۔ تیسرے روز میں لندن جا پہنچونگا۔ اور جاتے ہی تمام مدبروں بنک کے مالکوں سوداگروں اور اخبار والوں کو حراست میں لے لونگا۔ بعد ازاں میں اُن کے ساتھ میں اُن پر دس کروڑ تاوان جنگ مقرر کرونگا۔ امرا کے مقابلہ میں غریبوں کو بڑھا کر اور انکا فائدہ کر کے میں ایک فریق کو اس ترکیب سے اپنا خیر خواہ بنا لوں گا۔ پھر سکاٹلینڈ اور آئرلینڈ کو انگلستان سے اس ترکیب سے علیحدہ کرونگا کہ انہیں ایک مفید اور بہتر نظام حکومت عطا کر دیا جائے گا جس سے وہ انگلستان سے بہتر حالت میں ہو جائیں گے۔ بس اِس طریقے سے فرقہ بندیاں کرونگا اور پھر انگلستان چھوڑنے کے معاوضہ میں اُن کا بیڑہ اور نو آبادیاں طلب کرونگا۔ اِس طرح میں کم از کم ایک صدی کے لئے تو فرانس کو دنیا کی سب بڑی طاقت بنا کر چھوڑ جاؤں گا“۔

اِس مختصر خاکہ سے نپولین کی مخصوص دماغی قابلیت کا پتہ چلتا تھا۔

اُس کے دماغ میں عظیم الشان تدابیر سوچنے کی قوت کے ساتھ ساتھ عملاً فروعات کو ترتیب دینے اور حل کرنے کی بھی صلاحیت تھی یہی وجہ تھی کہ اُس کی شاعرانہ تدبیریں ناممکنات کی حد سے نکل کر ممکنات کی حد میں آجاتی تھیں ادھر تسخیر مشرق کا خیال دماغ میں آیا اور ادھر اُس کے ساتھ ہی ساتھ جہازوں۔ بندرگاہ۔ ذخیرہ اور سپاہیوں کی فہرست دماغ میں مرتب ہو گئی جس کے باعث اُس کا خیال اور خواب فوراً عملی جامہ پہنکر امکانات کے دائرہ میں جلوہ افروز ہو جاتا تھا۔ ہر سوال کی حقیقت کو وہ اُسی دماغی قوت اور دانائی کے ساتھ گرفت میں لے آتا تھا جس طرح اپنی بڑی قوت کی وجہ سے بید ھا دشمن کی دارالسلطنت پر جا کر حملہ آور ہوتا تھا۔ شاعرانہ قوت پرواز اور اعلیٰ صلاحیت عمل جس آدمی میں متفق ہوں گی اُسے وہ سارے عالم کے لئے خطرہ بنا دیگی۔

وہ کبھی بلا کسی خاص مقصد کے کوئی کام نہ کرتا تھا اور میرا خیال ہے کہ اِن سب باتوں سے اُس کی غرض یہ تھی کہ اپنی اعلیٰ قابلیت حکمرانی سے مجھ کو واقف کر دے تاکہ میں اُس سے خوش عقیدہ ہو کر دیگر تارکانِ وطن کو اِس سے خوش عقیدہ کرا سکوں۔ بہر حال میں کھڑا رہا اور وہ مختلف شعبہ جات سلطنت کے امور سر انجام دیتا گیا اُس مافوق الفطرۃ دماغ کے لئے ہر شئے یکساں تھی نہ کوئی شئے حقیر تھی نہ کوئی خطیر۔ ابھی وہ دو لاکھ انسانوں کے لئے موسم سرما کے قیام کا مسئلہ حل کر رہا ہے اور پھر جو دیکھا تو کولین کور سے محل کے اخراجات میں تخفیف کی گنجائش پر بحث کر رہا ہے۔

یکایک اُس نے کہا میری رائے ہے کہ گھر میں کفایت شعاری

برتی جائے تاکہ باہر شان و شوکت قائم ہو سکے میں جب سب لفٹنٹ تھا تو بآسانی بارہ سو فرانک سالانہ میں گذر کرتا تھا اور اگر پھر اسی قدر رقم ملنے لگے تو مجھکو کوئی دقت نہ ہو۔ محل کا اسراف بند ہونا چاہئے۔ دیکھو میں تمہارے حساب میں دیکھتا ہوں ایکسو پچپن پیالہ روز قہوہ کے خرچ ہوتے ہیں۔ ایک پونڈ شکر کی قیمت ۴ فرانک ہے۔ ایک پونڈ قہوہ ۵ فرانک فی پیالہ رکھو تو کل بیس لیور ہوئے۔ مناسب یہ ہوگا کہ قہوہ کے لئے ایک رقم مقرر کردی جائے۔ اصطبل کے اخراجات بھی بہت زیادہ ہیں۔ موجودہ نرخ کے لحاظ سے دوسو گھوڑوں کے اصطبل میں ہر گھوڑے کے لئے سات یا ۸ فرانک کافی ہونا چاہئے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے اُوپر اس قدر روپیہ صرف کیا جائے"۔

اِس طریقہ سے چند منٹ کے اندر دہ لاکھوں اشرفیوں کے حساب سے گذر کر چند پیسوں کے حساب پر آجاتا تھا اور امور سلطنت طے کرتے کرتے اصطبل کا حساب جانچنے لگتا تھا۔

وہ اکثر کنکھیوں سے مجھے دیکھتا جاتا تھا کہ میں اُس کی دماغی قوت سے مرعوب ہوں یا نہیں گو اُس وقت میری سمجھ میں خاک نہ آتا تھا کہ میری رائے کی اس کو کیوں اتنی فکر تھی۔ لیکن اب جب میں گذشتہ واقعات پر نظر ڈالتا اور سمجھتا ہوں کہ صرف میرے اطاعت قبول کرنے کی وجہ سے صدہا طبقہ اُمرا کے نوجوان وطن واپس آکر اُس کی خدمت قبول کرنے لگے تو ماننا پڑتا ہے کہ مستقبل پر اُس کی نظر جیسی پڑتی تھی ویسی میری نہیں پڑ سکتی تھی۔

یکایک اُس نے کہا "ایم ڈی لاول۔ تم نے میرا طرز عمل دیکھا کیا تم میری ملازمت اختیار کرنے کو تیار ہو"

میں نے جواب دیا "یقیناً۔ حضور والا"

"میں بہت سخت مالک ہوں" اُس نے مسکرا کر کہا "مگر اکثر نہیں کبھی کبھی۔ تم اُس وقت موجود تھے جب میں نے امیر البحر بروئی سے گفتگو کی۔ ادنیٰ اعلیٰ ہم سب کو خوب سمجھنا چاہئے کہ فرض کی ادائی میں نقص نہ رہ جائے" پھر گلے پر ہاتھ رکھ کر اُس نے کہا "مگر میرا غصہ کبھی اس سے اونچا نہیں جاتا۔ میں غصّہ کو دماغ پر مسلط ہونے نہیں دیتا۔ ڈاکٹر کارو زار موجود ہیں ان سے پوچھو کہ اُن کے تمام مریضوں میں سب سے سُست میری نبض ہے یا کسی اور کی"

اس پر ایک مہربان بشرہ والے آدمی نے جو سپہ سالار برٹیا سے آہستہ آہستہ کان میں باتیں کر رہا تھا کہا "کھانا حضور والا سب سے تیز کھاتے ہیں"۔ شہنشاہ نے جواب دیا "او ہو بدمعاش تم ہمیشہ مجھ پر یہی الزام لگاتے ہو۔ میرا ڈاکٹر اس قصور پر مجھ سے خفا ہے کہ میں دواؤں سے مرنے کے بجائے مرض سے مرنا قبول کرتا ہوں۔ اگر میں بہت تیز کھانا کھاتا ہوں تو یہ فرانس کا قصور ہے جس کے معاملات مجھ کو کھانے کے لئے چند منٹ سے زیادہ کی مہلت نہیں دیتے۔۔ لو خوب یاد آیا کیوں کانسٹنٹ کھانے کا وقت گذر چکا؟"

"خداوند نیم گھنٹہ ہوئے" کانسٹنٹ نے جواب دیا۔

"اچھا کھانا فوراً میز پر لے آؤ"

"بہتر جہاں پناہ۔ مگر ایک شخص گھڑیاں لئے حاضر ہے"

"آہا! بھیجو فوراً بھیجو ہم ضرور دیکھیں گے"

فوراً ہی ایک آدمی حاضر ہوا جس کی صورت بتائے دیتی تھی کہ بہت طویل سفر کر کے آیا ہے۔ بغل میں ایک بید کی ٹوکری تھی۔ شہنشاہ نے اس کو دیکھ کر کہا "میں نے دو روز ہوئے جب تمہیں بلایا تھا"

اُس نے جواب دیا "خداوند قاصد کل پہنچا اور میں فوراً ہی پیرس سے چل کھڑا ہوا۔ دیرہ بدیرہ سفر کرتا ہوا آیا ہوں۔"

"تمہارے پاس نمونے ہیں؟"

"جی سرکار۔"

"مجھے میز پر چن دو۔"

"دیکھنے پر معلوم ہوا کہ ان ایک ایک فٹ لمبی گڑیوں کا جو مقصد تھا۔ وہ سب نہایت خوشنما ریشمی اور مخملی کپڑے پہنے ہوئے تھیں جن میں سنہری گوٹ لگی تھی۔ جب ان کے بنانے والے نے اُن کو ایک ایک کر کے میز پر چنا تو میری سمجھ میں آیا کہ شہنشاہ اپنی فطرت کے مطابق ہر شئے کا خواہ کتنی ہی غیر ضروری ہو خود ہی انتظام کرتا ہے اور اُس کے ادنیٰ سے ادنیٰ پہلو پر غور کرتا ہے۔ یہ گڑیاں اس لئے بنوائے گئے تھے کہ معلوم ہو دربار کی پوشاکیں کس قسم کی ہونی چاہئیں اور ان کا اثر دیکھنے والوں پر کیسا پڑے گا۔

ایک گڑیا کو میں نے اُٹھا کر پوچھا

"یہ کون ہے؟"

"خداوند، ملکہ کی شکار کی پوشاک ہے۔"

نپولین جس نے حسب معمول پوشاک کے مسئلہ پر بھی غور کر کے ایک قطعی رائے قائم کر رکھی تھی بولا "اسکی کمر اونچی .... ہونی چاہئیے۔ یہ کمبخت فیشن کی ایک بدعت ہے جس کا میں آج تک انتظام نہیں کر سکا۔ میرا درزی ہمیشہ تین انچ کپڑا کوٹ میں کم کر دیتا ہے اور فرانس کی پوری برّی اور بحری فوج اس کو باز نہیں رکھ سکتی۔ اچھا یہ کون ہے؟"

"خداوند، میر شکار ہے۔"

"اچھا بوڑھا یہ تم ہو۔ کیوں تمہیں اپنی پوشاک پسند ہے۔ یہ کون ہے؟"

"خداوند یہ آرچ چانسلر ہے۔"

"یہ ارغوانی؟"

"یہ میر حاجب ہے۔"

بادشاہ ایسا خوش تھا جیسے بچہ کو نیا کھلونا مل گیا اُس نے اُن سب کو چار چار پانچ پانچ کی ٹولیوں میں جمع کیا تاکہ درباریوں کے مل کر گفتگو کرنے میں جو منظر پیدا ہوتا ہے اس کا اندازہ کر سکے۔ آخر کار اُس نے اُن سب کو ٹوکری میں رکھا اور بولا "خوب۔ تم نے اپنا کام نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔ یہ نمونہ درباری درزیوں کو بھیجدو اور اُن سے تخمینہ طلب کرو۔ دیکھو درزی سے کہدینا آیندہ سے اُس نے ایسا حساب بھیجا جیسا اب کے بھیجا تھا تو میں اُسے قید خانہ میں بھجوا دوں گا۔ ایم ڈی لاول کیا ایک پوشاک کے لئے پچیس ہزار فرانک تم مناسب قیمت سمجھو گے خواہ وہ پوشاک بوجینی ڈی شوازیل ہی کے لئے کیوں نہ ہو؟"

میرے خدا کیا کوئی ایک بات بھی ایسی تھی جو اس ساحر کی نگاہوں سے پوشیدہ ہو؟ فوجوں کی لڑائیاں اور قوموں کی کشمکش میں اس کو میرے عشق کے قصے کیونکر معلوم ہو گئے۔ میں نے اُس کی طرف نیم استعجاب اور نیم خوف کی نظروں سے دیکھا۔ اس وقت پھر شہنشاہ کے زرد چہرہ پر وہی دلآویز طفلانہ تبسم پیدا ہوا اور اس نے اپنا چھوٹا نرم ہاتھ میرے کندھے پر ایک لمحہ کے لئے رکھا۔ خوشی کے وقت اُس کی آنکھوں کا رنگ حد کا نیلگوں ہو جاتا تھا حالانکہ غور کرنے کے وقت اُن کا رنگ سیاہی مائل اور اشتعال کے وقت بھورا ہوتا تھا۔

یکایک اُس نے کہا۔ ”تم کو اُس وقت بھی حیرت ہوئی تھی جب میں نے سرائے میں تمہاری اور انگریز کی لڑائی کا ذکر کیا تھا اور اب اِس نوجوان خاتون کے ذکر پر تو تمہاری حیرت کی انتہا ہی نہیں رہی۔ اگر اِس قسم کے واقعات میرے کانوں تک نہ پہنچیں تو انگلستان میں جاسوس رکھنے کا فائدہ ہی کیا اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔“

”مگر خداوند میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس درجہ معمولی باتیں آپ تک کیوں پہونچائی جاتی ہیں“ میں نے مودبانہ کہا ”یا کیوں آپ اُنہیں یاد رکھتے ہیں۔“

شہنشاہ نے کہا ”تم بہت منکسر المزاج ہو دیکھو کہیں دربار میں رہ کر اس عادت کو نہ کھو دینا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہارے ذاتی معاملات میرے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے؟“

میں نے عرض کیا ”میرا تو یہی خیال ہے“

اُس نے کہا ”اچھا تمہارے چچا کا کیا نام ہے۔“

میں نے جواب دیا ”کارڈنل موی لاول ڈوکی مانٹمورنیسی“

”ٹھیک اور وہ اِس وقت کہاں ہے۔“

”جرمنی میں“

”ہاں جرمنی میں نہ کہ ناٹرڈیم میں جہاں میں چاہتا ہوں کہ وہ ہوتے۔ تمہارا عم زاد بھائی کون ہے۔“

”ڈیوک ڈی روہن۔“

”وہ کہاں ہے۔“

”لندن میں“

”ہاں لندن میں نہ کہ ٹیولریز میں جہاں جو وہ مانگتا سو پاتا میں کیسا اوقات

سوچتا ہوں کہ اگر میرے مقدر نے پلٹا کھایا تو کیا مجھے ایسے وفا کیش خیرخواہ نصیب ہوں گے جیسے بوربون کو ملے تھے۔ کیا جن لوگوں نے میری وجہ سے عروج حاصل کیا وہ میرے ساتھ ترک وطن کے لئے تیار ہو جائیں گے اور تاوقتیکہ میں واپس آؤں ہر عقیدہ سے انکار کر دیں گے۔ برٹیا یہاں آؤ"

برٹیا فوراً حاضر ہوا اور شہنشاہ نے حسب عادت اپنے محبوب خادم کا پیار سے کان پکڑا اور کہا۔ "کیوں بدمعاش میں تجھ پر اعتماد کر سکتا ہوں؟"

برٹیا نے جواب دیا "میں سمجھتا نہیں خداوند"

گفتگو یوں آہستہ آہستہ ہوتی تھی کہ کمرہ میں کوئی شخص نہیں سُن سکتا تھا مگر اب ہر شخص کے کان برٹیا کا جواب سُننے کے مشتاق تھے۔

شہنشاہ نے کہا۔ "اگر مجھ کو ملک بدر کر دیا گیا تو تم بھی ترک وطن کرو گے؟"

"خداوند نہیں؟"

"اوہ غضب خدا کا... مگر خیر تم کم سے کم صاف گو ہو"

"حضور والا میں ترک وطن کر ہی نہ سکوں گا"

"کیوں؟"

"اس وجہ سے کہ میں اُس وقت تک آپ پر سے قربان ہو چکا ہوں گا"

نپولین ہنس پڑا اور بولا "تعجب ہے پھر بھی لوگ ہمارے برٹیا کو کُند ذہن کہتے ہیں۔ برٹیا سچ ہے مجھ کو تم پر اعتماد کامل ہے۔ گو میں مخصوص وجوہات کی بناء پر تم کو نہایت عزیز رکھتا ہوں۔ مگر تم دوسروں کے لئے قطعی کارآمد نہ ہو گے۔ موسیو ٹیلرانڈ اب یہ میں تمہارے لئے نہیں کہہ سکتا تم مجھ کو اسی عجلت اور مستعدی کے ساتھ چھوڑ کر نئے مالک کے ساتھ ہو جاؤ گے جیسے اپنے پرانے مالک کو چھوڑ کر میرے ساتھ گئے ہو۔ تم خود ہی خوب جانتے ہو کہ زمانہ

کے ساتھ بدل جانے کی تمہیں غیر معمولی قابلیت حاصل ہے"

شہنشاہ کو اس میں بڑی دلچسپی ہوتی تھی کہ اچانک لوگوں سے ایسے سوال کر بیٹھے جن کا جواب دینا مخاطب کے لئے مصیبت ہو جاتا ہے۔ ہر شخص کو یہ خوف لگا رہتا تھا کہ خدا جانے وہ کس سے کیا پوچھ بیٹھے۔ بہر حال اس وقت جب خوف پر دلچسپی غالب تھی اور ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھیں یہ مشہور مدبر اس کا کیا جواب دیتا ہے۔ ہر شخص جانتا تھا کہ نپولین کا جملہ امر واقعہ تھا۔ ٹیلرانڈ اپنی سیاہ آبنوس کی چھڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اُس کے چوڑے کندھے آگے کو جھکے ہوئے تھے۔ چہرہ متبسم تھا گویا واقعی اس کی تعریف کی گئی تھی نہ کہ مذمت اور وہ اپنی تعریف پر خوش تھا۔ اس ابن الوقت میں چند ہی ایسی باتیں تھیں جو قابل وقعت ہوں مگر ان چند میں ایک یہ بات ضرور تھی کہ وہ ہمیشہ نپولین سے برابر کا برتاؤ کرتا تھا کبھی خوشامد یا چاپلوسی روا نہ رکھتا تھا۔

ٹیلرانڈ نے کہا "خداوند آپ کا خیال ہے کہ اگر آپ کے دشمن میرے ساتھ آپ سے بہتر سلوک کرنے کو تیار ہوں تو میں آپ سے منحرف ہو جاؤں گا؟"

شہنشاہ نے جواب دیا "مجھ کو خیال نہیں اس کا پورا پورا یقین ہے۔"

ٹیلرانڈ نے کہا "جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آپ کے دشمن میرے ساتھ کیا سلوک کر سکتے ہیں اس وقت تک کوئی رائے غیر ممکن ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ انہیں کوئی بہت بڑا سلوک تجویز کرنا پڑیگا۔ بین فلاءنٹس کے شاندار محل اور دو لاکھ سالانہ تنخواہ کے علاوہ میری ایک یہ حیثیت بھی ہے کہ یورپ کا سب سے بڑا وزیر ہوں۔ اب تو سوائے اس کے مجھ کو بادشاہ بنا دیا جائے؟ اور کوئی صورت ترقی کی معلوم نہیں ہوتی"۔

نپولین فکر مند نظروں سے اُس کی طرف دیر تک دیکھتا رہا پھر بولا "نہیں

مجھے تمہاری طرف سے کھٹکا نہیں ہے۔ٹیلرانڈ یا تو تم میڈم گرانڈ سے شادی کرلو یا اُس کو علیحدہ کرو۔۔ میں نہیں چاہتا میرے دربار میں فضول اذکار پیدا ہوں"۔

اِس قدر خانگی اور نازک معاملات کے متعلق نپولین کو اس درجہ آزادی اور بیباکی سے گفتگو کرتے ہوئے سُن کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی لیکن درحقیقت اس حیرت انگیز انسان کی خصوصیات میں یہ بات تھی کہ عام طور پر اُن باتوں کو کہہ گذرتا تھا جو محض خانگی تعلقات پر مبنی ہوتی تھیں۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ حجاب اور مذاق سلیم درحقیقت دو بیڑیاں ہیں جو متوسط دماغ کے لوگ غیر معمولی دماغ کے لوگوں کے پاؤں میں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انتخاب زوج سے لے کر ناجائز تعلقات کے ترک تک ہر نازک معاملہ پر یہ چھبیس برس کا فاتح نظر ڈالتا اور ان کا قطعی طور سے تصفیہ کر دیتا تھا۔

ٹیلرانڈ تبسم ہوا پھر بولا" خداوند یہ میری اوائل عمر کی تربیت کا نتیجہ ہے۔ کہ میری طبیعت شادی کی طرف مائل ہی نہیں ہوتی"۔

"آہا میں بھول گیا کہ میں درحقیقت آٹن کے پادری سے گفتگو کر رہا ہوں"۔ نپولین نے ہنس کر کہا" میرا خیال ہے تاجپوشی کے وقت پاپائے روم کے ساتھ جو تھوڑا بہت سلوک ہم نے کیا اس کی وجہ سے ہمیں اتنا حق ضرور حاصل ہے کہ اِس معاملہ میں اُس سے امداد طلب کریں۔ دیکھو یہ میڈم گرانڈ بڑی دانا عورت ہے۔میں نے دیکھا ہے وہ جو کچھ سنتی ہے اُسپر غور بھی کرتی ہے"۔

ٹیلرانڈ نے اپنے کندھوں کو حرکت دی اور نپولین نے پھر کہا۔

"سب سے قابل عورت وہ ہے جو اپنی قابلیت کو پوشیدہ رکھنے کی اہل ہو۔ فرانس ہمیشہ عورتوں کے باعث خطرہ میں رہا۔اِس وجہ سے کہ اسکی عورتیں

مردوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتیں کہ ہمیں اُن کے دماغوں کی نہیں بلکہ اُن کے دلوں کی ضرورت ہے۔ جب کسی بادشاہ پر انہوں نے اپنا اثر پیدا کر لیا تو اس کو تباہ کر کے چھوڑا۔ ہنری چہارم اور لوئس چہاردہم کی مثالیں لو۔ یہ دونوں تخیل کے بندے ہے۔ خواب و خیال کے غلام اور جاہ بات کے نتیجے تھے۔ نہ اُن میں قوت عمل تھی۔ نہ منطق نہ دوراندیشی۔ کم بخت میڈم ڈی سٹال کو دیکھو۔ کوائسٹیر بیٹن جرمین کو دیکھو ان دونوں کی اُن تھک زبان نے مجھے انگلستان کی پوری بحری قوت سے زیادہ تکلیف پہنچائی ہے۔ اُن کو چاہئیے بچوں کی نگہداشت اور سینے پرونے میں وقت صرف کریں۔ ایم ڈی لا دل شاید تمہارا خیال ہو گا کہ میرے یہ خیالات مخدوش ہیں۔"

اس سوال کا جواب دینا سہل نہ تھا۔ اس لئے میں خاموش رہا۔ اتنے میں شہنشاہ نے پھر کہا۔

"تم ابھی عملی انسان نہیں ہو۔ ایک وقت آئے گا جب تم ان باتوں کو سمجھو گے۔ ایک زمانہ تھا کہ میرا بھی خیال تمہاری طرح ہی تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب احمق پیرس کے باشندے کہتے تھے کہ سر برآوردہ جنرل ڈی بوہرنا کی بیوہ نپولین سے شادی کرنے میں سخت حماقت کرتی ہے۔ آہ وہ خواب بھی کتنا خوشگوار خواب تھا! ملان سے مینٹو تک ایک روز کا سفر ہے اور نو سرائیں راستہ میں پڑتی ہیں۔ اس ایک روز کے سفر میں میں نے اپنی بیوی کو ہر سرائے سے ایک خط لکھا تھا۔ ایک دن میں ۹ خط! مگر موسیو رفتہ رفتہ یہ افسوں اُتر گیا۔ ایک وقت وہ آجاتا ہے کہ آدمی محض واقعات ہی سے سروکار رکھتا ہے۔"

مجھ کو فوراً خیال آیا کہ موجودہ حالات سے پہلے وہ کس قدر پُر شور نوجوان

ہوگا۔ افسوس وخواب! آہ زندگی ان کے بغیر کیسی خشک اور روکھی ہے۔ ایٹود نپولین کے چہرہ پر ملال کے آثار تھے گویا تاجِ شاہی بھی وہ مسرت عطا نہیں کر سکتا تھا جو نوجوانی کے افسوس وخواب عطا کر سکتے ہیں۔ بہت ممکن ہے اُن خطوں سے اسکو وہ مسرت حاصل ہوئی ہو جو مختلف صلح ناموں سے بھی نہ حاصل ہو سکی۔ جن کی رو سے اُس نے بڑے بڑے تاجداروں سے کئی کئی صوبے حاصل کئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر میں ان خیالات کے آثار اُس کے چہرے سے اُڑتے ہوئے بادلوں کی طرح دور ہو گئے۔ اور وہ پھر اپنی اچانک اور مختصر طرز میں میرے معاملات پر گفتگو کرنے لگا۔

"یوجینی ڈی شوازیل ڈیوک شوازیل کی بھتیجی ہے کیا؟"

"جی خداوند" میں نے جواب دیا۔

"اور تم دونوں منسوب ہو چکے ہو"

"جی عالم پناہ"

اُس نے بے صبری کے ساتھ اپنے سر کو جنبش دی اور کہا "بیٹی! لادل اگر تم میرے دربار میں عروج حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان معاملات کو میرے اختیار میں چھوڑ دو۔ کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے دشمن یعنی تارکانِ وطن کے ساتھ سلسلہ ازدواج کے معاملات سے دلچسپی نہ لوں۔"

"مگر خداوند اس کو بھی میرا اتنا ہی خیال ہے جتنا مجھ کو اُس کا۔"

"ہونہہ! اس عمر کی لڑکی کی رائے اور اُس کا خیال ہی کیا؟ اُس کی رگوں میں تارکانِ وطن کا خون ہے اور وہ اپنا رنگ دکھا کر رہے گا۔ موسیو ڈی لادل تمہاری شادی کا انتظام میں کروں گا اور میں چاہتا ہوں کہ تم پانٹ ڈی بریکیز اکر ملکہ کی خدمت میں حاضر ہو۔ سکیوں کا نسٹنٹ کیا بات ہے؟"

کانسٹنٹ نے آگے بڑھ کر عرض کیا "خداوندا ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتی ہے۔ کیا میں اُس سے پھر کسی وقت آملنے کے لئے کہہ دوں؟"

نپولین نے آواز اونچی کرکے کہا "کیا خاتون!" پھر مسکرا کر اُس نے کہا "اس خیمہ میں بغیر داڑھی مونچھ والے شاذ ہی آتے ہیں۔ وہ کون ہے اور کیا چاہتی ہے؟"

"خداوند اُس کا نام میڈموازیل سبل برناک ہے۔"

"غالباً بڈھے گردبائی والے برناک کی لڑکی؟ موسیو ڈی لاول برناک تمہارا ماموں ہے کیا؟"

میں نے اس کا جواب اثبات میں دیا مگر جواب دیتے وقت میرے چہرہ پر شرم کی جھلک تھی۔ شہنشاہ اس جھلک کے مفہوم کو تاڑ گیا پھر بولا۔

"خیر اس میں شک نہیں اُس کا پیشہ اچھا نہیں مگر ضروری بے شک ہے کیا تمہارے ماموں کے قبضہ میں وہی جائداد ہے جو تم کو ملنی چاہئیے تھی؟"

"جی خداوند" میں نے دبی آواز سے کہا۔

اُس کی نیلگوں آنکھوں میں شک کے آثار پیدا ہوئے اور وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "مجھے امید ہے محض جائداد واپس پانے کی غرض سے تم میری ملازمت نہیں اختیار کر رہے ہو؟"

"نہیں حضور والا میری آرزو یہ ہے کہ محض اپنے بل پر ترقی حاصل کروں"

شہنشاہ نے فرمایا "نئی جائداد حاصل کرنا حاصل کی ہوئی جائداد کو برقرار رکھنے سے زیادہ قابل فخر ہے۔ ایم ڈی لاول بھی تمہاری جائداد کو واپس نہیں کر سکتا۔ حالت یہ ہے کہ اگر جائداد واپس کرنے کا سلسلہ شروع ہو جائے تو منقطع ہونا غیر ممکن ہے۔ نیز ساری قوم میں بے اطمینانی پھیل جائے۔ جو لوگ اس قسم کی جائدادوں پر قابض ہیں اُن سے زیادہ جاں نثار میرے دوسرے

ملازم نہیں۔ جب تک تمہارے سادہ لوکی طرح یہ لوگ میری خدمت کرتے رہیں جائداد یں اُن کی ہیں۔ مگر اس لڑکی کو مجھ سے کیا کام ہے۔ کانسٹنٹ جاؤ اُس نوجوان خاتون کو حاضر کرو۔"

ایک لمحہ کے اندر ہی حاجب میری بہن کو کمرہ میں لیکر آگیا۔

سبل کا چہرہ زرد تھا مگر اُس کی بڑی سیاہ آنکھوں میں عزم راسخ اور استقلال کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور وہ شہزادی کی شان لیکر کھڑی تھی۔

شہنشاہ کی عادت میں داخل تھا عورتوں سے خواہ خود اُس کی معشوقہ ہی کیوں نہ ہو تیکھے پن سے بات کرتا تھا۔ چنانچہ سب سے بھی اُس نے تیکھے پن سے پوچھا "تمہارا کیا نام ہے اور یہاں کیوں آئی ہو؟"

سبل نے چاروں طرف نظر ڈالی۔ اور میں نے دیکھا کہ جب مجھ سے اُس کی آنکھیں ملیں تو اس سے اُس کی ہمت میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ شہنشاہ کو نہایت جرات کے ساتھ دیکھ کر اُس نے کہا "حضور میں ایک حاجت لیکر حاضر ہوئی ہوں۔"

شہنشاہ نے فرمایا "تمہارے والد کی خدمات تم کو میری عنایت کا مستحق کرتی ہیں۔ کہو کیا چاہتی ہو؟"

سبل نے جواب دیا "میں اپنے باپ کے حق سے نہیں مانگتی اور نہ مانگنا چاہتی ہوں۔ میں اپنے حق سے مانگتی ہوں۔ میری التجا یہ ہے کہ آپ ایم لوسین لی سیج کی جان بخشی کر دیں جو کل بغاوت کے الزام میں گرفتار ہو کر آیا ہے۔ خدا وند وہ طالب علم ہے محض خیالات اور اعتقادات کا بندہ۔ لوگوں نے اسے اپنے قابو میں لے کر کٹھ پتلی کی طرح استعمال کیا ہے۔"

شہنشاہ نے سختی سے کہا "خیالات اور اعتقادات کا بندہ۔ یہی لوگ

سب سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں"

پھر جیب سے کاغذوں کا بنڈل نکال کر شہنشاہ نے ایک خط اُسے دیکھا پھر کہا۔

"شاید اُس کو تمہارے عاشق ہونیکا فخر حاصل ہے"؟

سبل کے زرد چہرہ پر سُرخی دوڑ گئی اور شہنشاہ کی تیز اور طنز آمیز نگاہوں کے سامنے اُس کی آنکھیں جھک گئیں۔

شہنشاہ نے کہا "یہ اُس کے بیانات ہیں۔ اُس کے حق میں یہ بالکل مفید نہیں ان کاغذات سے جو کچھ اُس کا اندازہ ہو سکا ہے وہ یہ ہے کہ وہ تمہاری محبت کے ہرگز قابل نہیں ہے"۔

"حضور والا۔ میں منت کرتی ہوں کہ آپ اُس کو رہا فرماویں"۔

"تم جس بات کو طلب کرتی ہو وہ ناممکن ہے۔ میری ذات کے خلاف دو طرفہ سازشیں برپا ہیں ایک طرف بوربون دوسری طرف جیکوبن میں نے اب تک بڑے تحمل سے کام لیا ہے۔ مگر میرے تحمل سے اُن کی ہمتیں اور بڑھ گئی ہیں۔ کیڈوڈال وارڈوانکمپن نے خاتمہ کے بعد اب بوربون خاموش ہیں۔ باقی سلسلے دوسروں کو ملنا چاہیئے"۔

مجھے تو اُس وقت بھی حیرت تھی گہ پ ، کی ہے کہ میری جری اور آپ جیسی ہستی اس نامرد کمینہ خیال انسان سے اس درجہ محبت کیونکر رکھ سکتی تھی۔ حالانکہ قانون فطرت کے بالکل مطابق ہے کہ متضاد طبائع ایک دوسرے کی جانب ملتفت ہوتی ہیں۔ شہنشاہ کا سخت جواب سن کر سبل کے زرد چہرہ پر جو آخری قطرات خون باقی تھے وہ بھی غائب ہو گئے۔ اُس کی آنکھوں میں ناامیدی کے اشک بھر آئے جو اس کے سفید گلابی گالوں سے

رخساروں پر قطرات شبنم کی طرح ڈھلک نکلے۔

شہنشاہ کے قدموں پر گر کر اُس نے کہا "حضور خدا کے لئے۔ اپنی والدہ کا تصدق اُس کی جان بخشی فرمائیے۔ میں ذمہ دار ہوں کہ اُس سے آئندہ اس قسم کے جرم کا ارتکاب نہ ہوگا۔"

نپولین نے غصہ میں بھر کر منہ پھیر لیا۔ اور کمرہ میں بے صبری کیسا تھ ٹہلتے ہوئے بولا۔ "بس بس میں تمہاری التجا ہر گز قبول نہیں کر سکتا۔ میں جب جواب دے دوں تو اس کو قطعی سمجھنا چاہئیے۔ امور سلطنت کے تصفیوں میں عورتوں کی دخل اندازی گوارا نہیں کی جا سکتی۔ جیکوبن اب بڑھ چلے ہیں اور خطرناک ہیں اُن کو عبرتناک سبق کی ضرورت ہے۔"

شہنشاہ کے چہرہ کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس کا فیصلہ قطعی ہے تاہم عورتوں کی طرح میری بہن نے اپنی التجاؤں کا سلسلہ قائم رکھا اور کہا۔ "خداوند وہ نقصان پہنچانے والا نہیں۔"

"اُس کی موت دوسروں کے لئے باعث عبرت ہوگی۔" نپولین نے جواب دیا۔

"اُس کو چھوڑ دیجئے میں اُس کی وفاداری کی ضامن ہوں۔"

"تمہاری خواہش بعید از امکان ہے۔"

اب میں نے اور کانسٹنٹ نے سبل کو زمین سے اُٹھایا۔ اور شہنشاہ نے کہا "وہ ٹھیک ہے موسیو۔ اس گفتگو کا کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اپنی بہن کو کمرہ سے باہر لے جاؤ۔"

مگر سبل پھر شہنشاہ کی طرف مڑی۔ وہ اب تک نا امید ہوئی تھی کہنے لگی "خداوند آپ کہتے ہیں عبرت کی ضرورت ہے۔ آخر گوساک بھی تو ہے۔"

"آہ کاش ٹوساک میرے قبضہ میں ہوتا"

"جہاں پناہ وہی ان سب میں زیادہ مخدوش ہے اُس نے اور میرے باپ نے توسین کو پھانسا ہے اگر عبرت ہی منظور ہے تو بجائے بے گناہ کے گنہگار کو کیوں نہ سزا دی جائے"

"مجرم دونوں ہیں اور علاوہ اس کے ایک ہمارے قابو میں ہے اور دوسرا ہمارے قابو سے باہر"

"لیکن اگر میں اُس کو گرفتار کرا دوں؟"

نپولین نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا "تو بے شک اس حالت میں لی سیج کی جان بخشی کی جائیگی"

"مگر یہ کام ایک دن میں نہیں ہو سکتا"

"کتنا وقت مانگتی ہو"

"کم از کم ایک ہفتہ"

"اچھا تو لی سیج کو ایک ہفتہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر اس اثنا میں تم نے ٹوساک کو گرفتار کرا دیا تو لی سیج کو معاف کر دیا جائے گا نہیں تو آج سے آٹھویں روز وہ قتل ہوگا۔ بس ایم ڈی لاول اپنی بہن کو لے جاؤ مجھ کو اور بھی کام کرنے ہیں۔ میں پانٹ ڈی بریکز میں تمہارا منتظر رہونگا۔ تم ملکہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آنا"

باب ۔۵

فاتح عالم

جب میں اپنی بہن سبل کو شہنشاہ کے حضور سے ہٹا کر لے گیا تو یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ باہر وہی لفٹننٹ موجود ہے جو مجھ کو شہنشاہ کے حضور میں حاضر کرنے کے لئے گرو بائی پہنچا تھا۔ اُس نے سبل سے بڑھ کر پوچھا "کیوں میڈموازل کیا نتیجہ نکلا؟"

اس کے جواب میں سبل نے محض سر کو حرکت دی۔ لفٹننٹ جو بہت اشتیاق سے ہم لوگوں کی طرف بڑھا تھا بولا "مجھے بھی یہی خوف تھا۔ شہنشاہ بڑا مستقل مزاج آدمی ہے۔ آپ نے بڑی جرأت سے کام لیا کہ اُن تک تشریف لے گئیں۔ مجھ کو تو شہنشاہ کے [illegible] کر جانے سے یہ بدرجہا سہل معلوم ہوتا ہے کہ دیوانہ وار گھوڑے پر سوار ہو کر ایک پورے دستہ فوج پر حملہ آور ہو جاؤں مگر خاتون مجھ کو بہت افسوس ہے کہ آپ ناکام واپس ہوئیں۔"

اُس کی نیلگوں آنکھوں میں جن سے ظرافت ٹپک رہی تھی اشک بھر آئے اور خوشنما بڑی بڑی مونچھیں اس قدر قابل رحم انداز سے نیچے لٹک

آیلس کہ اگر موت و زیست کا معاملہ درپیش نہ ہوتا تو میں ہنسی ضبط نہ کرسکتا۔

سبل نے کہا "لفٹننٹ جیرارڈ سے میری اتفاقاً راستہ میں ملاقات ہوگئی تھی وہ مجھے خیمہ تک پہنچانے چلے آئے۔ میں اُن کی ممنون ہوں کہ انہیں میری پریشانی سے ہمدردی ہے۔"

میں نے کہا "سبل مجھے بھی تم سے ہمدردی ہے۔ تم نے اس معاملہ میں فرشتہ خوئی کا اظہار کیا ہے اور وہ بڑا ہی خوش نصیب آدمی ہے جس کو تمہاری محبت کی برکت نصیب ہے۔ کاش وہ اس کے شایاں ثابت ہوسکے۔"

اس جملہ پر جس سے اُس کے ذلیل عاشق کے متعلق شبہ ظاہر ہوتا تھا اُس کا رنگ متغیر ہوگیا۔ رعونت اور سرد مہری اُس کے چہرہ پر ٹپکنے لگی اور اُس نے کہا "جتنا میں اس کو جانتی ہوں تم اور شہنشاہ نہیں جان سکتے۔ اس کا دل و دماغ شاعرانہ ہے۔ وہ خود اس قدر بلند اور پاکیزہ خیال ہے کہ کمینوں کی سازشوں کا اُس کو وہم بھی نہیں ہوا۔ اور وہ اُن کا شکار ہوگیا مگر میں تو معاملہ پر ترس نہ کھاؤں گی کیونکہ میں تو جانتی ہوں کہ وہ پرانا قاتل ہے اور چار پانچ کے خون سے اُس کا ہاتھ رنگین ہے پھر یہ بھی میں جانتی ہوں کہ جب تک وہ زندہ ہے فرانس میں امن و امان غیر ممکن ہے۔ بھائی لوئیس تم اس معاملہ میں میری مدد کو تیار رہو۔"

لفٹننٹ جیرارڈ تو مونچھوں کو تاؤ دیتا اور مجھ کو رشک آلود نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس نے قابل رحم آواز میں کہا "خاتون مجھ کو بھی امداد کی اجازت دیجئے۔"

سبل نے کہا "بہت ممکن ہے کہ مجھ کو دونوں کی ضرورت پڑے۔"

اگر ضرورت ہوئی تو میں آپ کی تلاش کرونگی۔ آپ کو اب میں اس قدر اور زحمت دوں گی کہ میرے ہمراہ خیمہ تک چلے چلیں اور پھر وہاں مجھکو تنہا چھوڑ دیں"۔

سبل میں ایک خاص تحکمانہ انداز گفتگو تھا جو اُس کے شیریں لبوں سے بہت پیارا معلوم ہوتا تھا۔ میں جس گھوڑے پر سوار ہو کر آیا وہ لفٹننٹ کے گھوڑے کے پاس ہی بندھا ہُوا تھا۔ میں جست کر کے اُس پر سوار ہو گیا اور ہمراہ ہو لیا۔

جب ہم لوگ عمارتوں سے کچھ دُور چلے گئے تو سبل نے کہا "بس اُب میں یہاں سے تنہا جاؤنگی۔ مگر کیا میں اس کا پورا پورا یقین رکھوں کہ تم میری اس معاملہ میں مدد کرو گے؟"

میں نے جواب دیا "یقیناً"

لفٹننٹ جیرارڈ بیچ میں بول اٹھا "میڈم وارل جب تک جان میں جان ہے"۔

"دو ایسے بہادروں کی ہمدردی یقیناً میرے لئے بہت مفید ہوگی"۔ سبل نے اس پر مُسکرا کر کہا۔ یہ کہکر اُس نے گھوڑے کو ایڑ دی اور گرو بائی کی جانب روانہ ہو گئی۔

میں کچھ دیر غور کرتا رہا کہ آخر وہ کیا تدبیر ہے جس پر اس کو اتنا بھروسہ ہے کہ لوساک ضرور گرفتار ہو جائے گا۔ بہت ممکن ہے جہاں لوش اور ساوارے ناکامیاب رہے وہاں یہ عورت کامیاب ہو جائے جس کی ذہانت اور کوشش اس وجہ سے اور بھی چوگنی ہو گی کہ کامیابی و ناکامیابی پر اُس کے عاشق کی زندگی اور موت کا انحصار تھا۔ میں نے دیکھا میرا ہمراہی اب تک سبل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور اُس کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

"قسم خدا کی۔ اینٹین۔ یہ عورت تیرے لائق ہے۔ کیا آنکھ ہے۔ کیا

تبسم ہے شہسوار کتنی اچھی ہے، شہنشاہ تک سے نہیں ڈرتی۔ ایمٹین یہ عورت اس قابل ہے کہ تجھ کو نصیب ہو...“

جب تک سہل نگاہوں سے اوجھل نہ ہوگی وہ ان الفاظ کو بڑبڑاتا رہا۔ اُس کے اوجھل ہو جانے کے بعد اُس کو خیال آیا کہ وہ تنہا نہیں اور میں بھی اُس کے ہمراہ ہوں۔

مجھ سے اُس نے کہا ”تم اس خاتون کے بھائی ہو تم میرے ساتھ اس معاملہ میں مدد دینے میں شریک ہو معلوم نہیں معاملہ کیا ہے مگر میں پوری طرح آمادہ ہوں“ میں نے پوچھا ”تو سارک کی گرفتاری ہیں“

”بخدا کی قسم ہاں اس لئے کہ اُس نے عاشق کی جان بخشی ہے“

کچھ عرصہ تک اُس کے بُشرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ متضاد خیالات کی کشمکش میں ہے۔ مگر آخر کار مردانگی غالب آئی اور اُس نے کہا ”خیر میں اُس کے لئے یہ بھی گوارا کر لوں گا“

میں نے جیرارڈ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اُس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا ”وہ جہاں گھوڑے بندھے ہیں یہ کپتنی سواروں کی بارک ہے جس وقت تم لفٹننٹ ہیرارڈ کو طلب کرو گے وہ تلوار لیکر مدد کو حاضر ہو جائے گا“

یہ کہہ کر اُس نے باگ کا اشارہ دیا اور تیز رفتار روانہ ہو گیا۔ اُس کے چہرہ پر جوانی اور شجاعت کے آثار نمایاں تھے۔ چار روز تک نہ میری اس نے مجھکو یاد کیا نہ مجھے اپنی خوفناک ماموں کی کچھ خبر ملی۔ میں اب شہر بولون میں آگیا تھا اور اپنے محدود ذرائع کے لحاظ سے رو ڈی وینس میں ایک چھوٹا سا کمرہ جس کے نیچے باورچی کی دوکان تھی کرایہ پر لے کر رہنے لگا تھا۔ گذشتہ سال میں اس کمرہ کو پھر دیکھنے گیا تھا۔ فطرت انسانی میں یہ عجیب اور عام بات ہے کہ وہ سن رسیدگی کے

عالم میں کمزور اور گھٹتے ہوئے پاؤں سے اُس مقام کی زیارت کو ضرور جاتا ہے۔ جہاں جوانی میں اچھلتا کودتا پھرتا تھا۔ وہ کمرہ اب بھی اُسی طرح موجود تھا۔ وہی تصویریں اب بھی قائم تھیں۔ میں تنگ کھڑکی کی جانب پشت کر کے کھڑا ہوا تو سارے گذشتہ مناظر میرے تخیل نے سامنے لاکر پیش کر دئیے جو میری جوانی کی آنکھوں نے دیکھے تھے۔

دل نے محسوس کیا کہ باوجود اس قدر زمانہ گذرنے کے میرے جذبات اور خیالات میں کوئی بڑا انقلاب پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ آئینہ میں بجائے نوجوان چہرہ کے بڈھے چہرہ کا عکس تھا اور کھڑکی کے باہر بجائے ایک زخار فوج کے خالی میدان پڑا تھا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ ایک زخار فوج یوں غائب ہو جائے جیسے تند ہوا میں بادل کے ٹکڑے مگر ایک معمولی کمزور سا کمرہ بجنسہ قائم رہے۔ آہ فطرت کس اسلوب سے انسان کو قدم قدم پر عجز و انکسار کا سبق دیتی ہے۔

اس کمرہ کو کرایہ پر لینے کے بعد میں نے پہلا کام یہ کیا کہ قلعہ گرد باؤ سے اپنے کپڑوں کی گٹھڑی منگالی جو انگلستان سے میرے ساتھ کشتی پر آئی تھی۔ اس کے بعد دوسرا کام یہ تھا کہ کچھ کپڑا خرید لوں تاکہ پر شکوہ درباروں میں اور اُن کے آراستہ ملبوسات میں ذلیل معلوم نہ ہوں۔ مجھکو یہ چیزیں اودھار خریدنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی شہنشاہ کی مہربانی اور ملازمت کے وعدے نے میری ساکھ قائم کر دی تھی۔ یہ مشہور بات تھی کہ نپولین چاہتا تھا صرف وہ سادہ لباس پہنے باقی آدمی شاندار لباس سے ملبوس ہوں۔ شاہان بوربون کے درباریوں کو جس شان سے رہنا پڑتا تھا اسی قدر نپولین کے درباریوں کو ہوا۔

پانچویں روز صبح کو ڈورک شہنشاہ کے حاجب نے مجھ کو اطلاع دی کہ صدر مقام میں شہنشاہ کی خدمت میں حاضر ہوں اور اس کے بعد شاہی گاڑی میں سوار ہو کر پانٹا ڈی بریکز روانہ ہو جائیں، تاکہ ..... ملکہ کے دربار میں شرکت کے لئے وقت سے پہلے پہنچ سکیں۔ صدر مقام جاتے ہی ایک شخص نے مجھکو خیمہ میں پہنچا دیا۔ شہنشاہ آگ کی جانب پشت کئے کھڑا آتشدان کو ٹھکرا رہا تھا۔

ٹیلرانڈ اور برٹیا جا چکے تھے۔ مینیول میز کے پاس بیٹھا تھا۔

شہنشاہ نے دوستانہ طریقہ سے سر کو جنبش دیکر کہا "ایم ڈی لاول تمہیں اپنی خوبصورت بہن کی کوئی مزید اطلاع ملی؟"

میں نے جواب دیا "نہیں خداوند"

نپولین نے کہا "مجھے ڈر ہے اس کی کوششیں بیکار جائیں گی۔ میری خواہش تو ہے کہ وہ کامیاب ہو کیونکہ اس حقیر شاعر سے کوئی خطرہ نہیں اور نہ ٹوساک واقعی مخدوش ہے۔ بہر حال عبرت امر لازم ہے۔"

اس وقت اندھیرا ہو چلا تھا۔ کانسٹنٹ روشنی کرنے کمرہ میں داخل ہوا مگر شہنشاہ نے اس کو باہر جانے کا حکم دیا۔ اور کہا "مجھ کو دونوں وقت ملنے کا منظر بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ایم ڈی لاول انگلستان میں عرصہ تک رہنے کی وجہ سے تم دھند (لندنی) کے عادی ہو گئے ہو گے۔ انگریز اپنے ذلیل اخبارات جو کچھ لکھا کرتے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ انگلستان کے تاریک کہرے کی طرح انگلستان والوں کے دماغ بھی تاریک ہیں۔"

اتنا کہہ کر نپولین نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے جو اس کے اشتعال کا پورا ثبوت دے رہے تھے میز پر سے لندن کے اخبارات اٹھا لئے اور اُن کو آتش دان میں جلا کر پاؤں سے خوب کچلا۔ اسی سخت اور پر خشونت آواز

میں جو میں نے پہلی ملاقات میں سُنی تھی اُس نے کہا "ایک ایڈیٹر کی حیثیت کیا ہے؟ وہ ایک کمینے خیال کا آدمی ہے جس کے ہاتھ میں قلم ہے مگر وہ اظہار خیال اِس طریقہ سے کرتا ہے گویا دولت عظمیٰ کا ایک فرد ہے۔ آزادی مطابع سے میرا جی بھر گیا۔ بعض چاہتے ہیں کہ پیرس میں بھی اخبارات آزاد ہوں۔ ہالینڈ تم بھی انہیں میں شامل ہو۔ مگر میری ذاتی رائے یہ ہے کہ سوائے عالمی اخبار کے اور کسی اخبار کی ضرورت نہیں اور وہ بھی محض اس لئے ضروری ہے کہ گورنمنٹ اُس کے ذریعہ سے اپنے احکام کی اطلاع جمہور کو دے سکے۔"

وزیر نے جواب دیا "خداوند میں مخفیہ دشمنوں سے کھلم کھلا دشمن کو اور خون بہنے سے روشنائی بہنے کو بہتر سمجھتا ہوں جس وقت تک حضور والا پانچ لاکھ فوج کے مالک و مختار ہیں اُس وقت تک پیرس کے چند پاگلوں کے بکنے کی کیا پرواہ ہے۔"

شہنشاہ نے کہا "چہ خوش۔ تم اِس طرح سے گفتگو کر رہے ہو گویا میرے والد بھی بادشاہ تھے اور میں نے یہ تخت ورثہ میں پایا ہے۔ اگر یہ بھی ہوتا تو بھی اخبارات کے ذریعہ سے حکومت کرنا ناقابل برداشت تھا۔ خاندان بوربون نے اپنے افعال پر نکتہ چینی کی اجازت دی آج وہ لوگ کہاں ہیں؟ جیسے میں نے اٹھارویں بردمیر کو اپنے سواروں سے کام لیا اگر وہ بھی اپنے محافظ دستہ سے کام لیتے تو قومی مجلس شوریٰ ختم ہو جاتی۔ ایک وقت ایسا تھا کہ اگر سنگین بھونک کر میرابو کا خاتمہ کر دیا جاتا تو انقلاب کبھی رونما نہ ہوتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے ایک خون کے بادشاہ اور ملکہ کا خون اور ان کے علاوہ اور لاکھوں آدمیوں کا خون بہہ گیا"۔

وہ بیٹھ گیا اور اُس نے اپنی گداز ٹانگیں جن میں سفید برجس پہنے

ہوئے تھا آگ کی طرف بڑھا دیں انگریزی اخبارات کے شعلے اُس کے چہرہ پر عکس افگن
تھے۔ بشرہ سے وہ کوئی شاعر اور فلسفی معلوم ہوتا تھا اور کسی طرح بھی اُس کے چہرہ
پر بے رحم اور ہوس پرست سپاہی کے آثار نہ تھے۔ میں نے اکثر لوگوں کو کہتے سنا
ہے کہ شہنشاہ کی کوئی دو تصویریں یکساں نہیں۔ اس میں مصوروں کی خطا نہیں
واقعہ یہ ہے کہ تغیرِ جذبات اُس کو ایک نیا آدمی بنا دیتا تھا۔ شباب کے عالم میں
جب اُس کا چہرہ بھرا ہوا نہیں پڑا تھا۔ میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ باستثنائے
کیفیتِ استغراق میں نے اپنی ساٹھ برس کی عمر میں ایسا خوبصورت چہرہ نہیں دیکھا۔
دفعتاً اُس نے کہا "ٹیلر اند تم عقلی خیالات کے سرد مہر آدمی ہو تمہارے
دل میں نہ جذبات ہیں نہ قوتِ خیال کی سحر کاریاں اور فسوں طرازیاں۔ میرے
دل میں جب دونوں قوتیں ملتی ہوں یا سمندر کا الٹا سا ہو ایک خاص کیفیت اور
اثر طاری ہوتا ہے۔ میرے خیالات اور توقعات بے حد وسعت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی
حالت میں ہمیشہ میرے خیالات مشرق کی طرف رجوع ہوتے ہیں جہاں کی
آبادی مور و ملخ کی طرح بے شمار ہے۔ آدمی حقیقی عظمت وہیں حاصل کر سکتا
ہے۔ میرے دماغ میں ۱۷۹۸ء کے خیالات چکر لگاتے ہیں۔ میں اس امکان پر
غور کرتا ہوں کہ اس بیشمار آبادی کے دلوں میں ولولہ پیدا کر کے اور انہیں فوجی
تربیت دے کر یورپ پر چڑھ آؤں۔ اگر میں شام فتح کر لیتا تو یہ منصوبہ پورا
ہو جاتا۔ سچ پوچھو تو دنیا کی قسمت کا فیصلہ محاصرہ ایکر میں ہو گیا۔ اس کے
بعد میرے تخیل کے سامنے یہ منظر ہوتا تھا کہ میں ہاتھی کی پشت پر سوار ہندوستان
پہنچا ہوا ہوں [illegible] فاتح عالم ہونے کے لئے [illegible]
ہے کہ آدمی پہلے خود کو دوسرے انسانوں کی سطح سے [illegible] ثابت کرے
سکندر نے جو [illegible] دیوتا [illegible] کا دعویٰ کیا اور کسی نے [illegible]

مگر اب دنیا بڑی ہو گئی ہے۔ اُس کے جوش فرد ہو گئے ہیں۔ اگر میں ایسے دعوے کر بیٹھوں تو کیا نتیجہ ہو؟ یہی ڈی ملاول لوگ آستین کی آڑ میں مسکرائیں اور پیرس والے ہجو کہہ کہہ کر دیواروں پر تکتے پھریں۔"

معلوم ہوتا تھا وہ ہم لوگوں سے مخاطب نہیں بلکہ محض اپنے دل سے بہ آواز بلند ہمکلام ہے اور یہی باعث تھا کہ وہ اپنی قوت خیال کو تنہائی پرواز کی اجازت دے رہا تھا۔ یہ وہی خیالات کی وسعت تھی جس کی طرف اس نے اپنی گفتگو میں اشارہ کیا تھا۔ ڈی میفول کہتا تھا کہ وہ اکثر اسی طریقہ سے گھنٹہ گھنٹہ بھر اپنی دلی آرزو اور خواہشات کا تذکرہ باآواز کرتا رہتا تھا اور درباری خاموش منتظر کھڑے رہتے تھے کہ دیکھئے کب وہ اپنی اصلی حالت پر آتے ہیں۔

اتنے میں شہنشاہ نے کہا "عظمت شاہی کے لئے تلوار اور مذہب دونوں قوتوں کی ضرورت ہے۔ جسم پر حکمرانی کرنے سے روح پر حکمرانی کرنا بہتر ہے۔ مثلاً سلطان ترکی جو دینی و دنیوی پیشوا ہیں۔ اکثر رومن شہنشاہ کی بھی یہی حیثیت تھی۔ جس وقت تک یہ بات پیدا ہو نہ سکے میری حیثیت ناقص اور نامکمل ہے۔ خود فرانس میں اس وقت بتیس ایسے شعبے ہیں جن میں پاپائے روم کا اقتدار مجھ سے زیادہ ہے۔ مستقل صلح کی صورت صرف ایک ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ سارے عالم کا شہنشاہ ایک شخص ہو۔ دنیا میں امن اسی وقت قائم ہو سکتا ہے اور قائم رہ سکتا ہے کہ سارے یورپ میں ایک قوت ہو جس کا مرکز پیرس ہو۔ جہاں دوسرے بادشاہ نائبین کی حیثیت رکھتے ہوں اور فرانس کی مرکزی قوت کے آگے سر اطاعت خم کریں۔ کئی مساوی قوتوں کا لازمی نتیجہ کشمکش ہے اور یہ کشمکش اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک کہ ایک قوت سب پر غلبہ نہ پالے۔ فرانس کا وسط یورپ میں واقع ہونا

فرانس کا تمول اور فرانس کی تاریخ یہ چاہتی ہے کہ فرانس ہی وہ قوت غالب ہو اور تمام دیگر اقوام کے معاملات اپنے منشاء کے مطابق انجام دے۔ جرمنی میں خانگی نا اتفاقیاں ہیں۔ روس نیم متمدن ہے۔ انگلستان سب سے الگ تھلگ ہے۔ بس فرانس رہ جاتا ہے۔"

ان الفاظ کو سُن کر مجھے انگریز دوستوں کا یہ خیال صحیح تسلیم کرنا پڑا کہ جب تک یہ چھتیس سالہ توپخانہ کا سوار زندہ ہے دنیا میں صلح کی کوئی امید نہیں۔ کانسٹنٹ قہوہ رکھ کر چلا گیا تھا اُس میں سے اُسنے تھوڑا قہوہ نکال کر پیا پھر کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اُس کی نگاہوں سے تاسف ٹپکتا تھا اور وہ آگ کی سرخ شعلوں پر نظر جمائے ہوئے بیٹھا تھا۔ ٹھوڑی جھکی ہوئی سینہ پر رکھی تھی۔!

دفعتاً اُس نے پھر بولنا شروع کیا: "اُس وقت یورپ کے بادشاہ شہنشاہ فرانس کا لباس تاجپوشی سنبھالتے ہوئے چلیں گے۔ اسی طرح ہیں۔ پیرس کے متعلق یہ کہی۔۔۔ تجویزیں اپنے ذہن میں سئے ہوئے ہوں بشرطیکہ اہل پیرس اپنے کو اس قابل ثابت کر کے دکھائیں۔ مگر مجھے پیرس والوں سے محبت نہیں کیونکہ وہ اب تک یہ نہیں بھولے کہ میں نے ایک مرتبہ اُن پر توپ لگا دی تھی ان کے دلوں میں میرا خوف اور میری عزت ہے مگر میں محبت پیدا نہیں کر سکا دیکھو تو سہی میں نے ان لوگوں کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ جینوا کے خزانے، وینس اور پاپائے روم کے محل کی تصاویر اور مجسمے کہاں ہیں؟ سب کے سب لوور میں۔ میری ہی فتوحات کا مال غنیمت۔ ان کی آرائش میں صرف ہوا ہے مگر وہ ہمیشہ زمانہ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ غیر مطمئن اور نکتہ چین نظر آتے ہیں۔ وہ آج میری آمد پر ٹوپیاں اُچھالتے ہیں

لیکن کل ہی اگر میں اُن کی توجہ اور اُن کی زبان شاندار فتوحات میں اور اُپنے کارناموں میں الجھائے نہ رکھوں تو وہ مجھ پر گھونسہ تان کر کھڑے ہو جائیں گے۔ جب لڑائیوں اور فتوحات کا سلسلہ ذرا بند ہُوا تو میں نے الوبلیڈ پر پھر دوبارہ سونے کا پانی پھروانا شروع کر دیا تاکہ اُن کے خیالات اس میں اُلجھ کر مفسدہ انگیزی سے دور رہیں۔ لوئس چہاردہم نے چند در چند لڑائیاں اس لئے مول لی تھیں کہ ان لوگوں کی توجہ بٹی رہے۔ لوئس پانزدہم نے انہیں درباری شان و شکوہ اور عشق و محبت میں پھنسائے رکھا۔ لوئس شانزدہم نے کچھ بھی نہ کیا اور یہی وجہ تھی کہ ان کم بختوں نے اُس کا سر تن سے علیحدہ کر دیا۔ ٹیلرانڈ تم ہی تو اس کی موت کا باعث ہوئے تھے؟"

"نہیں خداوند میں ہمیشہ سے اعتدال پسند تھا۔"

"اوہ خیر کم از کم اُس کے مرنے پر تم کو صدمہ تو نہ ہوا ہو گا۔"

"نہیں جہاں پناہ اس لئے کہ اُس کے قتل سے ہی حضور کے لئے گنجایش پیدا ہوئی۔"

"ٹیلرانڈ مجھے کوئی شئے روک نہیں سکتی تھی۔ میں اس لئے پیدا ہوا تھا کہ اعلیٰ مدارج ترقی حاصل کروں۔ میری ہمیشہ سے یہی کیفیت رہی ہے۔ مجھ کو وہ وقت یاد ہے جب صلح نامہ کیمپوفارمیو کے مدارج طے ہو رہے تھے اور میں اُس وقت ایک تیس سالہ نوجوان جرنیل تھا۔ کمشنر کے خیمہ میں ایک بلند خالی تخت رکھا ہوا تھا، جس پر شاہی اسپ کا طغرا بنا تھا۔ میں فوراً تخت کے زینوں پر چڑھا اور جا کر لیٹ گیا۔ مجھکو یہ خیال گویا ہی نہ تھا کہ کوئی شئے میری حیثیت سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

دل شروع سے مجھے بتاتا تھا کہ میرے لئے آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اس زمانہ میں جب میں اور میرا بھائی لوسین چھوٹے کمروں میں چند فرانک کرایہ پر رہتے تھے اُس وقت بھی مجھ کو معلوم تھا کہ میں اس مرتبہ پر پہنچ کر رہونگا۔ تاہم کسی ایسی توقع کے قائم کرنے کے لئے میرے نہ پاس کوئی گنجائش تھی نہ کوئی دلیل۔ مدرسہ میں میں نے کسی خاص ذہانت کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ اٹھاون طالب علموں میں میرا نمبر بیالیسواں تھا۔ صرف ریاضی میں مجھ کو کسی قدر ملکہ تھا۔ بقیہ مضامین میں کوئی خاص بات نہ تھی وجہ یہ کہ جب دوسرے کام میں ہوتے تھے میں تخیلات میں گھرا رہتا تھا۔ میری زبردست خواہشات کے پورا کرنے میں کوئی چیز مجھے امداد دینے والی نہ تھی۔ کیونکہ میرے باپ نے ورثہ میں سوائے کمزوری ہاضمہ کے میرے لئے کوئی شئے نہ چھوڑی تھی۔ ایک بار جب میں بہت چھوٹا تھا اپنی بہن کیرولائن کے ساتھ پیرس گیا۔ ہم لوگ اجنبیو میں تھے اور بادشاہ کو گاڑی میں نکلتے دیکھا تھا۔ کون سمجھ سکتا تھا کہ کارسیکا کا کمسن لڑکا جو اس وقت بادشاہ کو تعجب کی نظروں سے دیکھتا اور ٹوپی اُتار کر اس کو سلام کر رہا تھا۔ فرانس کا آئندہ شہنشاہ ہوگا مگر میرے دل میں اُس وقت بھی یہ خیال گذرا تھا کہ یہ گاڑی میری ہونی چاہیئے... کانسٹنٹ کیا بات ہے؟"

محتاط اور ہوشیار خادم نے شہنشاہ کے کان میں جھک کر کچھ کہا جس پر شہنشاہ نے کہا "ٹھیک ہے۔ میں نے وقت مقرر کیا تھا لیکن بھول گیا۔ کیا وہ موجود ہیں؟"

"جی خداوند"

"پہلو والے کمرہ میں؟" "جی حضور والا"

ٹیلرانڈ اور برٹیا کی نگاہیں ملیں اور ٹیلرانڈ نے دروازہ کی جانب حرکت کی۔
شہنشاہ نے کہا "نہیں نہیں تم یہیں ٹھہر سکتے ہو۔ کانسٹنٹ چراغ روشن کرو اور دیکھو گاڑیاں آدھ گھنٹہ میں تیار ہو جائیں۔ ٹیلرانڈ جو خط شہنشاہ آسٹریا کے نام جانیوالا ہے اس کا مسودہ یہ ہے۔ آ ؤ دیکھ لو اور اُس کے متعلق اپنے خیالات مجھ کو بتانا۔ ڈی مینیول یہ بریسٹ کے جدید جہازوں کے متعلق ایک لمبی رپورٹ ہے۔ ان میں سے جو حصّہ ضروری ہو اُن کا اقتباس کر کے میری میز پر صبح ۵ بجے تک پہنچا دینا۔ برٹیا میں چاہتا ہوں صبح ۷ بجے تک سب فوج کشتیوں پر ہو۔ ہم صرف یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کل فوج تین گھنٹہ میں کشتیوں پر سوار ہو سکتی ہے یا نہیں۔ ایم ڈی لاول تم پانٹ بریکر کی روانگی تک یہیں منتظر رہو۔"

اس طرح ہر شخص کے متعلق مختصر اور قطعی احکام صادر کر کے وہ تیز قدم کمرے کو طے کر گیا۔ ایک لمحہ کے لئے وہ دروازہ کے پاس ٹھٹکا۔ دروازہ کے دوسری جانب سُرخ رنگ کے سایہ کی جھلک معلوم ہوئی پھر پردے کھنچ گئے۔ برٹیا کھڑا ناخن دانتوں سے چبا رہا تھا اور ٹیلرانڈ اپنی گھنی بھویں اُٹھائے اُس کی حالت دیکھ رہا تھا۔ مینیول کا چہرہ قابل رحم تھا وہ اُن کاغذات کو دیکھ رہا تھا جن کی نقل اُس کو صبح تک ختم کرنی تھی وہ چاروں طرف چراغ روشن کرتا پھر رہا تھا۔

میں نے وزیر کو آہستہ سے پوچھتے ہوئے سُنا "یہ کون ہے؟"

برٹیا نے جواب دیا "شاہی آپیرا کی رقاصہ"

"تو کیا وہ سپین کی عورت دل سے اُتر گئی؟"

"نہیں وہ کل تو آئی تھی۔"

اور وہ دوسری کونٹس "
"اُس کے لئے ایمبلیٹوز میں ایک مکان لے دیا گیا ہے"
"مگر دربار میں کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہیئے جو بدنامی کا موجب ہو"
ٹیلرانڈ نے شہنشاہ کا یہ جملہ نہایت تلخ تبسم کے ساتھ دُہرایا جو اُس نے بطور نصیحت تھوڑا ہی عرصہ ہوا ٹیلرانڈ سے کہا تھا۔ پھر وہ مجھ کو علیحدہ ایک کمرہ میں لے گیا اور بولا "ایم ڈی لاول میں انگلستان میں بوربون جماعت کے حالات سُننے کا بہت مشتاق ہوں۔ آپ نے تو بہت کچھ سُنا ہو گا۔ کیا اُن کا خیال ہے کہ اُن کے لئے اب بھی کوئی گنجائش ہے"
اِس طریقہ سے وہ دس منٹ تک مجھ سے سوالات پوچھتا رہا جس سے مجھ پر واضح ہو گیا کہ شہنشاہ کا خیال اس کے متعلق بہت صحیح تھا کہ ٹیلرانڈ کو اصول اور وفاکیشی سے کوئی غرض نہ تھی۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ فریق غالب کا طرفدار رہے۔

ہم لوگ یہ گفتگو کر رہے تھے کہ کانسٹنٹ بھاگتا ہوا آیا۔ اُس کا چہرہ فکرمند اور متوحش تھا۔ وہ بالعموم اِس درجہ مطمئن اور متین رہتا تھا کہ ان آثار سراسیمگی پر ہم لوگوں کو تعجب ہوا۔ وہ کبھی ہاتھ باندھتا کبھی کھولتا تھا اور آخر کار ٹیلرانڈ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا "موسیو غضب ہو گیا۔۔۔۔ کیا بدقسمتی ہے۔۔ کسے اس کی امید تھی!"
"کیوں کانسٹنٹ کیا ہوا؟"
"موسیو میں شہنشاہ کی صحبت میں مخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ مگر۔۔ لیکن۔۔ ملکہ باہر تک پہنچ چکی ہیں اور اب اندر آ رہی ہیں"!

جلد سوم ختم ہو گئی

جلد چہارم
شہنشاہ اور ملکہ

باب - ۱

شاہی عتاب

ٹیلرانڈ اور برٹیا نے ایک دوسرے کو خاموش نظروں سے دیکھا اور میں نے پہلی مرتبہ معلوم کیا اس آزمودہ کار مدبر کے چہرہ پر بھی اُس کے حقیقی جذبات کی جھلک پیدا ہوئی۔ کچھ ایسے آثار اس کے چہرہ پر پیدا ہوئے جو گھبراہٹ کے نہیں بلکہ شرارت آمیز دلچسپی کے تھے لیکن برٹیا جس کو نپولین اور جوزیفائن دونوں سے سچی محبت تھی پاگلوں کی طرح دروازہ کی طرف بڑھا گویا ملکہ کو روکنا چاہتا تھا۔

حالانکہ وہ ایک جری آدمی تھا مگر پھر بھی ہمت نہ پڑی اور وہ پھر ٹیلرانڈ کے پاس چلا آیا۔ لیکن اب وقت گذر چکا تھا۔ رستم مملوک نے دروازہ کھول دیا اور دو خواتین دروازہ میں داخل ہو چکی تھیں پہلی کشیدہ قامت اور شاندار تھی چہرہ متبسم اور بشرہ سے وقار ٹپک رہا تھا جس میں رعونت کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ جسم پر سیاہ مخملی لبادہ جس کے کالر اور آستینوں پر بیس لگی ہوئی تھی۔ سر پر سیاہ مخملی ٹوپی جس میں سفید خم کھایا ہوا ایک پر لگا تھا۔ اُس کی ہمراہی اُس سے قد میں پست تھی اور اگر بشرہ پر ذہانت کے آثار اور آنکھیں بڑی بڑی نہ ہوتیں تو بالکل ہی سادی اور دل آویزی

سے خالی معلوم ہوتی۔ ایک چھوٹا سیاہ ٹیریر گتا ساتھ آگیا تھا۔ مگر اوّل الذکر خاتون نے مڑ کر اس کی نازک آہنی زنجیر اس مملوک کو دیدی جو ساتھ تھا۔

اس خاتون نے مملوک سے نہایت شیریں آواز میں کہا "رستم فارٹونی کو باہر ہی رکھو شہنشاہ کو کتوں سے نفرت ہے اور جب ہم لوگ اُن کے کاموں میں مخل ہوں تو کم از کم کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیئے جو اُن کے مزاج کے خلاف ہو۔ ایم ڈی ٹیلرانڈ تسلیم۔ میڈم ڈی ریموزا اور میں گاڑی پر آرہی تھیں اس میں خیال آیا کہ شہنشاہ سے دریافت کرتے چلیں کہ وہ پانٹ بریکز آئیں گے یا نہیں مگر لیا گیا وہ روانہ ہو چکے ہیں... میرا خیال تھا شاید یہاں مل جائیں"۔

ٹیلرانڈ نے سر تعظیم خم کر کے اور ہاتھ مل کر کہا "ابھی تھوڑا عرصہ ہوا شہنشاہ سلامت یہیں تھے"۔

جوزیفائن بولی "آج میں نے پانٹ ڈی بریکز میں ایک مختصر سا دربار منعقد کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں یہ جگہ کسی بڑے دربار کے لیئے موزوں نہیں۔ شہنشاہ نے وعدہ کیا تھا کہ کم از کم آج وہ اپنے کام ہرج کر کے اس دربار میں ضرور شریک ہوں گے۔ ایم ڈی ٹیلرانڈ کاش ہم لوگ انہیں اس قدر سخت محنت سے باز رکھ سکتے۔ اس میں شک نہیں، اُن کے قویٰ فولاد کے بنے ہیں مگر یہ حالت ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی۔ اُن پر اعصابی دورے اب زیادہ ہوتے ہیں مگر اُن کا اصرار ہے کہ ہر کام خود ہی انجام دیں۔ یہ بات موجب فخر ضرور ہے لیکن دراصل اپنے آپ کو شہید کرنا ہے۔ مجھکو یقین ہے اس وقت بھی.. مگر موسیو ٹیلرانڈ آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا وہ ہیں کہاں؟"

"حضور والا وہ بس اب آتے ہی ہوں گے"۔

"اچھا تو ہم اُن کا انتظار کریں گے۔ ایم ڈی بینیول کا محلات کا انبار دیکھ

کہ مجھ کو ترس آتا ہے۔ جب ایم ڈی بورنین نے شہنشاہ کو چھوڑا تو مجھ کو سخت فکر تھی مگر آپ اُن سے زیادہ کارآمد اور مفید ثابت ہوئے ہیں۔۔۔ میڈم ڈی ریموزا آگ کے قریب آجاؤ نہیں نہیں ضرور آؤ کیونکہ مجھ کو معلوم ہے تم بالکل ٹھٹھر گئی ہو۔۔۔ کانسٹنٹ تو میڈم ڈی ریموزا کے پاؤں کے نیچے قالین رکھ دو"۔

انہی چھوٹی چھوٹی مہربانیوں کا یہ اثر تھا کہ ملکہ سے فرانس میں ہر شخص کو محبت تھی۔ یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو اُس کے شوہر کے دشمن جانی تھے اُسے عزیز رکھتے تھے۔ جس شخص نے بھی اُس کو دیکھ لیا خواہ یورپ کی اعظم ترین ہستی کی محبوب زوجہ کی حیثیت سے خواہ ایک مطلقہ غمگین بیوہ کی حیثیت سے اُس کے دل میں جوزیفائن کی محبت ضرور پیدا ہو گئی اور وہ تعریف ہی کرتا گیا۔ نپولین نے عروج حاصل کرنے کے لئے بہت سی قربانیاں کیں مگر کسی قربانی میں اُس کو اپنی بیوی جوزیفائن کی قربانی سے زیادہ تکلیف نہ ہوئی جس کا وہ ہمیشہ رنج و ملال کے ساتھ ذکر کیا کرتا تھا۔

اس وقت وہ آگ کے قریب اُسی کرسی پر بیٹھی تھی جس پر سے نپولین اُٹھ کر گیا تھا اور مجھ کو کافی وقت حاصل تھا کہ میں اس عجیب ہستی کا بغور مطالعہ کروں جس کا اتنا چرچا تھا۔ ملکۂ قیصرہ جو ایک ادنیٰ لفٹننٹ کی دختر ہونے کی حیثیت سے عروج کر کے یورپ کے طبقۂ نسوان میں سب سے اونچے مرتبہ پر پہنچا دیا تھا۔ وہ نپولین سے عمر میں ۶ سال بڑی تھی۔ اُس وقت جب میں نے اُس کو پہلی بار دیکھا تھا اُس کی عمر بیالیس سال کی تھی مگر ذرا فاصلہ سے مدھم روشنی میں دیکھنے پر معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی عمر مشکل سے تیس سال کی ہے۔ اُس کی کشیدہ اور متناسب قامت میں نوجوانی کی لچک تھی۔ حرکات و

سکنات میں ایک قدرتی لوچ تھا جو یقیناً غرب الہندی خون کا اثر ہوگا۔ خط و خال نازک تھے۔ سُنا ہے جوانی میں اُس کا حُسن دلفریب تھا مگر اب زمانہ کا انقلاب انگیز اثر پڑ چکا تھا تاہم مصنوعی امداد اور آرائش و تزئین کا یہ اثر تھا کہ باوجود شباب گذر جانے کے اگر وہ علیحدہ کسی بلند مقام پر کھڑی ہوتی یا جلوس میں گاڑی پر گذرتی تو دیکھنے والوں کی نگاہیں اُسی کے چہرہ پر جم کر رہ جاتی تھیں۔ لیکن چھوٹے سے کمرہ میں یا تیز روشنی میں سُرخ و سفید پوڈر کا استعمال کُھل جاتا تھا جس کا اثر ناظر پر بُرا پڑتا تھا۔ تاہم اس کا حُسن اُسکی آنکھوں سے پیدا تھا کیونکہ یہی ایک عضو ہے جس پر زمانہ کے مٹا دینے والے اثرات بہت دیر میں رنگ جما پاتے ہیں۔

اُس کی آنکھیں بڑی بڑی سیاہ اور پُر آب تھیں۔ دہانہ چھوٹا اور پیارا تھا۔ چہرہ زیادہ تر تو متبسم ہی رہتا تھا۔ وہ بمشکل کبھی کھل کر ہنستی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اُس کے دانت بدنما ہیں۔ رہی چال ڈھال۔ اس میں اس درجہ وقار اور متانت تھی کہ اگر وہ براہ راست شارلمین اعظم کی نسل سے ہوتی تو بھی اس سے زیادہ وقار اور شکوہ ممکن نہ تھا۔ اُس کی چال میں نگاہ کی گردش میں۔ انداز لباس میں اور ہاتھوں کو جنبش دینے کے طرز میں نسوانی دلفریبی کی جھلک تھی۔ وہ ایک بکس میں سے عود لے لیکر آگ میں ڈال رہی تھی۔ اس شان سے وہ جُھک کر عود ڈالتی تھی کہ بیساختہ منہ سے تعریف نکل جاتی تھی۔

دفعتاً اس نے کہا "ان کو عود کی خوشبو بہت مرغوب ہے۔ میں نے ایسی زبردست قوت شامہ آج تک نہیں دیکھی بعض اوقات وہ اُن چیزوں کو محسوس کر لیتے ہیں جن کا دوسروں کو وہم بھی نہیں ہوتا۔"

ٹیلر انڈ نے جواب دیا "شہنشاہ کی قوت شامہ کا حال ٹھیکہ داروں سے پوچھئے جنہوں نے اُس کی بدولت کافی خسارہ اُٹھایا ہے"۔

"مونسیو ٹیلر انڈ اُن کا حساب جانچنا قیامت ہے۔ ہر بات پر نگاہ پہنچتی ہے پھر آفت یہ کہ کوئی عذر قبول نہیں ہوتا۔ ہر چیز صحیح اور درست ہونی چاہیئے کیوں مونسیو ڈی ٹیلر انڈ یہ نوجوان کون ہیں۔ میرے خیال میں یہ اب تک میرے یہاں بارباب نہیں ہوئے"۔

وزیر نے مختصر لفظوں میں بیان کر دیا کہ شہنشاہ نے انہیں اپنی ذاتی خدمت کے لیئے مقرر کیا ہے جس پر جوزیفائن نے نہایت ہمدردی اور مہربانی سے مجھکو مبارک باد دی۔

"شہنشاہ کے پاس جری اور وفادار ملازم دیکھکر مجھکو بڑا اطمینان ہوتا ہے۔ مہلک مشین والے واقعہ کے بعد جب تک شہنشاہ مجھ سے دور رہتے میں فکرمند اور پریشان رہتی ہوں۔ وہ جنگ کے زمانہ میں سب سے زیادہ محفوظ رہتے ہیں کیونکہ اُس وقت وہ اپنے نفرت کرنے والے قاتلوں سے دور ہوتے ہیں۔ میں نے سُنا ہے ایک جھکوبن سازشی ابھی گرفتار ہو کر آیا ہے"۔

اس پر ٹیلر انڈ نے کہا "یہ وہی مسیو ڈی لاول ہیں جو اُس سازشی کی گرفتاری کے وقت موجود تھے"۔

اس کے بعد ملکہ نے مجھپر سوالات کی بوچھار شروع کر دی۔ انکی تشویش اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جواب کا بھی انتظار نہ تھا۔ لگاتار سوال پر سوال ہوتے تھے آخرکار اُس نے ذرا بلند آواز سے کہا "یہ خوفناک ٹوساک ابھی تک گرفتار نہیں ہوا۔ میں نے سُنا ہے ایک نوجوان خاتون نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہے جس کی انجام دہی سے سرکاری جاسوس اور مخبر اب تک قاصر

رہے ہیں اور وہ اس خدمت کے صلہ میں اپنے عاشق کی جان بخشی چاہتی ہے۔"

"حضور والا وہ میری ہی ماموں زاد بہن ہے" میں نے جواب دیا "اور اُس کا نام میڈموازل سبل برناک ہے۔"

جوزیفائن نے مسکرا کر کہا "ایم ڈی لاول آپ کو فرانس آئے ابھی کچھ ایسا زمانہ نہیں گذرا مگر آپ معاملات سلطنت کے مرکز بن گئے۔ ایک روز آپ اپنی خوبصورت بہن کو میرے دربار میں ضرور لائیے گا۔ شہنشاہ کہتے تھے کہ لڑکی بہت خوبصورت ہے۔ میڈم ڈی ریموزا اس کا نام لوٹ کر لو۔"

یہ کہہ کر ملکہ پھر عود کی ٹوکری کی طرف جھکی جو آتشدان کے پاس رکھی تھی۔ میں نے دیکھا وہ نہایت غور سے کسی شئے کو گھور رہی ہے۔ دفعتاً فرط حیرت سے اُس کے مُنہ سے آہستہ چیخ نکل گئی اور اس نے جھک کر قالین پر سے ایک چیز کو اُٹھالیا۔ یہ شہنشاہ کی ٹوپی تھی جس میں دہی سہ رنگا نشان تھا۔

"موسیو ڈی ٹیلرانڈ یہ کیا معاملہ ہے" آخر اُس نے کہا "میرے خیال میں آپ نے تو ابھی کہا تھا شہنشاہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔ حالانکہ اُن کی ٹوپی یہ موجود ہے۔"

اس وقت اُس کی آنکھوں میں غصہ اور شبہ کی چمک پیدا تھی۔

"قصور معاف بانو میں نے یہ کب عرض کیا تھا کہ وہ باہر گئے ہیں" ٹیلرانڈ نے جواب دیا۔

"پھر آپ نے کیا کہا تھا؟"

"میں نے تو یہ عرض کیا کہ اس کمرہ سے تھوڑا عرصہ ہوا شہنشاہ تشریف لے گئے!"

وہ اس ذہانت سے جو صرف عورتوں ہی کا حصہ ہے فوراً بات کی تہہ کو پہنچ گئی اور بولی۔

"ضرور آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں"

"میں حضور کو یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ میرے علم میں تھا وہ میں نے صاف صاف عرض کر دیا۔"

ملکہ نے تیزی سے ہر شخص کے چہرہ پر نظر ڈالی پھر جوش میں بھر کر کہا۔

"سپہ سالار برٹیا میں آپ سے کہتی ہوں مجھے فوراً اطلاع دیجئے کہ شہنشاہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟"

اس سوال پر یہ بھدی عقل کا سپاہی گھبرا گیا۔ اس کے منہ سے پورے طور پر الفاظ بھی نہ نکلتے تھے اور وہ بار بار اپنی ٹوپی مروڑتا تھا آخرکار بمشکل اس نے کہا "مالکہ مجھکو بھی اسی قدر معلوم ہے جس قدر موسیو ٹیلرانڈ کو یعنی یہ کہ شہنشاہ کس دروازہ سے تشریف لے گئے۔"

جوزیفائن نے اپنی شعلہ فشاں آنکھیں میری جانب پھیریں اور میرا دل دہل گیا کہ ایسا نہ ہو وہ مجھ سے بھی سوال کر بیٹھے۔ میں نے دل ہی دل ولی اگنیشیس کی منت مانگی اور ابھی دعا ختم نہ کرنے پایا تھا کہ خطرہ دور ہو گیا۔

ملکہ نے کہا "آؤ میڈم ڈی ریموزا یہ لوگ نہیں بتلاتے تو ہم خود ڈھونڈھ لیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ بڑے وقار کیساتھ ہم لوگوں کے پاس سے گذرتی ہوئی اس دروازہ کے پاس پہنچ گئی جس پر پردہ پڑا تھا۔ اس سے کچھ پیچھے اس کی ہمراہی عورت تھی جس کے خوفزدہ چہرہ اور گھسٹتے ہوئے پاؤں سے

صاف معلوم ہوتا تھا کہ اُسے موجودہ حالت کا صحیح صحیح اندازہ ہے واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ کے اِس قسم کے واقعات بہت زیادہ عوام تک کے کانوں تک پہنچے تھے حتیٰ کہ میں نے اُن کا چرچا الیشفورڈ میں سُنا تھا۔ پولیس کی خود اعتمادی کا یہ اثر تھا کہ وہ زمانہ کی رائے کو حقیر سمجھتا تھا۔ اور کبھی اس کی پروانہ کرتا تھا کہ لوگ اُس کے متعلق کیا رائے رکھتے یا کیا کہتے ہیں۔ خود زیفا اُن بعض اوقات رشک سے اس قدر مغلوب ہو جاتی تھی کہ وقار و متانت جو اُس کی امتیازی خصوصیتیں تھیں اُس کے ہاتھ سے نکل جاتیں۔ اِن دونوں باتوں کا یہ نتیجہ تھا کہ حاضرین اکثر عجیب مخمصہ میں پڑ جاتے۔ ٹیلرانڈ نے لبوں پر انگلی رکھ کر منہ پھیر لیا۔ برتھا بدحواس اور خوف کی وجہ سے برابر اپنی ٹوپی مروڑ رہا تھا۔ صرف کانسٹنٹ شہنشاہ کا رازدار اور وفا شعار خادم آگے بڑھا اور کوشش کی کہ ملکہ کو دروازہ تک جانے سے روکے۔

اُس نے دونوں ہاتھ ملکہ کو باز رکھنے کے لئے اٹھائے اور کہا۔

"حضور والا اگر اپنی جگہ تشریف لیجائیں تو میں شہنشاہ سلامت کو فوراً آپکی تشریف آوری کی اطلاع کر دوں گا۔"

"اچھا تو وہ اس کمرہ میں ہیں" ملکہ نے انتہائی غصہ کی حالت میں کہا۔ "میں سمجھ گئی مگر میں اُن کی حرکات خشت از بام کر کے رہوں گی۔ میں اُن کی دغا بازی پر اُن کو ملامت کروں گی۔ کانسٹنٹ مجھے جانے دو۔ تم میرے راستہ میں حائل ہونے کی جرأت کرتے ہو!"

"حضور اجازت دیجئے کہ میں آپ کی آمد کی اطلاع تو کر دوں۔"

"نہیں میں اپنی اطلاع آپ کروں گی۔"

اتنا کہہ کر وہ تیزی سے کانسٹنٹ کے پاس سے ہو کر گذر گئی اور

پردہ ہٹا کر دوسرے کمرہ میں جا پہنچی۔!

ملکہ کے دل میں اس وقت شعلے بھڑک رہے تھے۔ اُس کے خون کی سُرخی غازہ کی رنگت کو توڑ کر نکل آئی تھی۔ دل میں اپنے شوہر کی بیوفائی کا شعلہ تھا جس کے زیر اثر وہ زبردستی اپنے شوہر کے پاس جا پہنچی۔

مگر جرأت کے ساتھ ہی ساتھ ملکہ میں تلون بھی بہت تھا۔ فوری اشتعال کے وقت وہ جرأت سے کام لیتی مگر پھر فوراً ہی ٹھنڈی ہو کر بزدل بھی ہو جاتی تھی۔ ہم لوگوں کی نگاہوں سے وہ مشغل اوجھل ہوئی تھی کہ شیر کی سی غراہٹ ہمارے کانوں میں آئی اور فوراً ہی دیکھا کہ جوزیفائن بھاگتی ہوئی کمرہ میں آ رہی ہے اور شہنشاہ چیختا ہوا اُس کے پیچھے ہے۔! وہ اس قدر سہمی ہوئی تھی کہ سیدھی آتش دان کے پاس آکر رکی۔ میڈم ڈی ریموزا بھلا کب رکنے والی تھی وہ بھی بھاگ کھڑی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ڈری ہوئی مرغیوں کی طرح بھاگ کر اپنی کرسیوں پر جا پڑیں۔ دونوں سہمی ہوئی بیٹھی تھیں اور شہنشاہ کے چہرہ پر غضب کے آثار پیدا تھے۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مار رہا تھا اور سخت سست جوزفائن پر کہتا جاتا تھا۔

"تو اکانسٹنٹ! تو میری اس طرح خدمت کرتا ہے!" اُس نے چیخ کر کہا۔ "کیا تجھ میں عقل و حواس باقی نہیں رہے۔ کیا مجھ کو کبھی تخلیہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ کیا میں ہر وقت عورتوں کی جاسوسی گوارا کروں گا۔ کیا سب کے لئے آزادی ہے مگر میرے لئے اُڑ گئی۔! ... اور تم جوزیفائن! تمہارا آج فیصلہ ہو گیا۔ اس سے پیشتر مجھ کو کچھ تامل تھا مگر اب کچھ بھی نہیں۔ آج سے ہمارے آپس کے تعلقات ختم۔ ...!"

کاش اس وقت کوئی ہم سے بہت کچھ لے کر اس کمرہ سے نکال جاتا

دیتا! - کم از کم میں اپنے متعلق یقین دلا سکتا ہوں کہ میری ندامت میری دلچسپی پر غالب تھی مگر شہنشاہ اپنی رعونت میں محو تھا اور ہم لوگوں کا اتنا بھی خیال نہ کرتا تھا کہ ہم انسان ہیں یا اسباب خانہ داری - اس عجیب ہستی کی خصوصیات میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ خانگی نازک واقعات کو بھی عام منظر پر لے آتا تھا جس کی کچھ یہ بھی وجہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا تنبیہہ اس وقت اور بھی موثر ہوتی ہے جس وقت ملزم کے علاوہ اور بھی سننے والے موجود ہوں - ملکہ سے سائیس تک اس لیے خوفزدہ رہتا تھا کہ کہیں شہنشاہ مجمع میں اس کا مضحکہ نہ اڑائے اور لوگ خندہ زن ہوں - گو یہ بڑی تسکین کی بات ہوتی تھی کہ جو آج ہنستے ہیں بہت ممکن ہے انہیں بھی کل وہی روز بد نصیب ہو

جوزیفائن نے گھبرا کر عورتوں کی آخری ترکیب استعمال کی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی - صراحی دار گردن گھٹنوں پر جھکی ہوئی اور وہ اپنے چہرہ کو تو ہاتھوں سے چھپائے تھی - میڈم ڈی ریموزا بھی رو رہی تھی - جس وقت بادشاہ کی درشت کرخت آواز تھمتی تو ان عورتوں کی سسکیوں کی آواز سنائی دیتی تھی - بعض اوقات شہنشاہ کے دلخراش طعنوں کا یہ اثر ہوتا کہ ملکہ بھی ملائم الفاظ میں اس کو ناجائز تعلقات پر ملامت کرتی تھی - جس سے شہنشاہ اور زیادہ مشتعل ہو جاتا تھا اور سخت کلامی کی بارش تیز تر ہونے لگتی تھی - ایک مرتبہ شہنشاہ نے غصہ میں آ کر ناس کی ڈبیہ یوں فرش پر پھینک دی جیسے بچہ جھلا کر اپنے کھلونے پھینک دیتا ہے -

"اخلاق! اس نے چلا کر کہا "اخلاق میرے لئے نہ بنا تھا نہ میں اخلاق کے لئے - میں مروجہ انسانوں سے علیحدہ ہوں اور معمولی پابندیاں ماننے کو تیار نہیں - جوزیفائن میں تم کو ہزار مرتبہ سمجھا چکا ہوں کہ اس قسم کی

احمقانہ باتیں۔ متوسط لوگوں کی بنائی ہوئی بیڑیاں ہیں جو وہ غیر معمولی استعداد والوں کے پاؤں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ یہ چیزیں مجھ پر عائد نہیں ہوتیں۔ میں سوسائٹی کی طفلانہ پابندیوں سے اپنی آزادی سلب نہیں کرا سکتا۔"

"تمہارے دل میں ترس بھی نہیں ہے۔" ملکہ نے سسکی لے کر کہا۔

"بڑا آدمی جذبات کا بندہ نہیں ہوتا" نپولین نے جواب دیا۔ "اُس کا کام فیصلہ کا ہے کہ کیا کرنا چاہئے۔ اور جب ایک بار فیصلہ ہو چکا تو لازم ہے وہ بلا مداخلت اُس پر عمل پیرا ہو۔ جوزیفائن تمہارا فرض ہے کہ میری خواہشات کے لئے سدِ باب نہ ہو۔ تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اس قسم کی چھوٹی چھوٹی آزادیاں برتنے کی خواہش مجھ میں بالکل قدرتی ہے۔"

شہنشاہ کی یہ خاص عادت تھی کہ اگر کسی معاملہ میں غلطی پر ہوتا تھا تو سلسلہ گفتگو ہوشیاری کے ساتھ ایسے معاملات پر پہنچا دیتا جن میں وہ حق پر ہو۔ غیظ و غضب کے ابتدائی اور تیز اثرات رفع ہو جانے کے بعد اب اُس نے جارحانہ پہلو اختیار کیا۔ کیونکہ مباحثہ ہو یا محاربہ حملہ آور ہونا اُس کے لئے تقاضائے فطرت تھا۔

بولا "جوزیفائن میں تمہارے درزی کے حسابات جانچ رہا تھا تم کو معلوم ہے تمہارے لئے سال گذشتہ میں کس قدر پوشاکیں تیار کی گئی تھیں۔ پوری ڈیڑھ سو ایک بھی کم نہیں اور اُن میں سے بہتوں کی قیمت پچیس ہزار تھی۔ میں نے سنا ہے تمہارے صندوقوں میں چھ سو پوشاکیں بھری پڑی ہیں جن میں سے بعض کو تم نے چھوا تک نہیں۔ میڈم ڈی ریموسا میرے کلام کی تصدیق کریں گی۔ وہ اِس بات سے انکار نہیں کر سکتیں"

"مگر یہ تو تمہاری اپنی خواہش ہے کہ میں خوش پوش رہوں۔"

سنجیدہ ہو کر کہا "ہاں یہ تمہاری اپنی خواہش ہے کہ میں خوش پوش رہا کروں"

"بہر حال میں یہ اسراف گوارا نہیں کر سکتا" نپولین نے جواب دیا "تم جس قدر روپیہ فضول اور بیکار پوشاکوں میں صرف کرتی ہو اس سے دور جنگی یا چھوٹی کشتیوں کا ایک بیڑہ تیار ہو سکتا ہے اور بہت ممکن ہے وہی کسی عظیم الشان جنگ کا فیصلہ کن ذریعہ ثابت ہو۔ اچھا تمہیں کس نے اجازت دی تھی کہ اس قدر ہیرے اور جواہرات خریدو۔ میرے پاس ان کا بل آیا تھا اور میں نے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اب اگر دوبارہ تقاضا ہوا تو میں سپاہیوں کا ایک دستہ بھیج کر اس جوہری کو گرفتار کر لونگا۔ اور قید میں ڈلوا دوں گا۔ تمہاری مشاطہ بھی اس کے ہمراہ ہوگی"

بادشاہ کا غصہ قیامت کا ہوتا مگر تادیر قائم نہ رہتا تھا۔ ہاتھ کا کانپنا جو اس کے اشتعال کی علامت تھی رفتہ رفتہ بند ہو گیا۔ وہ تھوڑی دیر تک میندویل کے کاغذات دیکھتا رہا جو اس سارے ہنگامہ میں مشین کی طرح کام کئے جا رہا تھا اور پھر مسکراتا ہوا آتشدان کے قریب آیا۔ اس کے تیوروں سے اب غصہ کے آثار قطعی زائل ہو گئے تھے۔

ملکہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس نے کہا "جوزیفائن تم اس فضول خرچی کے لئے کوئی معقول عذر پیش نہیں کر سکتیں۔ جواہرات اور پوشاک کی بدصورت عورتوں کو ضرورت ہوتی ہے مگر ظاہر ہے تمہیں اس کی ضرورت نہیں۔ تم جس زمانہ میں روشائرین میں رہتی تھیں تمہارے پاس یہ نفیس پوشاکیں نہ تھیں تاہم سارے عالم میں تم جیسی کوئی حسین عورت محبوب نہ تھی۔ جوزیفائن کیوں مجھے دق کیا کرتی ہو۔ تمہاری وجہ سے میرے منہ سے سخت باتیں نکل جاتی ہیں۔ اچھا جاؤ

گاڑیاں تیار ہیں - پانٹ ڈی بریکز جاؤ اور دیکھو ذرا احتیاط سے جانا ایسا !
نہ ہو سردی کھا جاؤ"۔

" تم بھی آؤ گے ؟" جوزیفائن نے پوچھا - ملکہ کتنی ہی غصہ میں ہو شہنشاہ کی تلطف آمیز گفتگو سے اُس کا غصہ فوراً رفع ہو جاتا تھا - وہ اب بھی رومال سے منہ چھپائے ہوئے تھی مگر میرا خیال ہے کہ یہ احتیاط محض اس لئے تھی کہ آنسوؤں نے پوڈر کو بہا کر جو بدنمائی آشکارا کر دی تھی وہ چھپی رہے۔

" ہاں ہاں میں ضرور آؤں گا" نپولین نے کہا "تمہاری گاڑیاں ہماری گاڑیوں کے پیچھے ہی ہوں گی ، کانسٹنٹ آپ کو گاڑی تک پہنچا دو - برٹیا تم نے فوج کو کشتیوں پر سوار ہونے کا حکم دیدیا - ؟ ٹیلرانٹ ! ادھر آؤ میں تم سے سپین اور پرتگال کے مستقبل کے متعلق ذکر کرنا چاہتا ہوں - موسیو ڈی لاول ملکہ کے ساتھ پانٹ ڈی بریکز جاؤ - دربار کے وقت وہیں ملاقات ہو گی"۔

باب - ۲

ملکہ کے حضور میں

پانٹ ڈی بریکز ایک چھوٹا سا قصبہ تھا - دربار کے دفعتاً آجانے سے جس کا ابھی چند ہفتے یہیں قیام ہونا تھا - اِس میں اب مزید آنے والوں کی گنجائش نہ تھی - درباریوں کو لوگوں میں زیادہ سہولت ہوتی مگر چونکہ نپولین نے پانٹ ڈی بریکز تجویز کر دیا تھا اس لئے وہیں دربار منعقد ہوا - اُس کے احکام کی تعمیل کرنے والوں کے لیے لفظ ناممکن بالکل ہی اُڑا

دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مختصر مقام میں پہلے تو باورچی اور خدمتگار آ کر جمع
ہوئے اس کے بعد سلطنت جدید کے حکام اور پھر دربار کی خواتین اور
اُن کی وجہ سے اُن کے فوجی عشاق آنے لگے۔ ملکہ کے لئے ایک بڑا سا
مکان حاصل کر لیا گیا تھا۔ بقیہ جھونپڑوں میں یا جہاں کہیں بھی جگہ ملی
ٹھہر گئے اور دل میں دعائیں مانگتے تھے کہ کہیں جلد مارسیلز یا فانٹین
بلو کا آرام و آسائش نصیب ہو۔

ملکہ نے براہ عنایت مجھ کو اپنی ہی گاڑی میں بیٹھنے کی اجازت دے دی
تھی اور راستہ بھر مجھ سے میرے معاملات کے متعلق سوالات کرتی رہی۔ یہ
اس نیک دل عورت کا خاصہ تھا کہ اپنے شناساؤں کے حالات سے واقفیت
حاصل کرے اور اُن کے حق میں حتی الوسع کام آئے۔ گفتگو میں حال کی بدمزگی
کے کوئی آثار نہ تھے۔ لوچینیہ کے تذکرہ میں اُسے بالخصوص بہت دلچسپی
تھی جس [illegible] وہ [illegible] سلسلہ گفتگو [illegible] قائم رہا اور نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے
لوچینیہ کی [illegible] منظوم قصیدے پڑھے جن کے بیچ بیچ
میں [illegible] مادام ڈی ریموزا مستعد ہی جاتی تھیں
بالآخر اُس مہربان عورت نے کہا: "تم اُسے دربار میں ضرور لاؤ۔
اُس حسن و صفت [illegible] قسمت میں اپنی زندگی رائگاں نہ
کرنی چاہیئے۔ تم نے شہنشاہ سے بھی ذکر کیا تھا؟"

"حضور وہ پیشتر ہی سے واقف تھے۔"

"ہاں وہ ہر بات سے واقف ہیں۔ آہ کس قدر عجیب انسان ہے۔
تم نے جواہرات کا ذکر سنا تھا۔ میرے جوہری نے مجھ سے قسمیہ وعدہ کیا
تھا کہ وہ کسی سے بھی اُن کا ذکر نہ کریگا اور جب میرے پاس دام ہوں گے

میں ادا کر دوں گی، مگر دیکھا تو شہنشاہ کو پورا قصہ معلوم ہے۔ اچھا ہاں تو شہنشاہ نے کیا کہا؟"

"انہوں نے فرمایا کہ تمہاری شادی میں کروں گا۔"

جوزیفائن نے سر کو حرکت دی اور کراہ کر کہا "موسیو ڈی لاول یہ معاملہ سخت اہم اور نازک ہے۔ اُن سے کچھ بعید نہیں کہ درباری خواتین میں سے کسی کو منتخب کر کے تمہیں ایک ہفتہ کے اندر اندر اُس سے بیاہ دیں۔ اس معاملہ میں وہ کسی کی نہیں سنتے۔ اِس طریقہ پر انہوں نے چند عجیب و غریب شادیاں کرائی ہیں۔ مگر میں پیرس جانے سے پیشتر اِس معاملہ پر اُن سے گفتگو کروں گی اور کچھ نہ کچھ انتظام کرنے کی کوشش کروں گی۔"

میں شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا کہ گاڑی ایک کوٹھی کے سامنے جا کر رک گئی۔ جہاں سُرخ وردی پہنے ہوئے ملازم اور دو شاہی محافظ دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ یہی شاہی قیام گاہ ہے۔ ملکہ اور اس کی ہمراہی خاتون جلدی سے دربار کے لئے تیار ہونے کی غرض سے اندر چلی گئیں اور مجھ کو کمرہ میں پہنچا دیا گیا، جہاں ابھی سے مہمان جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔

دربار کا کمرہ مربع تھا اور اُس کی آرائش اِس درجہ سادی تھی کہ کسی معمولی زمیندار کی رہائش کا کمرہ معلوم ہوتا تھا۔ دیواروں پر جو کاغذ لگے تھے مدھم رنگ کے تھے۔ فرنیچر سیاہ تھا حالانکہ جھاڑ اور فانوس بکثرت روشن تھے جن کی وجہ سے باوجود ماتمی رنگ کے کمرہ میں دربار کی جھلک پیدا ہو رہی تھی۔ اِس وسیع و سطحی کمرہ کے علاوہ پہلو میں چند اور چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ بیچ میں دروازوں پر ہلکے نیلے پردے پڑے

ہوئے۔ یہاں خواتین اور شرفاء کا ایک مجمع تھا۔ عورتیں شام کی پوشاک پہنے تھیں جس کی اجازت شہنشاہ سے مل گئی تھی۔ مردوں میں تقریباً نصف سویلین تھے جو سیاہ درباری پوشاک میں ملبوس تھے اور نصف فوجی تھے جو اپنی فوجی وردیوں میں تھے۔ شوخ رنگ کے کپڑے بہ کثرت تھے کیونکہ باوجودیکہ شہنشاہ کفایت شعاری کے وعظ اکثر کہا کرتا تھا۔ تاہم اُن عورتوں سے وہ سختی سے پیش آتا تھا جو دربار کی شان کے مطابق کپڑے نہ پہنتی تھیں۔ موجودہ درباری فیشن میں نمائش اور مذاق سلیم دونوں کی کافی گنجائش رکھی گئی تھی۔ جمہوریت کے ساتھ ہی سادہ پوشاکیں فنا ہو گئی تھیں اور اُن کی جگہ ایشیائی طمطراق نے لے لی تھی۔ یہ رواج اور پوشاک کی تبدیلی درپردہ فتح مصر کی خوشی میں تھی۔ جس کمرہ میں اس دور سے پیشتر قدیم رومن سادگی ٹپکتی تھی اب وہی ایشیائی حرم اور ایوانات کے کمرے معلوم ہوتے تھے۔ کمرہ میں داخل ہونے کے بعد میں ایک گوشہ میں جا کر کھڑا ہو گیا تھا کیونکہ خیال تھا شاید ہی وہاں کوئی میرا آشنا سامنے نکلے۔ مگر ایک شخص نے میرا ہاتھ چھوا اور میں نے مڑ کر دیکھا تو ماموں کا زرد چہرہ سامنے تھا۔ اُس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پرجوش مصافحہ کر کے خلوص کا اظہار شروع کیا جس کو میں خوب سمجھ رہا تھا کہ قطعاً مصنوعی ہے۔

اُس نے کہا" میرے عزیز لوئیس۔ صرف تمہیں دیکھنے کی خواہش مجھکو گرد بائی سے یہاں تک کھینچ لائی ہے حالانکہ یہ بھی واقعہ ہے کہ چونکہ میں پیرس سے فاصلہ پر رہتا ہوں اس وجہ سے دربار کی حاضری کا موقعہ شاذ و نادر ملتا ہے اور اِس موقعہ کو میں نے غنیمت سمجھا۔ تاہم یقین

کرو تم سے ملنے کا شوق غالب تھا۔ میں نے سنا ہے شہنشاہ تم سے نہایت مہربانی سے پیش آیا۔ اور تم اُس کے ذاتی ملازم ہو گئے ہو میں نے اُس سے تمہاری سفارش کر دی اور کہہ دیا تھا کہ اگر تمہارے ساتھ اُس نے اچھا برتاؤ کیا تو دیگر تارکانِ وطن کو بھی مراجعت وطن کا حوصلہ پیدا ہو گا"۔

میں جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تاہم میں نے سر کو خم کر کے سرد مہری کے ساتھ شکریہ کے چند الفاظ ادا کئے۔ اُس نے کہا" میں محسوس کر رہا ہوں کہ اُس روز کے واقعہ سے تم ابتک متاثر اور مجھ سے ناراض ہو۔ مگر درحقیقت میرے پیارے لوئس تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئیے۔ میں نے تم سے جو کچھ بھی کہا محض تمہاری بہتری کے لئے کہا تھا۔ میں اب بڈھا ہونے لگا ہوں۔ میرے قوٰی کمزور ہیں اور فرائض خطرناک۔ یہ میری لڑکی ہے اور یہ میری جائداد۔ جو ایک کو لے وہ دوسری کو بھی لے۔ سبل بہت ہی پیاری لڑکی ہے اور مجھ سے جو اُس نے ناراضگی یا غصہ کا اظہار کیا تھا اُس سے تم کو بدظن نہ ہونا چاہیئے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ معاملات تھے ہی ایسے کہ اُس کے لئے غصہ ہونے کے وجوہات کافی تھے۔ مجھے اُمید ہے تم نے غور کرنے کے بعد اب میرے منشاء کے مطابق فیصلہ کر لیا ہو گا"۔

میں نے روکھے پن سے جواب دیا" میں نے اس روز کے بعد پھر اس معاملہ پر غور کرنے کی زحمت نہیں کی اور نہ ضرورت سمجھی ہے۔ میں اب اس معاملہ میں مزید گفتگو کرنا نہیں چاہتا"۔

وہ چند لمحوں تک گہرے خیالات میں ڈوبا رہا۔ اُس کے بعد اُس نے اپنا منحوس چہرہ اُٹھایا اور اپنی بے رحم بھوری آنکھیں میری آنکھوں میں ڈال کر کہنے لگا۔

"خیر یہ معاملہ تو ختم ہوا۔ مگر تم کو مجھ سے خفا نہ ہونا چاہئیے کیونکہ میری

خواہش محض یہ تھی کہ تم ہی میرے وارث بنو۔ تو بس عقل سے کام لو۔ تم اس امر سے انکار نہیں کر سکتے کہ تمہاری گردن اس وقت ٹوٹی ہوئی ہوتی اور تم چھ فٹ گہری دلدل میں دفن ہوتے۔ اگر میں نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر تمکو نہ بچایا ہوتا۔ کیا یہ جھوٹ ہے؟"

"میں نے جواب دیا" اِس میں تمہاری اپنی غرض شریک تھی"۔

"مگر پھر بھی میں نے تمہاری جان بچائی۔ آخر تم مجھ سے کینہ کیوں رکھتے ہو۔ کیا یہ میرا قصور ہے کہ میں تمہاری جائداد پر قابض ہوں؟"

"یہ وجہ نہیں"

"پھر آخر صحیح وجہ کیا ہے"۔

"میں کہہ سکتا تھا کہ میری نفرت کا باعث یہ ہے کہ اُس نے اپنے ہمراہی کے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ خود اُس کی اولاد اُس سے متنفر تھی۔ اُس نے اپنی بیوی پر ظلم کیا تھا۔ میرا مرحوم باپ اُسے اپنی برگشتگی قسمت کا محرک سمجھتا تھا مگر ملکہ کا [illegible] لیے نہ تھا کہ اُس میں خانگی لڑائیاں برپا ہوں۔ چنانچہ میں نے [illegible] کر لیا تو جنبش دیگر خاموشی اختیار کی۔

"[illegible] اس کا رنج ہے کیونکہ میں تمہارا بہی خواہ ہوں" اُس نے کہا۔ "میں تمہیں ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچتے [illegible] لیے کہ فوج میں ایسے لوگ کم ہیں [illegible] کا اثر مجھ سے زیادہ ہو [illegible] اچھا ایک بات ہے"

"وہ کیا؟"

"میرے پاس تمہارے والد کے استعمال کرنے کی چند چیزیں ہیں مثلاً تلوار، مہر، خطوں سے بھرا ہوا میز اور چند ایک چاندی کے برتن مختصر یہ کہ ایسی چھوٹی چھوٹی چیزیں جنہیں تم بطور یادگار رکھنا پسند کرو گے تو مجھے بے حد خوشی

حاصل ہو گی اگر تم قلعہ گرو بائی میں آجاؤ خواہ ایک ہی شب کے لئے اور اُن چیزوں کو دیکھ کر جو ساتھ لانا چاہو لے لو۔ اس سے میرا ضمیر مطمئن ہو جائے گا۔"

میں نے جب اس کا وعدہ کر لیا۔ تو اُس نے بڑے اشتیاق کے ساتھ پوچھا "کب آؤ گے پھر"؟

خدا جانے اُس کی آواز میں کیا خاص بات تھی کہ مجھ کو فوراً شبہ ہو گیا۔ اور میں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو اُس کے چہرہ پر کامیابی اور مسرت کے آثار تھے۔ یہ دیکھنا تھا کہ مجھے فوراً اسبل کی تنبیہ یاد آ گئی۔

میں نے جواب دیا "میں اُس وقت تک نہیں آسکتا جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ میرے سپرد کس قسم کی خدمات ہیں۔ اس کا تصفیہ ہو لے تو میں آؤں گا"

"بہتر ہے۔ غالباً آئندہ ہفتہ تک یا اُس کے بعد لوئس میں تمہارا بڑے شوق کے ساتھ منتظر رہوں گا۔ میں تمہارے وعدہ کا یقین کرتا ہوں کیونکہ کوئی لاول کبھی عہد شکنی نہیں کرتا"

ایک مرتبہ پھر میرے ہاتھ کو دبایا، مگر میں نے کوئی جواب نہ دیا وہ اُس مجمع میں مل گیا جو ہر لمحہ بڑھتا ہی جاتا تھا۔

میں خاموش کھڑا اپنے ماموں کی وصیت پر غور کر رہا تھا۔ میں نے اپنا نام سنا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو کوئی میری جانب بڑھا چلا آ رہا تھا۔

"موسیو ڈی لاول کو دربار کا پہلا سابقہ ہے؟" اس نے کہا اور اس کے بعد نہایت شائستہ لہجہ میں "یہ نہ خیال کیجئے کہ آپ یہاں اجنبی ہیں۔ اس کمرہ میں آپ کے والد کے بہت سے دوست ہیں جو آپ کو دیکھ کر خوش ہوں گے۔ ڈی بینبول کہتے تھے کہ آپ ان میں سے مشکل سے کسی کو پہچانتے

ہوں گے۔"

میں نے جواب دیا "میں صرف سپہ سالاروں کو پہچانتا ہوں جن کو شہنشاہ کی مجلس شوریٰ میں دیکھ چکا ہوں۔ وہ سرخ بالوں والے نے ہیں۔ وہ عجیب دہانہ والے لفیور ہیں۔ وہ برناڈوٹ ہیں جن کا منہ شکاری پرندکی چونچ سے مشابہ ہے۔"

"ٹھیک وہ مدور گولی کی طرح شکل کا آدمی ریپ ہے جس خوبصورت گندم رنگ بڑی بڑی موچھوں والے آدمی سے وہ باتیں کر رہا ہے اس کا نام زیونو ہے۔ یہ غریب سپاہی اس وقت بہت پریشان ہیں"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ان سب نے ادنیٰ حیثیتوں سے ترقیاں کی ہیں۔ اور آداب دربار کے مقابلہ میں جنگ کے خطرات سے زیادہ واقف ہیں۔ جب اُن کی تلواریں اُن کے بوٹوں سے ٹکرا کھڑا تی ہوں انھیں اطمینان ہوتا ہے مگر جب ٹوپیاں اُتار کر بغل میں دبانی پڑتی ہیں اور اپنے بھاری بھاری بوٹ عورتوں کی پوشاک سے بچا بچا کر رکھنے پڑتے ہیں یا فنون لطیفہ کے متعلق گفتگو کرنی پڑتی ہے تو ان کے حواس جاتے رہتے ہیں۔ دربار میں شہنشاہ کی اجازت نہیں کہ لوگ بیباک طرز گفتگو اختیار کریں۔ گو وہ خود اُس سے احتراز نہیں کرتا شہنشاہ کی خواہش ہے کہ یہ لوگ فوج کے ساتھ سپاہی اور دربار میں درباری ہوں، مگر یہ بیچارے چوبیس گھنٹے سپاہی رہتے ہیں۔ وہ دیکھو ریپ جس کے جسم پر بیس زخموں کے نشان ہیں اس وقت کیسی کوشش کر رہا ہے اُس نوجوان خاتون سے لطیفہ سنجی کر لے۔ دیکھا غالباً کوئی ایسا فقرہ کہہ دیا جو سپاہیوں میں ہیجل نہ ہوتا مگر جسے سُن کر وہ نوجوان

عورت شرما کر اپنی ماں کے پاس چلی گئی اور حضرت خود کھڑے غور کر رہے ہیں کہ ماجرا کیا ہے؟"

میں نے دریافت کیا کہ یہ سفید پوش جواہرات کی کلغی لگائے کون عورت ہے۔

کولین کور نے جواب دیا "یہ میڈم موراشہنشاہ کی ہمشیرہ ہیں۔ کیرولائن خوبصورت ضرور ہیں مگر اپنی بہن میری کی برابری نہیں کر سکتیں جو وہ دیکھو کونے میں کھڑی ہیں۔ آپ نے دیکھا وہ ایک بلند قامت۔ شاندار سیاہ چشم معمر خاتون سے گفتگو کر رہی ہیں۔ یہ خاتون نپولین کی والدہ ہیں۔ عجیب و حیرت انگیز عورت ہے یہی نپولین ایسے زبردست شخص کا سرچشمہ ہے۔ وہ زیرک۔ جری اور زبردست قوت عمل کی حامل ہیں جو اُن کا شناسا ہو گیا اُن کی عزت کرنے پر مجبور ہوا۔ وہ اب بھی اُسی قدر ہوشیار اور کفایت شعار ہیں جتنا کارسیکا کے ایک زمیندار کی بیوی ہونے کی حالت میں تھیں۔ وہ صاف اور کھلے طور سے ظاہر کرتی ہیں کہ ان کا موجودہ دور کے مستقل ہونے کا اعتماد نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آیندہ برگشتگی اور انقلاب کے خیال سے پس انداز کرتی جاتی ہیں شہنشاہ کو اس دوراندیشی اور احتیاط پر کبھی کبھی ہنسی آتی ہے اور کبھی غصہ بھی۔ کیوں موراشاید کچھ ہی عرصہ میں یہ خوشخبری سننا نصیب ہو کہ تم انگلستان کے ساحلوں کو روندتے پھر رہے ہو"

یہ مشہور سپاہی ہم لوگوں کے سامنے آکر ٹھٹھک گیا تھا۔ اس پر اُس نے بڑھ کر میرے ہمراہی سے ہاتھ ملایا۔ اُس کا سڈول گٹھا ہوا جسم بڑی بڑی شعلہ فشاں آنکھیں اور شاندار رفتار ایسی تھی کہ اگر یہ بھٹیارے کا لڑکا

یورپ کے کسی مجمع میں ہوتا تو نگاہیں بے اختیار اُس پر پڑتیں۔ گھونگھر والے بال
اور موٹے سُرخ ہونٹ اُس کی خصوصیات تھیں۔"
"میں نے سُنا ہے کہ وہ ملک رسالے کے کام کا نہیں" اُس نے کہا۔
"قدم قدم پر پینڈیں اور کھائیاں۔۔۔۔ سڑکیں تو اچھی ہیں مگر کھیت بہت ہی خراب
ہیں۔ موسیو ڈی کولین کور خدا کرے اب جلد کوچ ہو۔ اگر یہی حالت رہی
تو سب سپاہی مالی ہو کر رہ جائیں گے۔ آجکل اُن کی معلومات گھوڑوں اور ٹلوروں
کے مقابلہ میں فواروں اور کھرپیوں سے زیادہ تعلق رکھتی ہے"
"میں نے سُنا ہے فوج کل سوار ہو جائیگی" کولین کور نے کہا۔
"ہاں مگر دیکھ لینا پھر کل ہی ساحل فرانس پر واپس آجائے گی"، سوار نے
جواب دیا "جبتک دینو انگریزی بیڑہ کو منتشر نہ کر دے کچھ نہیں ہو سکتا"
کولین کور بولا "کانسٹنٹ کہتا تھا صبح کپڑے پہنتے وقت شہنشاہ سیٹی
میں نغمہ مار لبروا ادا کر رہا تھا اور یہ ہمیشہ سے اِس امر کی علامت ہے کہ اب
کوچ ہونیوالا ہے"
"کانسٹنٹ بڑا ذہین ہے"، سوار نے ہنسکر کہا۔ "میرا خیال تو یہ ہے کہ شہنشاہ
مُوسیقی سے اس درجہ نابلد محض ہے کہ مار لبرو، اور مارسیلز، میں بھی فرق
نہیں کر سکتا۔ لیجئے ملکہ آگئیں۔۔ کس قدر خوبصورت معلوم ہو رہی ہیں"
اس موقعہ پر جو زیفائن معہ اپنی خادماؤں کے داخل ہوئی اور سارا
مجمع تعظیم کے لئے سر بقد ہو گیا۔ ملکہ اِس وقت گلابی رنگ کی گون پہنے تھی
جس پر نقرئی ستارہ کا کام بنا ہوا تھا۔ اگر یہ پوشاک کسی اور کے جسم پر ہوتی
تو غیر ضروری اور مذاق سلیم سے گری ہوئی معلوم ہوتی مگر ملکہ پر اس سے اور
بھی شان اور وقار برس رہا تھا۔ سر پر پروں کی چھوٹی سی کلغی جو چلنے میں

آہستہ آہستہ حرکت کرتی تھی۔ اُس سے بہتر میزبان ذہن میں آنا مشکل ہے۔ وہ بڑے لطف کے ساتھ مسکرا کر ہر شخص سے باتیں کرتی تھی۔ طرزِ کلام اِس درجہ ہمدردانہ اور خلوص سے پُر تھا کہ ہر شخص ذرا سی دیر میں بلا جھجک اُس سے باتیں کرنے لگتا تھا۔ اُس کی باتوں میں آزادی، اطمینان اور خلوص ہوتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ مخاطب پر اُس کا خاص اثر پڑتا تھا۔

میں نے تعریفی لہجہ میں کہا "ملکہ کس قدر دلفریب ہے۔ بھلا کوئی ایسا بھی ہوگا جو اس سے محبت نہ کرے؟"

کولین کور نے مڑ کر دیکھا کہ کہیں سورا تو پاس نہیں کھڑا پھر بولا "ہاں ایک خاندان صرف ایسا ہے جو اُس سے جلتا ہے۔ شہنشاہ کی بہنوں کا چہرہ دیکھو"۔

میں نے اُس کے اشارہ پر نگاہ پھیر کر دیکھا تو ایک بے حد ناگوار منظر روبرو تھا۔ وہ دونوں خوبصورت بہنیں ملکہ کو نہایت نفرت کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ اور آپس میں کچھ کہہ کہہ کر تحقیر کے انداز سے ہنستی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد میڈم مورلا اپنی ماں کی طرف مڑی اور اُس متین معمر خاتون نے اپنے سر کو متکبرانہ نفرت و حقارت سے حرکت دی۔

"ان لوگوں کا خیال ہے کہ نپولین اُن کا ہے اس لئے اُسے انہیں کا ہو کر رہنا چاہئے۔ ان کو یہ گوارا نہیں کہ وہ تو محض بیگم کہلائیں اور جوزیفائن ملکہ کے نام سے یاد کی جائے۔ یہ جوزف۔ لوسین سب کے سب اُس سے نفرت کرتے ہیں۔ تاجپوشی کے وقت ان لوگوں کو یہ فرض ادا کرنا پڑا تھا کہ جوزیفائن کی پوشاک سنبھالے ہوئے اُس کے ساتھ چلیں۔ اس وقت ان لوگوں نے یہ کوشش کی کہ اُس کی ٹانگوں میں ٹانگیں ڈال کر گرا

دیں اور جب خود شہنشاہ نے دخل دیا تب اپنی کوشش سے باز آئیں۔ ان لوگوں کی رگوں میں کارسیکا کا خون ہے اور اُن سے سابقہ رکھنا کوئی آسان کام نہیں۔"

مگر باوجودیکہ شوہر کا پورا خاندان اُس سے علانیہ مکدر تھا لیکن معلوم ہوتا تھا ملکہ کو قطعاً اس کا علم نہیں۔ اُس کے چہرہ سے اطمینان اور سکون پیدا تھا اور وہ اپنے مہمانوں سے مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔ ایک دراز قد سپاہیانہ وضع۔ بھوری موچھوں والا آدمی اُس کے پہلو میں تھا اور وہ بعض اوقات محبت کے ساتھ اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتی تھی۔

میرے ہمراہی نے کہا "یہ اُس کا لڑکا یوجین ڈی بو ہرنائے ہے"۔

میں نے تعجب کے ساتھ کہا "اُس کا بیٹا؟" کیونکہ وہ سن میں ملکہ سے بڑا معلوم ہوتا تھا۔

ڈی کولین کو میرے تعجب پر تبسم ہوا اور بولا "تم کو نہیں معلوم اُس نے بوہرنائے سے بہت ہی کم عمر میں شادی کی تھی شاید اُس کی عمر پوری سولہ سال کی بھی نہ تھی۔ ملکہ نے محل میں زندگی کاٹی اور بیٹا مصر اور شام کے تپتے میدانوں میں رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عمر کا امتیاز اُٹھ گیا۔ تم نے اُس لمبے خوبصورت داڑھی موچھیں منڈے آدمی کو دیکھا جس نے جوزیفائن کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ یہ ایک مشہور ایکٹر ہے۔ اِس نے ایک مرتبہ نپولین کا آڑے وقت میں ساتھ دیا تھا اور شہنشاہ ہوجانے پر بھی نپولین وہ احسان نہیں بھولا جس سے وہ بحیثیت کونسل زیر بار ہو چکا تھا۔ ٹیلرانڈ کے اقتدار کا بھی راز ہے۔ مصر روانہ ہونے سے پیشتر ٹیلرانڈ نے اُس کو ایک لاکھ فرانک قرض دئے تھے اور حالانکہ نپولین اس کو مشتبہ

سمجھتا ہے تاہم اس پرانے احسان کو نہیں بھول سکتا۔ یاد نہیں پڑتا کہ آج تک اُس نے کسی دوست کو فراموش یا کسی دشمن کو معاف کیا ہو۔ ایک بار اگر آپ اُس کے ساتھ سلوک کر چکے ہیں تو بقیہ عمر آپ جو چاہیں کریں [illegible] ایک کو جیان صبح سے شام تک نشہ میں مست رہتا ہے [illegible] ہیں صیب حاصل کر چکا ہے اس لئے ہمیشہ کو محفوظ ہے۔

ڈی کولین کور ایک خاتون سے باتیں کرنے آگے بڑھا [illegible] پھر اپنے خیالات میں اُلجھ گیا۔ میرے دل میں اس عجیب و غریب آدمی کے متعلق خیالات کا ہجوم تھا جو کبھی ایک قابل فاتح معلوم ہوتا تھا اور کبھی ایک بچہ جو ناز و نعم کی وجہ سے تباہ ہو گیا ہو۔ اُس کے شریفانہ اور کمزور دونوں پہلو اس قدر جلد جلد سامنے آتے تھے کہ ابھی ایک رائے قائم ہوتی تھی کہ اُس میں جھٹ ترمیم کی حاجت ہوتی اور دوسرے نتیجہ پر پہنچنا پڑتا تھا۔ بہرحال یہ ظاہر تھا کہ فرانس کو اُس کی اشد ضرورت تھی اور اُس کی خدمت دراصل وطن کی خدمت تھی۔ لیکن یہ سوال ضرور ہوتا تھا کہ اُس کی خدمت فخر کے قابل شئے تھی یا اعمال گذشتہ کی پاداش؟۔ کیا وہ محض فرمانبرداری کا مستحق تھا یا محبت اور عظمت کا بھی؟۔ یہ وہ سوالات تھے جن کا جواب دینا سہل نہ تھا [illegible] لوگ ایسے تھے جو مرتے مر گئے مگر اس سوال کا جواب نہ دے سکے۔

اب دربار میں آزادی اور بے تکلفی پیدا ہو گئی تھی۔ یہاں [illegible] کہ سپاہی بھی آزاد اور مطمئن معلوم ہوتے تھے۔ بہت سے پہلو کے [illegible] تماشہ کھیل رہے تھے مگر میرے لئے صرف یہی دلچسپی بہت تھی [illegible] دیکھوں اور لطف حاصل کروں۔ میرے لئے ان خوب [illegible] ہر وہ نگاہ نظارہ کافی تھا جن کے عجیب [illegible] کچھ عرصہ ہوا [illegible]

سے پُر تھے مگر جن سے آج دنیا گونج رہی تھی۔ میرے پاس ہی لین اور مورا تھے جو آپس میں سپاہیانہ بیباکی اور آزادی سے گفتگو کر رہے تھے اور قہقہہ پر قہقہہ مار رہے تھے۔ ان تینوں آدمیوں میں سے دو کی قسمت میں قتل ہونا لکھا تھا اور ایک جنگ کی بھینٹ چڑھنے والا تھا مگر مستقبل کے خیالات ان لوگوں کے دلوں میں کبھی آتے ہی نہ تھے کہ وہ اُنکا عیش منغص کر سکیں۔

ایک پستہ قد۔ خاموش ادھیڑ عمر کا آدمی جو نہایت افسردہ اور غیر مطمئن معلوم ہوتا تھا میرے پاس دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ یہ دیکھکر کہ وہ بھی میری طرح بیگانہ ہے میں نے سلسلہ کلام شروع کیا جس کا جواب اُس نے بڑی خوشی سے مگر بے حد غلط فرانسیسی زبان میں مجھکو دیا۔

اُس نے پوچھا "کیا آپ انگریزی نہیں جانتے۔ مجھے اس ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جو انگریزی سمجھتا ہو"۔

میں نے جواب دیا "میں بخوبی جانتا ہوں کیونکہ میں نے دنیا میں اپنی عمر کا زیادہ حصہ گذارا ہے۔ کیا آپ انگریز ہیں؟ میں نے سُنا ہے صلحنامہ امیمین کی خلاف ورزی کے بعد فرانس میں جسقدر انگریز تھے حراست میں لے لئے گئے ہیں"۔

"نہیں میں انگریز نہیں امریکن ہوں" اُس نے کہا "میرا نام رابرٹ فلٹن ہے۔ اور میں اِن درباریوں میں اس وجہ سے شریک ہوتا ہوں کہ یہ شخص بھی ایک طریقہ شہنشاہ کی یاد دہانی کا ہے۔ وہ آجکل میری چند ایجادات پر غور کر رہا ہے جن سے محاربات بحری میں انقلاب پیدا ہو جائیگا"۔

چونکہ اور کوئی مشغلہ نہ تھا میں نے اس عجیب امریکن اور اُس کی ایجادوں کے متعلق سوالات شروع کئے۔ مجھے اُس کے جواب سے فوراً اندازہ

ہو گیا کہ میرا سابقہ ایک مخبوط الحواس آدمی سے ہے۔ اُس کا خیال تھا کہ جہاز کے اندرونی حصہ میں آگ اور کوئلہ جلانے کی وجہ سے جہاز کو ہوا اور بہاؤ کے خلاف بھی لے جا سکتے ہیں۔ اسی قسم کی اور بھی چند خرافات تھے مثلاً یہ کہ سمندر میں بارود کے بھرے ہوئے گولے چھوڑ دینے سے جہاز خود بخود ٹکرا کر تباہ ہو سکتے ہیں۔ میں اُس وقت اُس کی باتیں سُن سُن کر مسکراتا تھا مگر اب اپنی عمر کے آخر حصہ میں مجھ کو اُس شخص اور اُس کی ایجادات کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ اُس وقت اس کمرہ میں جتنے سپاہی اور مدبر موجود تھے بلکہ خود نپولین کا بھی تاریخ دنیا پر اس قدر اثر نہیں پڑا جتنا اُس کم سخن امریکن کا جو اُن زر بفت کے ملبوسات اور ایشیائی طمطراق میں اس قدر معمولی اور کم حیثیت معلوم ہوتا تھا۔

ہم لوگوں کی گفتگو کا دور ایک سناٹے نے منقطع کر دیا۔ جو سارے کمرہ پر چھایا ہوا تھا۔ یہ اس طرح کا سناٹا تھا جو کھلنڈرے لڑکوں پر کسی بزرگ کے اچانک آجانے سے پیدا ہوتا ہے۔ گفتگو اور قہقہے بند ہو گئے۔ پہلو کے کمرہ میں تاشوں کی کھڑکھڑاہٹ اور سکوں کی جھنکار معدوم ہو گئی۔ مرد عورت سر و قد کھڑے ہو گئے۔ سب کے چہروں سے آزادی اور اطمینان کی کیفیت دور ہو گئی اور انتظار کے علامات نظر آنے لگیں۔ میں نے دیکھا سامنے دروازہ میں وہی سفید چہرہ کا ہی کوٹ اور سفید واسکٹ پہنے کھڑا تھا۔

یہ اندازہ کہ وہ ان اوقات پر کیا طرزِ عمل اختیار کریگا غیر ممکن تھا۔ بعض اوقات وہ اپنے تمام ہمراہیوں میں سب سے زیادہ قہقہہ مارتا اور باتیں کرتا تھا، مگر یہ اتفاق زیادہ تر اس زمانہ میں ہوتا تھا جب وہ کونسل

تھا شہنشاہ ہونے کے بعد یہ بات کم ہوگئی تھی۔ بعض اوقات وہ بالکل ہی وحشی معلوم ہوتا تھا۔ اور جو بھی سامنے آئے اُس کی توہین کرنے لگتا تھا۔ مگر زیادہ تر اُس کی کیفیت درمیانی ہوتی تھی۔ عموماً وہ خاموش۔ منہ پھلائے اور اپنے آپ کو روکے ہوئے رہتا تھا۔ جو ملا اُس سے کچھ نہ کچھ ایسی بات کہدی جو گراں گذری سخر یک مرد سے دوسرے کمرہ میں چلا جاتا تو لوگ اطمینان سے سانس لینا شروع کرتے تھے۔

اس وقت سہ پہر کے اشتعال کے اثرات اُس کی طبیعت میں باقی تھے تیوری چڑھی ہوئی تھی اور آنکھوں میں تکدر کے آثار تھے۔ اتفاق کہ میں دروازہ کے قریب تھا اس لئے اُس کی نگاہ پہلے مجھ پر ہی پڑی۔

مجھے اپنے پاس بلا کر اُس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور ایک لمبے قد والے آدمی سے جو اُس کے ہمراہ کمرہ میں آیا تھا مڑ کر بولا۔ "دیکھو بونا پارٹ [illegible] قدیم خاندان والے اب فرانس واپس نہ آئیں گے۔ اور [illegible] خاندان آباد ہو جائیں گے۔ دیکھو پرانی عادات کے مطابق [illegible] کا وارث جو میری خدمت کے لئے آیا ہے [illegible] تم کو [illegible] کا نائب مقرر کرتا ہوں۔ تم ہر جگہ میرے ساتھ ساتھ رہو گے۔"

مرتبہ بہت بڑا تھا تاہم میں خوب جانتا تھا کہ شہنشاہ نے میری ذات پر کوئی خاص نوازش نہیں کی مطلب یہ تھا کہ دوسروں کو بھی تقلید کی خواہش پیدا ہو۔ میرا ضمیر مطمئن تھا کیونکہ میں نے محض حب وطن کے خیال سے اُس کی بلند[illegible] قبول کی تھی کوئی اور غرض نہ تھی مگر اب اُس کے پیچھے پیچھے چلنے [illegible] عجیب معلوم ہوتا تھا۔ میں خود کو بمنزلہ قیدی کے سمجھتا تھا جو اپنے [illegible] کی!

گاڑی سے بندھا چلا جا رہا ہو۔

مجھکو فوراً ہی اور بھی زیادہ شرمندہ ہونے کا موقعہ ملا۔ اس شرمندگی کا باعث میرے مالک کا طرزِ عمل تھا۔ اُس کے اطوار ایک حد تک ناگوار تھے۔ وہ خود اکثر کہا کرتا تھا کہ تحکم اُس کی فطرت کا خاصہ ہے بدیں وجہ اُس کو وہ مہذب اور شائستہ برتاؤ بھی بُرا معلوم ہوتا تھا جو مرد عورتوں سے برتتے ہیں۔ شہنشاہ اس معاملہ میں لوئس چہار دہم کا بالکل عکس تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ عورتوں کے ساتھ جو وقتی اور رسمی اطاعت برتی جاتی ہے وہ اُس کی شان تحکم کے منافی ہے۔ عورتوں کی منزلت کرنے سے نپولین ہمیشہ منکر رہا

وہ سپاہیوں کے ساتھ بہت خوش مزاجی سے پیش آتا تھا۔ ہر سپاہی سے بے تکلفی برتنے مذاق کے جملے کہتا تھا۔ مگر عورتوں میں آکر بالکل کایا پلٹ ہو جاتی تھی۔ اپنی بہنوں سے اُسنے چند جملے کہے مگر اس لہجہ میں جیسے نو عمر سکھانے والا سارجنٹ رنگروٹ سے گفتگو کرتا ہے لیکن جب ملکہ اُس کے پاس آئی تو اُس کی بدمزاجی کی انتہا ہو گئی۔

جھنجھلا کر کہنے لگا "جوزیفائن یہ گلابی پھندنے مت پہنا کرو۔ عورتوں کا کام صرف اتنا ہے کہ مدۃ العمر کپڑے پہننا سیکھیں مگر اُس میں بھی اُن کو اعتدال اور مذاقِ سلیم کا سلیقہ نہیں پیدا ہوتا۔ اگر اب میں نے تمہیں انہیں پہنے دیکھا تو تمہارے شال کی طرح انہیں بھی آگ میں جھونک دونگا۔"

"نپولین تمہیں خوش رکھنا بڑا مشکل کام ہے" جوزیفائن نے کہا "تم ایک دن ایک چیز پسند کرتے ہو دوسرے دن اُسی کو ناپسند کرتے ہو۔ مگر چونکہ تمہیں یہ پوشاک ناپسند ہے میں تبدیل کر ڈالونگی۔"

جوزیفائن کا تحمل قابل تعریف تھا۔

لوگوں کے دو رویہ کھڑے ہونے سے بیچ میں ایک رستہ بن گیا تھا نپولین اس رستہ میں تیزی سے روانہ ہوا۔ مگر تھوڑا ہی بڑھا ہوگا کہ اس نے ملکہ سے مڑ کر کہا۔

"جوزیفائن میں تم سے کتنی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ مجھے موٹی عورتوں سے نفرت ہے"

"اور میں ہمیشہ اس کا خیال رکھتی ہوں"

"اچھا تو میڈم مرڈی شور وہاں کیوں آئی ہیں؟"

"مگر... میڈم ایسی تو موٹی نہیں"

"نہیں وہ ضرورت سے زیادہ موٹی ہے۔ میں آئندہ اسے دیکھنا نہیں چاہتا۔ یہ کون ہے؟"

اتنا کہہ کر ایک نیلگوں لباس پہنے ہوئے جوان لڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔ شہنشاہ کی جسم میں پیوست ہو جانے والی نگاہیں اس لڑکی پر گڑی تھیں اور اس بیچاری کے پاؤں تھر تھرا رہے تھے۔

جوزیفائن نے کہا "یہ میڈموازل ڈی برگرا ہیں"

نپولین نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"تمہاری کیا عمر ہے؟"

"خداوند تئیس سال"

"اب تمہاری شادی ہو جانی چاہئے۔ ہر عورت کی شادی ۲۲ برس کی عمر تک ہو جانا ضروری ہے۔ کیا یہ وجہ ہے کہ تمہاری شادی اب تک نہیں ہوئی؟"

بیچاری لڑکی کے منہ سے بات نہیں نکلتی تھی۔ ملکہ نے دخل دیکر ملائمت

سے کہا۔" نپولین یہ سوال تو نوجوانوں سے کرنا چاہیئے نہ کہ اس خاتون سے!"

"اچھا یہ وقت ہے کیوں؟ اُس کے لئے ہم شوہر تلاش کر دیں گے؟"

اتنا کہہ کر وہ مڑا اور میں نے دیکھا کہ اُس کی مستفسرانہ نگاہیں میرے اوپر ہیں بالآخر اُس نے کہا۔

"موسیو ڈی لاول ہمیں تمہارے لئے بھی ایک بیوی تلاش کرنی ہے۔ اچھا خیر دیکھا جائیگا... تمہارا کیا نام ہے؟"

آخری سوال اُس نے ایک خاموش شائستہ سیاہ پوش آدمی سے کیا۔

"حضور... میرا نام گیبٹری ہے" اُس نے جواب دیا "اور میں ماہر موسیقی ہوں!"

"ہاں ہاں میں تمہیں جانتا ہوں میں تمہیں سیکڑوں بار دیکھ چکا ہوں مگر نام یاد نہیں رہتا... تم کون ہو؟"

"میرا نام جوزف ڈی شینیر ہے"

"ٹھیک ہے۔ میں نے تمہارا ڈرامہ دیکھا تھا۔ مگر ڈرامے کا نام بھول گیا بہر حال وہ بالکل فضول ہے۔ تم نے اور بھی اشعار کہے ہیں کیا؟"

"جی خداوند اور میں نے اپنی آخری کتاب آپ کی اجازت سے آپ ہی کے نام معنون کی ہے!"

"بہت ممکن ہے مگر مجھے اُس کے مطالعہ کی فرصت نہیں ملی بافسوس آجکل فرانس میں کوئی شاعر نہیں۔ گذشتہ چند سال کے واقعات اس قابل تھے کہ ہومر یا درجل انہیں نظم کرتا۔ معلوم ہوتا ہے میں سلطنتیں تیار کر سکتا ہوں مگر شاعر تیار نہیں کر سکتا تم فرانس کا سب سے بڑا شاعر کسے سمجھتے ہو؟"

"حضور والا ریسین کو"

"تم گدھے ہو۔ کارنیل اُس سے کہیں زیادہ تھا بلیں بحر یا اس قسم

کے دیگر خرافات سے واقف نہیں ہوں مگر شاعرانہ خیالات کا ذوق رکھتا ہوں اور مجھ کو معلوم ہے کہ شاعرانہ خیالات کیا ہیں کارنیل سب شعراء میں سب سے آگے ہے اگر وہ اپنی خوش قسمتی سے میرے زمانہ میں ہوتا تو میں اسے اپنا وزیر اعظم بناتا۔ میں اس کی دماغی قابلیت۔ جذبات انسانی سے واقفیت اور گہرے خیالات کی داد دیتا ہوں۔ کیا تم آج کل کچھ لکھ رہے ہو؟"

"میں جہاں پناہ میں ہنری چہارم کے متعلق ایک ٹریجڈی لکھ رہا ہوں"

" یہ کچھ نہیں۔ فضول بات ہے۔ ان واقعات کو ابھی زیادہ زمانہ نہیں گذرا اور میں اسٹیج پر سیاسیات کی اجازت نہیں دے سکتا۔ سکندر کے متعلق ڈراما لکھو۔ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

اس نے پھر اسی شخص سے پوچھا جس سے وہ ایک مرتبہ پہلے پوچھ چکا تھا اس نے بہت سلیم الطبعی سے جواب دیا "خداوند میں اب بھی وہی گبٹری ماہر منطقی ہوں"

نپولین اس بے پردہ طنز پر شرمندہ ہوا۔ ایک لمحہ کے لئے اس کے چہرہ پر سرخی دوڑ گئی مگر اس نے کہا کچھ نہیں اور ٹہلتا ہوا تاش کھیلنے کے کمرہ میں جا پہنچا جہاں چند خواتین کھڑی تھیں۔

ان میں سے جو سب سے قریب تھی اس سے اس نے کہا "کیوں میں امید کرتا ہوں کہ اب تم نے اپنی حرکات میں اصلاح کر لی ہو گی۔ پیرس کی آخری اطلاع یہ تھی کہ لوگ تمہاری حرکات پر ہنستے اور چرچے کرتے ہیں"

خاتون نے ذرا تیکھے تیوروں میں کہا۔ "مہربانی کر کے اپنے مطلب کی تشریح کر دیجئے"

نپولین نے جواب دیا "لوگ تمہارا نام کرنل لاسال کے ساتھ لیتے ہیں"۔

"یہ ایک ذلیل اتہام ہے"

"بہت ممکن ہے مگر جب ایک ہی ذات کے متعلق اِس قدر اتہامات سُننے میں آئیں تو کیا کیا جائے۔ اِس معاملہ میں واقعی تم بہت بدنصیب ہو۔ اِس سے قبل تم جنرل ریپ کے ایڈی کانگ سے بدنام ہو چکی ہو۔ یہ سلسلہ اب ختم ہونا چاہئے۔ تمہارا کیا نام ہے"

یہ سوال اُس نے ایک اور خاتون سے پوچھا جس کا جواب یہ تھا "میڈ موازل ڈی بیریگورڈ"

"عمر؟"

"بیس سال"

"بہت دُبلی ہو"

"خداوندا!"

"کیوں میڈم میولسنے میزان کیا تم ساری عمر یہی بھوسی گون۔ سُرخ ٹوپی۔ اور یہ لال پہنا کرو گی؟"

"حضور والا میں نے یہ آج پہلی مرتبہ پہنا ہے"

"آپ دو دوسرا جوڑا اسی قسم کا ہوگا کیونکہ میری نگاہیں دیکھتے دیکھتے اُکتا گئی ہیں۔ اب آج سے یہ نہ دیکھوں... موسیو ڈی ریموز! میں تم کو کافی تنخواہ دیتا ہوں۔ تم اُسے خرچ کیوں نہیں کرتے۔ میں نے سُنا ہے کہ تم اپنی گاڑی علیحدہ کر رہے ہو۔ میں روپیہ اس لئے نہیں دیتا کہ بینک میں جمع کیا جائے بلکہ اس لئے دیتا ہوں کہ لوگ اپنی حیثیت کے موافق رہ سکیں۔ جب میں پیرس آؤں تو یہ سنوں کہ تم نے گاڑی واپس منگالی ہے...

... زیبونو بدمعاش میں نے سُنا ہے کہ تو پھر جوا کھیلا اور خوب ہارا"

سپاہی نے جواب دیا۔ "خداوند مقدر اس درجہ خلاف رہا کچھ نہیں کہہ سکتا۔ پانسہ برابر میرے خلاف ہی پڑتا گیا۔"

"تو بچہ ہے اور روپیہ کی قدر سے واقف نہیں۔ کتنے کا قرض دار ہے؟"

"خداوند چالیس ہزار کا۔"

"اچھا لیبرون کے پاس جانا اور اُن کو یہ رقعہ دینا۔ کچھ بھی سہی مگر میں ٹوون میں تیرے ساتھ تھا اور اسے نہیں بھول سکتا۔"

"خداوند ہزار ہزار شکریہ"

"جاؤ۔ تم ریپ اور ناسل اس بچہ کی طرح ہیں جو پیار کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو۔ مگر بد معاش آئندہ کے لئے خبردار رہنا ایسے تاش نہ چھونا... میڈم پیکارڈ میں اتنی نیچی پوشاک پسند نہیں کرتا۔ اچھی صورت پر بھی یہ پوشاک بری معلوم ہوتی ہے اور آپ پر تو اور بھی زیادہ بیہودہ... اچھا جوزفائن میں جاتا ہوں۔ تم ایک آدھ گھنٹہ کے لئے آ کر میرے پاس بیٹھ کر کچھ پڑھنا تاکہ نیند آجائے۔ میں آج بہت تھکا ہوا تھا مگر تمہارے کہنے کے مطابق چلا آیا تاکہ تمہارے مہمانوں کی تواضع میں شریک ہو جاؤں۔ موسیو ڈی لاول جب تک میں تمہیں یاد نہ کروں تم یہیں ٹھہر سکتے ہو۔ تمہاری فی الحال ضرورت نہیں۔"

اتنا کہہ کر وہ چل دیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی ملکہ سے لیکر خدمتگار تک نے اطمینان کی لمبی سانس لی۔ سلسلہ گفتگو پھر قائم ہو گیا۔ تاش کی کھڑکھڑاہٹ اور سکوں کی جھنکار پھر پیدا ہوئی جو شہنشاہ کی آمد کے باعث عارضی طور پر رک گئی تھی۔"

باب ۱۳

ثمرہ اعمال

رفتہ رفتہ میں اُن حیرت انگیز واقعات کے خاتمہ پر پہنچ رہا ہوں جن سے مجھکو ساحل پر اترتے ہی سابقہ پڑا تھا۔ یہ واقعات بہ نفسہ دلچسپ ہوتے اگر شہنشاہ نپولین کا تذکرہ بیچ میں نہ آجاتا۔ جسنے ان واقعات کی دلچسپی کو یوں ماند کردیا جیسے سورج ستاروں کی روشنی کو ماند کردیتا ہے۔ اِس وقت بھی جب ایک معمر السان اپنے سوانح حیات سپرد قلم کرتا ہے تو نپولین کو اپنی بات کا پڑکا پاتا ہے وہ کاغذ کے صفحوں پر بھی یہ گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اس کا مدمقابل ہو۔ اُس کے کارناموں کے سامنے اور اُس کے تذکرہ کے مقابلہ میں میرا قصہ یوں مرجھا کر رہ جاتا ہے جس طرح خزاں کے اثر سے درختوں کے پتے۔ اگر قصہ کا بہانہ نہ ہوتا تو شاید میں آپ سے اُن خیالات واثرات کا ذکر نہ کرتا جو اُس کو پہلی بار دیکھنے سے میرے قلب پر منقوش ہوئے کچھ نہیں تو کم از کم اِس قصے سے اِتنا تو فائدہ ضرور ہو گیا۔ تھوڑی سی زحمت اور برداشت کیجئے تاکہ میں سُرخ چکی اور گروبائی کے سوانح کا ذکر ختم کرلوں۔

ملکہ کے دربار کو ختم ہوئے دو دن گذر چکے تھے اور سبل کی میعاد

میں صرف ایک روز باقی تھا جس کے اندر رہی اندر لُوساک کو گرفتار کرا کے اُسے اپنے عاشق کی جان بچانی تھی۔ مجھکو سبل کے عاشق کی ایک شمہ بھر فکر نہ تھی کیونکہ وہ اپنے خوبصورت کالبد میں ایک کمزور روح رکھتا تھا۔ تاہم اس خوبصورت لڑکی کی زبردست قوت ارادی اور وفاشعاری کا میرے دل پر گہرا اثر تھا اور میں نے طے کر لیا تھا کہ ہر معاملہ میں اُس کی امداد کے لئے آمادہ رہوں گا خواہ میری عقل اُس کی مخالفت ہی کیوں نہ کرے۔ جب میں نے اپنے کرایہ کے مکان میں اُس کو ساواری کے ہمراہ آتے دیکھا تو میرے دل میں مختلف جذبات موجزن ہو گئے اُس کے چہرہ پر اور اسکی کامیاب نگاہوں پر ایک نظر ڈالتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ اُسے کامیابی کا یقین ہے۔

بآواز بلند اُس نے کہا "بھائی لُوسس میں نہ کہتی تھی کہ میں اُسے گرفتار کرا دونگی۔ میں سیدھی تمہارے پاس آئی ہوں کیونکہ تم نے مجھے مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔"

ساواری نے کندھوں کو حرکت دی اور کہا "میڈموازل کا اصرار ہے کہ میں اس معاملہ میں سپاہیوں سے کام نہ لوں"

وہ نہایت جوش سے بولی "نہیں ہرگز نہیں۔ اس کام میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہوگی۔ وہ سپاہیوں کو دیکھتے ہی کسی ایسے مقام پر پوشیدہ ہو جائیگا جہاں تک ہم لوگ نہ پہنچ سکیں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ ناکامیابی کا گمان بھی پیدا ہو۔ اس بات پر ایک بہت بڑے معاملہ کا دارومدار ہے"

ساواری کہنے لگا "ایسے معاملات میں تین آدمی بھی اُتنے ہی کارآمد ہوتے ہیں جتنے تیس۔ میں خود بھی اس سے زیادہ آدمی نہ لے جاتا۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کے ایک دوست لفٹنٹ۔۔۔؟"

"لفٹنٹ جیرارڈ آف برگینی"

"تو ٹھیک ہے۔ اس عظیم الشان فوج میں جیرارڈ سے بڑھ کر دوسرا افسر نہیں ہم تین آدمی بڑی سے بڑی مہم کے لئے کافی ہوں گے"

"میں تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں"

"اور اب بتائیے ہیڈ موازل ٹوساک کہاں چھپا ہے؟"

"وہ اس سرخ چکی میں چھپا ہوا ہے"

"مگر ہم اُسے وہاں ڈھونڈھ چکے ہیں یقین مانئے وہ وہاں نہیں ہے"

"آپ نے کب تلاش کیا تھا؟"

"دو روز ہوئے" "وہ اُس کے بعد آیا ہے۔ مجھکو معلوم تھا کہ چینی لوریل کو اُس سے عشق ہے۔ میں نے ہر دن سے برابر چینی پر نگاہ رکھی۔ کل شب وہ سرخ چکی میں شراب اور فواکہات چھپا کر لئے جا رہی تھی میں نے صبح دیکھا کہ وہ میدان کو بڑے غور سے دیکھ رہی ہے اور جب سنگین کی جھلک دکھائی پڑتی ہے تو اس کا رنگ فق ہو جاتا ہے۔ مجھ کو ٹوساک کے چکی میں ہونے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا آنکھوں سے دیکھنے کا ہوتا ہے"

ساواری نے کہا "تو اس حالت میں ایک منٹ بھی نہ ضائع کرنا چاہئے بہت ممکن ہے وہ بعد شام ہی انگلستان واپس چلا جائے۔ سرخ چکی پر سے ارد گرد کا تمام میدان نظر آتا ہے اور ہیڈ موازل کا خیال صحیح ہے کہ اگر سواروں کا دستہ ساتھ ہوگا تو وہ ہوشیار ہو کر بھاگ نکلے گا"

"اچھا پھر آپ کی کیا تجویز ہے؟" ہمیں نے پوچھا

"یہ کہ آپ کیمپ کے شمالی جانب ہی کہیں چھپے ہوں گے [illegible] دیکھ کر [illegible] کوئی مسافر چلا جا رہا ہے [illegible] جیرارڈ ہے مگر [illegible]

پستول ہمراہ رکھ لیں کیونکہ فرانس کے سب سے بڑے سرفروش کا مقابلہ ہے۔"

غروب آفتاب کیساتھ فرانس کی طرف کی کانیں گلابی ہو رہی تھیں کہ میں میمزبولوں کے پھاٹک پر پہنچا۔ میں نے دیکھا میرے ساتھی ابتک نہیں آئے مگر ایک لمبا آدمی نیلا کوٹ جس میں پیتل کے بٹن لگے تھے پہنے ہوئے کھڑا ہے اور ایک شاندار سیاہ گھوڑے کا تنگ کس رہا ہے۔ یہ شخص ایک متوسط حیثیت کا دیہاتی زمیندار معلوم ہوتا تھا۔ کچھ فاصلہ پر ایک پھرتیلا نوجوان سائیس سڑک کے پاس دو اور گھوڑوں کی باگیں پکڑے کھڑا تھا۔ ان دو گھوڑوں میں ایک وہ بھی تھا جس پر میں سوار ہو کر کیمپ میں پہلے روز آیا تھا۔ اس گھوڑے کے دیکھنے سے میری سمجھ میں آیا کہ یہ دونوں درحقیقت میرے ہمراہی ہیں جو بھیس بدل کر آئے ہیں۔

سا داری جو زمیندار کے بھیس میں تھا بولا۔ "ہمیں یقین ہے کہ اب ہم لوگ بے کھٹکے جا سکتے ہیں اور کسی کو شبہ نہ ہوگا۔ جیرارڈ ذرا کمر جھکا کر بیٹھو بس اب چل کھڑے ہونا چاہیئے ورنہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائیگا۔"

اپنی عمر میں مجھ کو اکثر مہمات میں شریک ہونیکا موقعہ ملا ہے مگر یہ شام کی سواری شاید ہی کبھی دل سے محو ہو یا کسی مہم کی یاد ایسے نمایاں طور سے میرے دل میں منقوش ہو۔ سمندر کے اُس پار دُھندلا سا ساحل انگلستان نظر آرہا تھا۔ اس منظر نے میری نگاہوں کے سامنے خاموش قصبات۔ شہد کی مکھیوں کا بھنبھنانا اور اتوار کے روز گرجا کے گھنٹوں کا بجنا پیش کر دیا۔ ایشفورڈ کی چوڑی سڑک جس کے دونوں طرف سرخ اینٹوں کے مکان تھے اور وہ سرائے جس کی لٹکی ہوئی تختی ہر وقت ہوا سے ہلتی رہتی تھی۔ میری نگاہوں کے سامنے پھر گئی۔ میری عمر کا بڑا حصہ اس پرامن مقام میں گذرا تھا۔

اور اب میں ایک جیالے گھوڑے کی پشت پر سوار۔ توشہ دان میں پستولوں کی جوڑی بھرے فرانس کے خطرناک ترین سازشی کو گرفتار کرنے جا رہا تھا۔ ایسی حالت میں کچھ عجب نہیں کہ چند در چند خطرات و تغیرات کے باوجود اُس شام کی گھوڑوں کی سواری مجھ کو سارے واقعات سے زیادہ واضح طور پر یاد ہے۔ انسان کی زندگی میں ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ اُس میں ولولہ خیز واقعات سے دلچسپی نہیں ہوتی اور خانگی دلچسپیوں کے علاوہ اور کوئی شئے اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن اس وقت کا حال اِس انسان سے پوچھئے جس کی رگوں میں ابھی تک گرم جوانی کا خون لہریں مار رہا ہو۔

بولون کے اونچے حصہ پر گذرنے کے بعد ہم لوگوں کا راستہ اُس دلدل میں سے ہو کر گذرتا تھا جس میں میں ایک مرتبہ بھٹک رہا تھا۔ ہم جھاڑیوں اور دلدل میں بڑھتے چلے جا رہے تھے کہ قلعہ گرد بانی کا سیاہ برج بائیں طرف نظر آیا۔ ساواری کی رہنمائی میں ہم لوگ اس مقام سے داہنی طرف ایک سڑک پر مڑ گئے جو بہت نشیب میں واقع تھی۔ اِس سڑک کے بعد ایک پہاڑی ملی اُس پہاڑی کے بعد ایک اور ڈھال جس کے بعد پرانی چکی منظر آنے لگی جو شام کی تاریکی میں اس وقت سیاہ معلوم ہو رہی تھی۔ چکی کی سب سے اونچی کھڑکی ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنوں میں خون کی طرح سرخ تھی۔ دروازہ سے لگی ہوئی ایک گاڑی اناج کے بوروں سے بھری ہوئی کھڑی تھی۔ گاڑی کے تم زمین پر رکھے ہوئے تھے۔ اور گھوڑے علیحدہ ایک مقام پر گھاس چر رہے تھے۔ ہم لوگ دیکھ رہے تھے کہ ایک عورت اِس میدان میں نظر آئی جو اپنی آنکھوں پر ہاتھ کی آڑ کئے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ ساواری نے نہایت اشتیاق سے کہا "دیکھا۔ اِس وقت وہ یقیناً موجود

ہے ورنہ اس [illegible] دیکھنے کا کیا مطلب اور اس کی ضرورت بھی کیا تھی۔ آؤ کہ اس
پہاڑی کی [illegible] تاکہ جب تک دروازہ پر نہ پہنچ جائیں
کوئی [illegible]

[illegible] تو سیدھا سرپٹ ڈال دیں گے"
مگر [illegible] اس وقت دور کا راستہ ہی زیادہ
محفوظ ہے۔ ہم [illegible] سڑک پر ہیں معمولی مسافر سمجھے جائیں گے"

بڑی بے پروائی کے انداز سے ہم راستہ پر چلنے لگے حتی کہ ایک چیخ
کی آواز سن کر ہماری نگاہیں اٹھ گئیں اور اس وقت ہم نے دیکھا سڑک کے
کنارے ٹیکری پر وہ عورت کھڑی نہایت مشتبہ نظروں سے ہماری طرف
دیکھ رہی ہے۔ میرے ہمراہیوں کے ٹھاٹ باوجود کوشش کے سپاہیانہ
معلوم ہوتے تھے اور اسی وجہ سے اس کا شبہ یقین سے تبدیل ہو گیا۔ ہم
نے دیکھا ایک لمحہ کے اندر اس نے اپنے کندھے سے شال اتار کر ہوا میں
نہایت بدحواسی سے ہلانا شروع کیا۔ سواروں نے اس پر لعنت بھیجی گھوڑے
کو ایڑ دی اور سیدھا چکی کی جانب گھوڑا چھوڑ دیا۔ میں اور جیرارڈ ساتھ تھے۔
ہم لوگ عین وقت پر پہنچے۔ دروازہ سے سو ہی قدم پر ہونگے کہ ایک
شخص نے دروازہ میں سے نکل کر چاروں طرف دیکھا۔ زبردست موٹے موٹے
بالوں کی داڑھی۔ کشادہ سینہ اور گول کندھے دیکھ کر مجھ کو یقین ہو گیا
کہ وہ [illegible] ہے۔ ایک نگاہ میں وہ سمجھ گیا کہ اس کا بچ کر نکلنا مشکل ہے
چنانچہ وہ پھر دوڑ کر چکی میں داخل ہو گیا۔ اور زور سے بھاری دروازہ بند کر لیا۔
دو [illegible] گھوڑے [illegible] سوار [illegible] کہا
چکی [illegible] چھوٹی سی [illegible] نوجوان سوار فوراً [illegible]

نیچے آیا اور نہایت پھرتی سے کھڑکی میں پہنچ گیا۔ ایک لمحہ کے اندر وہ کھڑکی سے کودا اور جاکر اُس نے ہم لوگوں کے لئے دروازہ کھول دیا۔ اس کام میں اُس کے ہاتھ اور چہرہ پر گہری خراش آگئی اور خون بہنے لگا۔

"وہ زینہ پر بھاگ گیا ہے" اُس نے کہا۔

ساواری نے گھوڑے سے کود کر کہا "تو پھر جلدی کی حاجت نہیں۔ وہ ہم لوگوں سے بچ کر نہیں جا سکتا لفٹننٹ جیرالڈ، تم نے بڑی بہادری سے کام لیا ہے۔ مگر چوٹ تو نہیں لگی؟"

"نہیں صرف چند خراشیں آئی ہیں کچھ زیادہ نہیں"۔

"اچھا پستول تیار رکھو۔ چکی والا کہاں ہے۔؟"

ایک پستہ قد آدمی نے دروازے سے نکل کر کہا "کیوں کیا ہے؟ ڈاکوؤ تم اس طریقہ سے میری چکی میں کیوں گھس آئے۔ میں عادت کے موافق بیٹھا چائے پیتا اور اخبار پڑھ رہا تھا کہ اچانک تم میں سے ایک شخص کھڑکی میں گھس آیا۔ شیشے ٹوٹ کر بکھرے اور پر ٹوٹ کر گرے اور اس ایک آدمی نے اپنے دو اور ہمراہیوں کے لئے دروازہ کھول دیا۔ ایک کرایہ دار سے کہا گیا زحمت تھی کہ دوسرے اور آدھمکے"۔

"سنو تمہارے مکان میں جرمنی اور جاسوس ٹوساک موجود ہے"۔

"ٹوساک!" چکی والے نے کہا "نہیں نہیں اُس کا نام مارس ہے اور وہ ریشم کا سوداگر ہے"۔

"ہمیں اُسی کی جستجو ہے اور ہم بحکم شہنشاہ حاضر ہوئے ہیں"۔

چکی والا یہ سن کر دھک سے رہ گیا اور کہنے لگا "مجھ کو کیا معلوم کہ وہ کون ہے۔ اُس نے معقول کرایہ ادا کیا اور اس وجہ سے میں نے غیر ضروری

سوالات پوچھنے مناسب نہ سمجھے۔ اس زمانہ میں ہر شخص کا چال چلن دریافت نہیں ہو سکتا۔ بہر حال اگر یہ سرکاری معاملہ ہے تو میں دخل دینا نہیں چاہتا۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ خط موصول ہونے سے پیشتر وہ نہایت خاموشی کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔"

"کیسا خط۔ دیکھو ذرا سمجھ کر جواب دینا ایسا نہ ہو کہ تیرا سر بھی جلاد کی ٹوکری میں دکھائی دے"

"یہ خط ایک عورت لائی تھی۔ میں جو کچھ جانتا ہوں وہی بتا سکتا ہوں۔ اُس خط کے دیکھنے کے بعد سے وہ دیوانہ وار بکتا رہا کسی شخص کا نام لے لے کر قسمیں کھاتا تھا کہ بغیر اُس کی جان لئے نہ چھوڑونگا۔ اگر خدا اُس سے چھٹکارا دل دے تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔"

ساواری نے نیام سے تلوار کھینچکر کہا "ہم اپنے گھوڑے یہیں چھوڑ دو۔ چالیس فٹ کی بلندی تک کوئی کھڑکی نہیں اس لئے وہ کود کر بھاگ نہیں سکتا۔ پستول بھر لو وہ ابھی قبضہ میں آیا جاتا ہے۔"

زینہ چکردار چوبی اور کافی بلندی تک گیا ہوا تھا۔ لکڑی اوپر یہاں دیکھ کر معلوم ہوا کہ تو ساک اسی جگہ پر مقیم ہے۔ بہر حال اب اُس کا پتہ نہ تھا۔ معلوم ہوتا تھا وہ دوسرے زینہ پر چڑھ گیا۔ ہم جب آخری زینہ پر پہنچے تو دیکھا دروازہ آگے بند ہے اور ہمارا راستہ رکا ہوا ہے۔

ساواری نے پکار کر کہا "اپنے آپ کو حوالہ کر دو۔ اب ہم لوگوں سے بچکر نکل جانے کی کوشش بیکار ہے۔"

دروازہ کی پشت پر ایک کرخت قہقہہ کی آواز آئی اور جواب ملا۔ "میں ہتھیار ڈالنے والوں میں نہیں ہوں۔ البتہ تم سے معاملہ کرنے

کو تیار ہوں۔ آج رات مجھ کو ایک ضروری کام انجام دینا ہے۔ اگر آج رات کی مہلت دے دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل میں آکر اپنے آپ کو حوالہ کر دوں گا۔ مجھے ایک قرضہ ادا کرنا ہے اور صرف آج معلوم ہو سکا کہ میں کس کا مقروض ہوں۔"

"تمہارا سوال پورا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس صورت میں تم بڑی مصیبت سے بچ جاؤ گے۔"

"میں ایسی درخواست نہیں منظور کر سکتا۔ تمہیں اپنے آپ کو حوالہ کر دینا چاہیے۔"

"اس کے بدلے تمہیں بہت کچھ زحمت برداشت کرنی ہوگی۔"

"بہر حال اب تم بھاگ نہیں سکتے ... آؤ ہم لوگ سب کندھے لگا کر دروازہ توڑ ڈالیں۔"

یکایک دروازے کے اس جانب سے پستول چلنے کی آواز آئی اور ایک گولی دروازہ کے سوراخ میں سے گذر کر ہم لوگوں کے پاس سے گذرتی ہوئی جا کر سامنے کی دیوار میں پیوست ہو گئی۔ ہم سب دروازہ پر ٹوٹ پڑے۔ دروازہ بھاری ضرور تھا مگر پرانا ہونے کی وجہ سے گل چکا تھا۔ ایک مرتبہ زور کرنے سے دروازہ گرا اور ہم لوگ تلواریں لے کر گھس گئے۔ دیکھا تو کمرہ خالی تھا۔

ساواری نے کمرہ میں شیر کی طرح آنکھیں پھیر کر دیکھا اور کہنے لگا،

"یہ کمرہ سب سے اونچا ہے۔ اس کے اوپر اور عمارت نہیں ہے۔"

جس کمرہ میں ہم تھے مربع شکل کا اور بالکل خالی تھا۔ ایک جانب لکڑی کی ایک میز پڑی تھی اور اس کے پاس ابھی کا جلا ہوا ایک [illegible] لیمپ رکھا تھا جس سے اب تک دھواں نکل رہا تھا۔ ہم لوگ

جھانک کر نیچے دیکھا تو سب کے منہ سے بیساختہ چیخ نکل گئی۔
زمین اتنی نیچی تھی کہ دوسرا کوئی ایسی بلندی سے کود کر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ ٹوساک نے بوروں کی لدی ہوئی گاڑی سے فائدہ اٹھایا جو میں پیشتر کہہ چکا ہوں کہ دروازہ سے لگی ہوئی کھڑی تھی۔ اس کی وجہ سے کچھ تو فاصلہ کم ہوگیا اور کچھ وہ زمین پر سیدھا گرنے سے بھی بچ گیا۔ مگر پھر بھی فاصلہ کافی تھا۔ اور ہم لوگوں نے دیکھا کہ وہ بوریوں پر پڑا بیل کی طرح ہانپ رہا ہے۔ ہماری چیخ سن کر اس نے اونچی نظر اٹھا کے ہماری طرف دیکھا پھر ہم پر گھونسہ تانا۔ اس کے بعد وہ گاڑی سے لڑھک کر نیچے آیا اور کود کر سواری کے مشکی گھوڑے پر سوار ہوگیا اور سوار ہوتے ہی گھوڑے کو میدان میں سرپٹ چھوڑ دیا۔ اس کی داڑھی ہوا میں لہرا رہی تھی اور ہماری گولیاں ادھر ادھر خالی جا رہی تھیں!۔

جس تیزی سے ہم لوگ زینوں سے اتر کر چکی کے کھلے ہوئے دروازہ پر پہنچے ہیں اس کا حال بیان نہیں ہو سکتا مگر باوجود اس قدر تیزی کے وہ بہت آگے نکل چکا تھا اور جب تک ہم اور جیرارڈ گھوڑے پر سوار ہوں وہ دور ڈھلوان سبزہ زار پر نظر آنے لگا۔ اب اندھیرا بھی بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اس سے بائیں جانب وہ دلدل تھی جس میں پہنچ کر ہم لوگ اس کا تعاقب نہ کر سکتے تھے۔ صورت حال اس کے موافق تھی۔ مگر اس نے باگ نہ موڑی اور سیدھا اسی راستہ پر چلا گیا جس سے وہ سمندر سے اور بھی دور ہوتا جاتا تھا۔ ہم لوگوں کو برابر یہ کھٹکا تھا کہ اب وہ دلدل کی جانب مڑ کر نکل بھاگے گا مگر ٹوساک سیدھا گھوڑا اڑائے چلا جا رہا تھا۔ آخر وہ جا کہاں رہا تھا؟۔ اس نے ایک مرتبہ بھی باگ نہ موڑی

اور نہ مڑکر دیکھ بلکہ ایک خاص مقصد دل میں لئے ہوئے یہ بڑھا چلا گیا۔
لفٹنٹ جیرارڈ اور میں کوساک کے مقابلہ میں ہلکے اور گھوڑے تینوں برابر کے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ درمیان میں فاصلہ برابر کم ہوتا جاتا تھا۔ اگر کوساک نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائے تو اس کا گرفتار ہونا یقینی تھا۔ مگر یہ کھٹکا ضرور تھا کہ ایسا نہ ہو اس حصہ ملک سے بہتر واقفیت رکھنے کی وجہ سے وہ ہمیں جھٹکا دے۔ جس قدر ہم لوگ پہاڑیوں سے نیچے کی جانب اترتے تھے اسی قدر دل ڈوبتا جاتا تھا مگر بلندی پر آکر پھر ہمت بندھ جاتی تھی کیونکہ وہ پھر نظر کے سامنے آجاتا تھا۔
مگر آخر کار جس بات کا ڈر تھا وہی ہوئی۔ ہم لوگ بمشکل دو سو قدم پیچھے ہوں گے کہ کوساک نظروں سے غائب ہو گیا۔ پہلے وہ کسی قدر بلند زمین کے پیچھے ہو گیا تھا مگر جب چوٹی پر پہنچ کر دیکھا تو لا پتہ تھا۔
جیرارڈ کا گیسکن خون کھول رہا تھا اور اس نے چیخ کر کہا "وہ بائیں جانب ایک سڑک ہے بڑھو میرے دوست بائیں جانب چلو۔"
میں نے کہا "ٹھہرو بائیں جانب ایک پگڈنڈی ہے بہت ممکن ہے وہ ادھر گیا ہو۔"
"اچھا تو تم ادھر جاؤ اور میں ادھر جاتا ہوں۔"
"سنو میرے کانوں میں ٹاپوں کی آواز آ رہی ہے۔"
"ہاں ٹھیک ہے یہ اسی کا گھوڑا ہے۔"
ایک بڑا مشکی گھوڑا جو یقیناً جنرل ساواری کا تھا فوراً ہی گھنی جھاڑیوں سے نکلا مگر زین خالی تھی میں نے کہا اس نے انہی جھاڑیوں میں چھپ رہنے کی کوئی جگہ ڈھونڈ لی ہے۔
جیرارڈ گھوڑے سے کود پڑا تھا اور بھاگ ہاتھ میں لئے بڑھ رہا تھا۔

میں نے بھی اُس کی تقلید کی اور ایک منٹ کے اندر ہم لوگ ایک چکر دار راستہ سے گذر کر کھربا کی کان تک پہنچ گئے۔

"اُس کا کوئی پتہ نہیں ہے" جیرارڈ نے کہا "افسوس ہاتھ سے نکل گیا۔"

فوراً ہی میری سمجھ میں سارا معاملہ آ گیا۔ چکی والے نے ٹوماک کے مجنونانہ غصہ کا ذکر کیا تھا، یہ غصہ یقیناً اس وجہ سے تھا کہ اُس کے مخبر کا علم اُسے ہو گیا تھا۔ اُس کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ کس شخص نے اُسے گرفتار کرانے کی کوشش کی۔ اُس کی معشوقہ نے کسی صورت سے اُس کا پتہ لگا لیا تھا اور اطلاع کر دی تھی۔ وہ ایک روز کی مہلت محض میرے ماموں سے بدلہ لینے کے لئے چاہتا تھا۔ محض اِس ایک غرض کے پورا کرنے کے لئے وہ اس بلندی سے کود کر گھوڑے پر سوار ہو کر کھربا کی کان تک آیا تھا۔ یقیناً یہ وہی خفیہ زمین دوز راستہ تھا جو قلعہ گرو بائی تک جاتا تھا جس سے ٹوماک ماموں سے خفیہ ملاقاتوں کی وجہ سے واقف ہو گیا تھا۔ میں نے دو مرتبہ غلطی کی مگر تیسری مرتبہ ٹیکری کی چوٹی پر پہنچ گیا اور جھاڑیاں دور کر کے وہ مختصر راستہ ڈھونڈ نکالا جو اس وقت تاریکی میں مشکل سے نظر آتا تھا۔ ہم لوگ راستہ تلاش کر ہی رہے تھے کہ سواری بھی پیدل دوڑتا ہوا آ پہنچا۔

اب ہم دونوں نے گھوڑے چھوڑ دئے اور وہ دونوں آدمی میری رہنمائی میں اس تنگ سرنگ کے راستہ میں داخل ہو کر آگے کشادہ مقام تک پہنچ گئے۔ ہمارے پاس روشنی نہ تھی اور اندر قیامت کا اندھیرا تھا۔ مگر ہم لوگ گرتے پڑتے آگے بڑھے۔ ایک ہاتھ سے دیوار کا سہارا لیئے تھے مگر اس پر بھی پتھروں سے سیکڑوں بار ٹھوکر لگی۔ اُس روز جب ماموں روشنی لیئے ساتھ تھا یہ راستہ کچھ بھی طویل معلوم نہ ہوتا تھا مگر اس وقت تاریکی

اور اضطراب کے باعث معلوم ہوتا تھا کہ راستہ شروع ہوا ہے تو ختم ہی نہ ہوگا۔ ساواری کی بھاری آواز بار بار مجھ سے سوال کرتی تھی کہ آخر اس چھچھوندر کے بِل میں کب تک رینگنا پڑے گا۔

"خاموش!" رچرڈ نے یکایک کہا "سامنے سے کچھ آواز آ رہی ہے"۔

ہم لوگوں پر گہری خاموشی چھا گئی اور کھڑے ہو کر اُس آواز کو سننے کی کوشش کرنے لگے۔ دور فاصلہ پر ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کوئی دروازہ کو چولوں سے اُتار رہا ہے۔"

ساواری نے بے صبری سے کہا "بڑھو بڑھو۔ وہ بدمعاش یہیں ہے۔ اب وہ یقیناً ہمارے قابو آیا چاہتا ہے"۔ مگر مجھ کو سخت اندیشہ تھا۔ مجھے یاد تھا ماموں نے اندر جانے کے دروازہ کو کسی کھٹکے سے کھولا تھا۔ اِس آواز سے معلوم ہوا کہ لوساک کو بھی اِس کی ترکیب معلوم تھی۔ مگر بالفرض وہ دروازہ اندر سے بند کر دے؟... مجھ کو دروازہ کی مضبوطی اور لوہے کے پتّر یاد تھے۔ اس لئے بالکل ممکن تھا کہ آخری منزل میں ایک زبردست اور ناقابلِ عبور رکاوٹ کا سامنا کرنا پڑے اور ہم ناکام رہ جائیں۔ خیر ہم لوگ اندھیرے میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ یکایک مارے خوشی کے میرے منہ سے چیخ نکل گئی کیونکہ فاصلہ پر ایک ٹمٹماتی ہوئی زرد روشنی نظر آ رہی تھی جو اندھیرا گھپ ہونے کی وجہ سے کچھ کچھ ظاہر ہوتی تھی۔ دروازہ کھلا تھا۔ انتقام کے مجنونانہ جوش نے لوساک کو تعاقب کرنے والوں سے بے خبر بنا دیا تھا۔

اب ٹٹولنے کی حاجت نہ تھی۔ ہم لوگ ایک راستہ سے گذر کر چکّردار زینہ پر پہنچے۔ اِس کے بعد دوسرا دروازہ ملا اور اُس کے بعد پتھر کا فرش بچھا ہوا قلعہ گروہائی کا پہلو والا کمرہ جس کے سرے پر آج بھی تیل کا چراغ جل

رہا تھا۔ ایک خوفناک چیخ سے... خوف اور تکلیف کی ایک گہری چیخ سے کمرہ گونج اُٹھا۔

"ارے وہ مارے ڈالتا ہے، وہ اُسے مارے ڈالتا ہے" کہتی ہوئی ایک خادمہ کمرہ سے بھاگتی راستہ میں آئی اور پھر چیخنے لگی "مدد! مدد! وہ موسیو برناک کو قتل کئے ڈالتا ہے"

ساواری نے چیخ کر پوچھا "کہاں ہے؟"

"وہاں کتب خانہ میں وہ بند ہے۔ وہ دروازہ"

پھر ایک خوفناک چیخ سنائی دی اور آخرکار آواز مدھم پڑ گئی۔ انگلیوں کے چٹخانے کی سی آواز پیدا ہوئی مگر معمولی آواز سے زیادہ بلند۔ ہم لوگ کمرہ میں دوڑے گئے۔ اور سخت دل ساواری اور نڈر لفٹ دونوں کمرہ کا منظر دیکھ کر اپنی جگہ پر رہ گئے۔

معلوم ہوتا تھا ماموں میز پر بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا اور قاتل کے داخل ہونے کے وقت اُس کی پیٹھ دروازہ کی طرف تھی۔ پہلی چیخ ماموں کے منہ سے اُس وقت نکلی تھی جب اُس نے اُس کا ہیبت ناک چہرہ دیکھا۔ دوسری جب اُس زبردست ہاتھ نے اُس کی گردن گرفت میں لی مگر جس وجہ سے ہم لوگوں کے چہرے زرد پڑ گئے وہ منظر اور تھا۔ معلوم ہوتا تھا ماموں کا سر بالکل مروڑ دیا گیا۔ اُس کا وحشتناک بگڑا ہوا چہرہ کندھوں کے بیچ سے نکلا ہوا نظر آتا تھا۔ میں اکثر خواب میں اُس کا گول چہرہ۔ باہر کو نکلی ہوئی آنکھیں اور خوفناک کھلا ہوا منہ اب بھی دیکھتا اور سہم کر اچھل پڑتا ہوں۔ قریب ہی لوسا کھڑا تھا چہرہ پر کامیابی کی مسرت دوڑی ہوئی اور وہ اپنے زبردست ہاتھ سینے پر باندھے ہوئے تھا۔

"دوستو تمہیں بہت دیر ہو گئی" اُس نے کہا "دیکھو آخر کار میں نے اپنا قرضہ ادا کر دیا"

اس موقعہ پر ساواری نے حکم دیا "اپنے آپ کو حوالہ کر دو"

"گولیاں چلاؤ" اُس نے سینہ پر سر جھکا کر کہا "تم سمجھتے ہو میں تمہارے ان ذلیل ہتھیاروں سے ڈرتا ہوں کیا تمہارا خیال ہے تم مجھ کو زندہ گرفتار کر لو گے۔ میں یہ خیال تمہارے دِل سے ابھی نکالے دیتا ہوں"

اتنا کہہ کر اُس نے فوراً گھوم کر سر سے اونچی کرسی اُٹھالی اور نہایت تیزی سے ہم لوگوں کی طرف بڑھا۔ تینوں آدمیوں نے ایک دم اُس کے جسم میں گولیاں جھونک دیں مگر اس دیو کو کون روک سکتا تھا۔ زخموں سے خون کے فوارے چھوٹ رہے تھے مگر وہ کرسی گھمائے جاتا تھا۔ خوش قسمتی سے اُس کی بصارت نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اُس کی ضرب میز کے کونہ پر پڑی جس کے ٹکڑے ٹکڑے اُڑ گئے۔ پھر دیوانوں کی طرح اُس نے ساواری پر جست کی اور اُس کو لے کر زمین پر آگیا۔ اُس کی انگلیاں ساواری کی گردن پر پہنچ چکی تھیں کہ میں نے اور جیرارڈ نے اُس کا ہاتھ گھسیٹ لیا ہم تینوں آدمی کچھ کمزور نہ تھے مگر وہ اکیلا ہم سب پر بھاری تھا مگر اس کے بدن سے خون تیزی سے جاری تھا اور ہر لمحہ اُس کی قوت گھٹتی جاتی تھی۔ ایک آخری زبردست کوشش کر کے وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور ہم سب ..... اُس کے جسم سے یوں لٹکتے ہوئے اُٹھے جیسے تازی کتے زخم خوردہ ریچھ کے جسم سے۔ غصہ اور ناامیدی کی وجہ سے اس کے منہ سے ایک زبردست گرج پیدا ہوئی جس سے پورا اگلا تہہ ہل گیا۔ اس گرج کے بعد ہی اُس کے پاؤں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ زمین پر بے جان

گوشت کا لوتھڑا ہو کر گر پڑا۔ اُس کی سیاہ داڑھی چھت کی طرف اُٹھی ہوئی تھی، ہم لوگ ہانپ رہے تھے مگر اس کے باوجود تیار تھے کہ اگر وہ حرکت کرے تو پھر جھپٹ پڑیں لیکن اُس کا کام تمام... ہو چکا تھا۔!

ساواری پر مردنی سی چھائی ہوئی تھی اور وہ اپنا پہلو ہاتھ سے دبائے میز سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ یہ معمولی بات نہ تھی کہ وہ اُن زبردست ہاتھوں کی گرفت میں آ چکا تھا۔

کہنے لگا "مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ ریچھ نے پکڑ کر دبوچ لیا ہے۔ شکر ہے فرانس میں ایک خطرناک آدمی کم ہو گیا۔ شہنشاہ کا ایک جانی دشمن ہلاک ہوا۔ مگر وہ بڑا بہادر تھا۔"

جیرارڈ نے نہایت افسوس کے لہجہ میں کہا "وہ کتنا زبردست سپاہی ہوتا۔ سواران برکینی کی کوارٹر ماسٹری کے کس قدر اہل تھا مگر وہ کتنا بے وقوف تھا کہ شہنشاہ کی مخالفت پر کمربستہ ہوا۔"

میں ایک عجیب اضمحلال کی حالت میں بیٹھ گیا مجھ کو کشت و خون کے واقعات دیکھنے کا کم اتفاق ہوا تھا اور پھر یہ واقعہ تو ایسا تھا کہ سنگدل سے سنگدل پر اثر پڑتا۔ ساواری نے مجھے اپنی بوتل میں سے تھوڑی سی شراب دی اور ایک بڑا سا پردہ پھاڑ کر ٹوساک کی لاش کو چھپا دیا۔

"اب یہاں رہنے سے کیا فائدہ" اُس نے کہا "مجھے جس قدر جلد ہو سکے واپس جا کر شہنشاہ کو اس کی رپورٹ کرنا ہے۔ مگر برناک کے تمام کاغذات لے لینے چاہئیں کیونکہ وہ بعض اور سازشوں سے متعلق ہیں۔"

یہ کہہ کر اُس نے بہت سے کاغذات جو میز پر پھیلے ہوئے تھے جمع کیے اُن ہی میں ایک خط وہ بھی تھا جو اس کے سامنے میز پر رکھا ہوا تھا اور جو غالباً

ڈوساک کے آنے سے پیشتر ہی لکھا گیا تھا۔

ساوارہی نے اُسے دیکھ کر کہا "آہ یہ کیا معلوم ہوتا ہے دوست برناک بھی خطرناک تھے" یہ کہہ کر اُس نے خط کا مضمون سنایا جو حسب ذیل تھا۔

"میرے بھائی کیٹول - مہربانی کر کے بولپی ڈاک اُس پھیکے ست کی ایک شیشی بھیجدیجئے جو تین سال قبل آپ نے بھیجی تھی - میرا مطلب اُس اخروٹ کے تیار کئے ہوئے عرق سے ہے جس سے کوئی علامات پیدا نہیں ہوتیں - مجھ کو ہفتہ آیندہ میں اُس کی سخت ضرورت پیش آئے گی - براہ کرم دیر نہ کیجئے شہنشاہ سے کبھی سفارش وغیرہ کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہئے گا میں ہمیشہ آپ کے کام کے لئے تیار رہونگا"

ساوارہی نے خط اُلٹ کر دیکھا اور کہا "ایمین کے دواساز کے نام معلوم ہوتا ہے حضرت علاوہ دیگر صفات کے قاتل بھی تھے - خدا جانے یہ بے نشان زہر کس کے لئے منگوایا گیا تھا"

"میں نے کہا "خدا جانے"

کچھ بھی سہی آخر میرا ماموں تھا اور پھر مرنے کے بعد ان باتوں کے اظہار سے فائدہ بھی کیا ہوتا ؟

باب سہم

امتحان

جنرل ساواری گھوڑے پر سوار سیدھا شہنشاہ کی خدمت میں پانٹ ڈی بریگز پہنچا اور جیرارڈ میرے ساتھ میرے مکان پر آیا تاکہ کچھ پی کر طبیعت سنبھالی جائے۔ مجھے توقع تھی کہ میری بہن سبل بھی وہیں ہوگی مگر یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ وہ لاپتہ ہے۔ وہ یہ کہہ کر بھی نہ گئی تھی کہ کہاں جا رہی ہے۔

دوسرے دن صبح صادق کو میں نے دیکھا شہنشاہ کا ایک سپاہی میرا شانہ ہلا رہا ہے۔ میرے چونکنے پر اس نے کہا "موسیو ڈی لاول شہنشاہ آپ کو یاد فرماتے ہیں"

"کہاں تشریف رکھتے ہیں؟"

"پانٹ ڈی بریگز میں"

مجھے معلوم ہو چکا تھا کہ اگر شہنشاہ کے دربار میں ترقی کرنا ہو تو پھرتی کی بے حد ضرورت ہے۔ چنانچہ میں دس منٹ کے اندر گھوڑے کی پیٹھ پر تھا اور آدھ گھنٹہ کے عرصہ میں کوٹھی کے دروازہ پر جا پہنچا۔

اوپر ایک کمرہ میں شہنشاہ اور جوزیفائن دونوں موجود تھے۔ ملکہ ایک مسہری پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی اور نہایت خوبصورت گلابی گون پہنے ہوئے

تھی جس میں لیس لگی تھی۔ شہنشاہ حسب معمول کمرہ میں ٹہل رہا تھا اور ایک عجیب پوشاک پہنے ہوئے تھا جو وہ ہمیشہ دربار جانے سے قبل پہنا کرتا تھا یعنی شب خوابی کا نیلا سوٹ۔ سرخ ترکی سلیپر اور سفید رومال جو سر سے بندھا رہتا تھا۔ اس وضع میں وہ کوئی ویسٹ انڈین کاشتکار معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے جسم سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں جن سے پتہ چلتا تھا کہ ابھی غسل کرکے آیا ہے۔ وہ اُس وقت بے حد خوش مزاج تھا اور ملکہ بھی حسب معمول اُس کے جذبات سے منعکس ہو رہی تھی۔ چنانچہ جب میں داخل ہوا تو میرے سامنے دو متبسم چہرے تھے۔ یہ بات مشکل یقین میں آنے والی تھی کہ یہ متبسم چہرہ اور بیدار نگاہ اُس شخص کی تھی جو کل دربار میں آندھی کی طرح آیا اور جس طرف سے ہوکر گذرا عرق آلود رخسار اور منفعل نگاہیں اپنی یادگار چھوڑ گیا تھا۔

شہنشاہ نے مجھ سے مخاطب ہوکر کہا "تم نے ابتدا ہی میں بہ حیثیت ایڈی کانگ اپنے فرائض نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ ساواری نے مجھ سے کل واقعہ بیان کیا ہے۔ اس سے بہتر انتظام ممکن نہ تھا۔ مجھ کو ان باتوں پر غور کرنے کی فرصت نہیں مگر ٹوساک کے مرنے کے بعد ملکہ اب آرام کی نیند سوسکیں گی۔"

"سچ ہے وہ بڑا خطرناک آدمی تھا۔" ملکہ نے کہا۔ "بیکنڈا اور ڈل بھی خطرناک تھا یہ دونوں بلا کے آدمی تھے۔"

نپولین نے ملکہ کا سر تھپک کر کہا۔ "جوزفائن میں اپنے ستارہ سے واقف ہوں۔ میں اپنے مستقبل کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں اور ٹھیک ٹھیک جانتا ہوں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ جب تک میں اپنا کام

ختم نہ کرلوں گا مجھے کوئی شئے نقصان نہیں پہنچا سکتی - عرب قدر کے قائل ہیں اور عرب حق پر ہیں۔"

"لیکن جہاں پناہ اگر ہر شئے تقدیر ہے تو پھر آپ تدبیر کیوں کرتے ہیں؟" ملکہ نے پوچھا۔

"میری کم عقل ملکہ! اس وجہ سے کہ یہ بھی تقدیر میں لکھا ہے کہ میں تدبیر کروں - دیکھو یہ بھی تو تقدیر ہی میں ہے کہ میرے پاس ایسا دماغ ہو جس میں تدابیر نکالنے کی صلاحیت ہو - میں ہمیشہ پردہ میں بنیادیں ڈالتا رہتا ہوں - کوئی نہیں جانتا کہ میں کس ساخت پرداخت میں ہوں - یہاں تک کہ میری تعمیر درجہ تکمیل تک پہنچ کر ہی ظاہر ہوتی ہے - میری نگاہ کم از کم دو سال آگے رہتی ہے۔ ایم ڈی لاول میں آج ہی صبح ۱۸۱۲ء کے واقعات کے متعلق تدابیر اور تجاویز تیار کرنے میں مشغول تھا - تمہاری خوبصورت بہن نے ان معاملات کو بہت خوبی سے انجام دیا - بزدل لوسین لی سیج جو ایک ہفتہ سے اپنی جان بخشی کے لئے گڑگڑا رہا ہے اس بہادر لڑکی کے .... شایان شان نہیں - کیوں کس قدر افسوسناک بات ہے؟"

بیہا نے اس خیال کی تائید کی۔

"عورتوں کا یہ خاصہ ہے" نپولین نے کہا "وہ ہر وقت خواب و تخیل کی افسانہ طرازیوں میں محو رہتی ہیں - اس معاملہ میں وہ بالکل مشرقی لوگوں کی طرح ہیں جن کا خیال ہے کہ تاوقتیکہ انسان کا جسم شاندار نہ ہو وہ اچھا سپاہی نہیں ہو سکتا - مصر والوں نے آخر تک اس امر کے تسلیم کرنے سے انکار کیا کہ میں کلیبر سے بڑا جرنیل ہوں محض اس وجہ سے کہ اس کا جسم شاندار اور سرخ چہرہ کا ساتھا - یہی حال اس نامراد لی سیج کا ہے - چونکہ

اس کا چہرہ گول اور آنکھیں بیل کے بچّے کی سی ہیں اس لئے وہ جوانمرد ہے۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ اگر سبل اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے تو اس کا دل سبل کی طرف سے پھر جائیگا؟"

میں نے کہا "خداوند مجھ اس امر کا یقین ہے۔ مجھے اپنی بہن کا جو کچھ اندازہ ہوا ہے اُس کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ شاید ہی کسی کو اُس سے زیادہ کمینگی سے نفرت ہو گی جتنی سبل کو ہے"

"تم بہت جوش میں گفتگو کرتے ہو۔ ایسا تو نہیں تم بھی کچھ اُس کا اثر لئے بیٹھے ہو"

"خداوند میں تو عرض کر چکا ہوں کہ ..."

"چلو اچھا وہ سمندر پار ہے اور اب تک خدا جانے کیا کیا واقعات پیش آئے ہونگے"

اس وقت کانسٹنٹ نے کمرہ میں داخل ہو کر کہا "خداوند وہ حاضر ہے"

"اچھا چلو دوسرے کمرہ میں چلیں جوزیفائن تم بھی آؤ۔ یہ تجویز تمہاری ہے میری نہیں"

ہم لوگ ایک لمبے تنگ کمرہ میں داخل ہوئے۔ جس کے ایک جانب دو کھڑکیاں تھیں جن پر دو پردے کھنچے ہوئے تھے اور یہی وجہ تھی کہ کمرہ میں روشنی بہت کم تھی۔ دوسرے دروازہ پر مملوک رستم اور اس کے قریب ندامت اور افسوس کے انداز سے وہی شخص ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑا تھا جس کے متعلق ہم ابھی گفتگو کر رہے تھے۔ اس نے سہمی ہوئی آنکھیں اوپر اٹھائیں اور شہنشاہ کو دیکھ کر زرد پڑ گیا۔

نپولین پاؤں پھیلائے اور ہاتھ پیچھے باندھے ہوئے اُس کی جانب

غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور اُس سے بالآخر مخاطب ہو کر بولا "کیوں میرے بہادر دوست۔ تم نے اپنا ہاتھ جلا لیا اور اب اُمید ہے کہ آگ کے قریب پھر نہ آؤ گے۔ کیا اب بھی پیشہ سیاست اختیار کرنے کی ہوس ہے؟"

لی سیج نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا "بادشاہ سلامت میری اس غلطی کو نظر انداز کر دیجئے میں بقسم وعدہ کرتا ہوں کہ مرتے دم تک آپ کا نہایت وفادار رہونگا"

شہنشاہ نے ڈبیہ نکال کر حسب معمول نماس پتلون پر بکھیری اور کہا "اوہ۔ بات پتہ کی کہتے ہو۔ بے شک خوفزدہ آدمی سے بڑھ کر وفادار خادم مشکل سے ملتا ہے۔ مگر میں بہت سخت مالک ہوں"

"آپ کا جو حکم ہو میں ماننے کو تیار ہوں بشرطیکہ مجھ پر ایک بات منظور ہے اگر آپ میری غلطی سے درگذر کر دیں"

شہنشاہ نے کہا "سنو میری ایک عادت یہ ہے کہ میں اپنے خدام کو جس سے چاہتا ہوں بیاہ دیتا ہوں۔ کیا تم اس کے لئے تیار ہو"

شاعر کے چہرہ پر ذرا سی دیر کے لئے پس وپیش کے آثار پیدا ہوئے۔ وہ اپنے ہاتھ کو باندھتا اور کبھی کھولتا تھا مگر آخرکار اُس نے کہا "حضور والا کیا میں یہ دریافت کر سکتا ہوں کہ...."

"نہیں کچھ نہیں"

"مگر خداوند چند معاملات ایسے ہیں کہ...."

شہنشاہ نے غصہ کی آواز نکالی اور منہ پھیر کر کہا "بس بس میں بحث نہیں کرتا میں حکم دیتا ہوں۔ مجھ کو ایک نوجوان خاتون میڈموازل ڈی برگیرا کے لئے خاوند کی تلاش ہے۔ تم اُس سے شادی کرو گے یا جیل واپس جاؤ گے؟"

پھر ایک بار اُس کے چہرہ پر کشمکش کے آثار پیدا ہوئے وہ تذبذب کی

تکلیف میں تھا کہ شہنشاہ نے بلند آواز سے کہا "بس رستم سپاہیوں کو حاضر کرو"
"نہیں خداوند مجھے ایسا نہ کیجئے"
"رستم سپاہیوں کو بلاؤ"

"میں تیار ہوں خداوند میں تیار ہوں۔ آپ جس سے کہیں میں شادی کرنے کو تیار ہوں"
یہ کہنا تھا کہ دروازہ کے پیچھے سے "بدمعاش!" کی آواز کان میں آئی اور فوراً ہی
سبل پردہ ہٹا کر داخل ہوئی۔ اسکا چہرہ غصہ سے سرخ تھا اور آنکھوں سے نفرت برس
رہی تھی۔ اس کی کشیدہ اور نازک قامت غیض و غضب کے جوش میں آگے کو جھکی ہوئی تھی۔
اپنے محبوب کی بزدلی دیکھکر اُسے اسقدر غصہ آیا کہ شہنشاہ اور ملکہ کو بھی بھول گئی۔
چنگھکر بولی "بزدل نامرد لوگ مجھ سے تیری حقیقت بیان کرتے تھے مگر مجھے اُنکا یقین
نہ آتا تھا۔ مجھے یہ وہم بھی نہ تھا کہ روئے زمین پر ایسی ذلیل ہستی موجود ہو سکتی ہے۔ اُنکا
خیال تھا کہ وہ تیری قلعی کھول دیں گے۔ مگر میرا دعوے تھا کہ انہیں ناکامیابی ہوگی۔ مگر اُس
سب کا انجام یہ ہوا... تاہم خدا کا شکر ہے کہ حقیقت جلد آشکارا ہو گئی۔ سوچ تو سہی میں نے
تیرے لئے ایک ایسے شخص کے قتل کا انتظام کیا جو تجھ ایسے ہزار سے بہتر تھا۔ ٹھیک
ہے مجھے اپنے فعل کی سزا مل گئی۔ یہ کام عورت کے کرنیکا نہ تھا۔ لوساک کو اسکا بدلہ ملگیا"
"بس۔ کانسٹنٹ بیڈموازل برناک کو اُس کمرہ میں پہنچا دو" شہنشاہ نے
درشتی سے کہا "دیکھئے حضرات آپ۔ میں اپنے دربار کی کسی خاتون کو اسقدر ذلیل
کرنا نہیں چاہتا کہ اُس کی شادی آپ سے کردوں۔ بس یہی کافی ہے کہ ساری قلعی کھل گئی
اور میڈموازل برناک نے ایک حماقت سے نجات پائی رستم قیدی کو لے جاؤ"
جب نامرد لی سیج کمرہ سے ہٹا دیا گیا تو شہنشاہ نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا "کیوں
موسیو ڈی لاول قہوہ اور ناشتہ کے درمیان اچھا خاصہ کام انجام پا گیا۔ جوزیفائین یہ
تمہاری تجویز تھی اور میں تمہیں داد دیتا ہوں ڈی لاول اس صلہ میں کہ تم نے طبقہ

امراء کے نوجوانوں کے لئے ایک مثال قائم کی اور ٹوساک کے معاملہ میں حصہ لیا میں تمہیں کچھ انعام دینا چاہتا ہوں۔ تم نے واقعی میری خوب خدمت کی ہے"

میرے دل میں بڑی تشویش پیدا ہوئی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے آخرکار میں نے کہا۔ "خداوند میں معاوضہ کا طلب گار نہیں ہوں"

"یہ تمہارا انکسار ہے۔ مگر میں تمہارا انعام تجویز کر چکا ہوں۔ تم کو اتنا گذارہ ملیگا کہ تم ایڈمی کانگ کی شان قائم رکھ سکو۔ میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ میں بڑے اہتمام سے ملکہ کی ایک سہیلی سے تمہاری شادی کر دوں" مجھ کو ایسا معلوم ہوا گویا کسی نے مجھکو سیسہ پلا دیا میں نے ہکلا کر کہا "لیکن حضور یہ نا غیر ممکن ہے"

"ناممکن۔ تمہیں جب میری ملازمت میں زمانہ گذریگا تو معلوم ہو جائیگا کہ لفظ ناممکن کو میں گوارا ہی نہیں کرتا۔ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ معاملہ طے ہو چکا ہے"

"خداوند میں ایک اور کو دل دے چکا ہوں۔ اور اب پھر نہیں سکتا"

شہنشاہ نے نہایت درشتی سے کہا "سچ ؟۔ اگر ضد پر قائم رہو گے تو میری ملازمت سے برطرف کر دیئے جاؤ گے"

اس ایک جملہ سے میری آرزوؤں کی تعمیر منہدم ہو گئی مگر آخر میں کرتا ہی کیا۔ میں نے جواب دیا "خداوند یہ میری زندگی کا بہت تلخ لمحہ ہے مگر میں عہد شکنی نہیں کر سکتا۔ خواہ مجھے گلی گلی بھیک مانگنا پڑے مگر میں شادی کروں گا تو یوجینی ڈی نوازیل سے ورنہ مدت العمر کنوارا ہی رہونگا"

ملکہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑکی کے قریب جا کر کہنے لگی "موسیو ڈی لاول فیصلہ کرنے سے پہلے کم از کم میری سہیلی کو ایک نظر دیکھ تو لو جسکو تم اس بری طرح مسترد کر رہے ہو"

اس نے تیزی سے پردہ اٹھا دیا اور میں نے دیکھا اس کے ادھر ایک عورت کھڑی ہے۔ اس عورت نے قدم آگے رکھا اور میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں نے

دوڑکر اسے آغوش میں لے رہا ہوں۔ اس قدر مبہوت تھا گویا خواب دیکھ رہا ہوں...
میری لوجینی کی پیاری متبسم آنکھیں میری نگاہوں میں پیوست ہوئی جاتی تھیں۔ جب تک میں نے بار بار اُس کے لبوں کے۔ رخساروں کے اور بالوں کے بوسے نہ لے لیئے مجھکو یقین نہ آیا کہ وہ لوجینی ہے۔
اس وقت ملکہ کی آواز میرے کان میں آئی "آؤ نپولین انہیں تنہا چھوڑ دو مجھے روشنا ترین کے واقعات یاد آتے ہیں اور رنج ہوتا ہے"

جلد چہارم ختم ہوئی

خاتمہ

یہ میرے مختصر افسانہ کا انجام ہے۔ بالآخر حسب معمول شہنشاہ کی تجاویز پوری ہو کر رہیں اور جیسا کہ اُس نے کہا تھا ایک ہفتہ میں ہم لوگوں کی شادی ہو گئی۔ اُس کے بعد اقنور اور دُور رس ہاتھوں نے میرے پھول کو انگریزی چمن سے چھنکر دوبار انگلستان کے اس پار پہنچا دیا تاکہ میری وفاداری مستقل ہو جائے۔ اعد ڈی لنڈ وارنیا کی موجودگی سے دربار کا اقتدار بڑھ جائے۔ عنقریب ایک وقت آئے گا جب ہبل کا نام تذکروں میں دیکھا جائیگا۔ کیونکہ چند سال کے بعد لفٹننٹ جیرارڈ سے اُس کا نکاح ہو گیا جو اُس وقت ترقی کر کے بریگیڈ کا کمان افسر ہو گیا تھا اور تمام افواج فرانس میں سب سے نامور سپہ سالار تھا۔

ممکن ہے آئندہ کسی موقعہ پر میں یہ بھی بیان کروں کہ میں کیونکر گروبائی کی جائداد پر قابض ہوا جو ٹوماک کے قتل اور ماموں کی بدکرداریوں کے باعث بہت مہیب معلوم ہوتی تھی۔ بہر حال میرا اور میرے سوانح کا تذکرہ کافی ہو چکا۔ تو سب سامعین اکتا گئے ہوں گے۔

رہا شہنشاہ نپولین جس کا ایک بے رنگ خاکہ میں نے ان صفحات میں پیش کیا ہے تو اس کے متعلق تاریخ شاہد ہے کہ دو بار انگلستان پر فوج اُتارنے

کے بعد فرانس واپس جزیرہ سلسلہ منقطع ہو جانیکے ڈرسے اُس نے بولون کا کیمپ خالی کر دیا۔ تاریخ سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ اُس نے اس فوج کو جو فتح انگلستان کے لئے تیار کی گئی تھی ایک سال آسٹریا اور روس اور دوسرے سال پرشیا کو کچلنے میں استعمال کیا۔ انگلستان پر حملہ کرنے کی تجویز بیچ میں ہی رہ گئی۔

جس روز سے میں اُس کی ملازمت میں داخل ہوا اُس روز سے لیکر اُس گھڑی تک جب وہ آخری مرتبہ بحر اوقیانوس کو روانہ ہوا۔ جہاں سے اُسے پھر واپس آنا نصیب نہ ہوسکا۔ جو وفاداری کے ساتھ اُس کی قسمت میں شریک رہا۔ اُس کے عروج کے ساتھ میرا عروج ہوا اور اُس کے زوال کے ساتھ میرا زوال۔ اس وقت بھی جب میں غور کرتا ہوں تو اپنے پرانے آقا کے متعلق یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بہت اچھا آدمی تھا یا بہت بُرا۔ صرف اِس قدر جانتا ہوں کہ وہ بہت بڑا آدمی تھا اور جن معاملات میں وہ شریک ہوتا تھا وہ بھی اِسقدر بڑے ہوتے تھے کہ معمولی پیمانوں سے انکے متعلق کام نہیں لیا جا سکتا۔

اب وہ انو یلیڈیز کے بڑے شرخ مقبرہ میں سو رہا ہے۔ خداوند اُس کو آرام دے۔ کام کرنے والے کا کام ختم ہو گیا۔ وہ زبردست بازو جس نے فرانس کی تعمیر سربفلک پہنچائی اور موجودہ یورپ کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اب خاک میں مل کر خاک ہو گیا ہے۔ قضا و قدر نے اُس کو آلہ کے طور پر استعمال کیا اور جب کام نکل گیا تو زمین میں سُلا دیا۔ مگر اُس کی یاد ہنوز زندہ ہے۔

ہاں اُس پستہ قد بھورے کوٹ والے کی یاد اب بھی زندہ ہے اور اُس کا اثر لوگوں کے اقوام اور افعال پر اب تک برقی اثر رکھتا ہے۔ بعض نے صفحات کے صفحات اُس کی تعریف میں رنگین کئے ہیں بعض نے اس کی مذمت میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دیئے ہیں مگر خود میری نیت اس قصہ کی تحریر سے ان

دونوں سے علیحدہ تھی۔ میری غرض صرف یہ تھی کہ جب میں پہلے پہل قلعہ گرو ہاں کو واپس ہوا اور شہنشاہ بولون میں فتح انگلستان کے لئے ایک کثیر فوج کے پڑا تھا تو اس وقت میرے دل میں اس کی جانب سے کیا خیالات پیدا ہوئے اور میرے قلب پر اس کے کیا اثرات منقوش ہوئے۔

ختم ہوا

پنجاب نیشنل پریس لاہور میں باہتمام سردار موہن سنگھ کے چھپا

بالکل نیا حیرت انگیز جاسوسی ناول

فومانچو کی تلاش

منشی نیر تھرام صاحب نیر فیروزپوری کے قلم سے

قبل ازیں آپ اس مردِ جرار و حیرت انگیز ڈاکٹر فومانچو کے کارنامے پڑھ چکے ہوں گے۔ لیکن نہ بھی پڑھے ہوں تو اس نئے ناول کے مطالعہ کے بعد یقیناً آپ اس مرد سیاہ کار کی ذات سے ایک طرح کی ہیبت ناک دلچسپی محسوس کریں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت جس کے ارادوں میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اس نئے ناول میں وہ ایک بدنصیب عورت کا پیچھا کر کے اس طرح کے بھیانک اور پُراسرار حالات میں اس کو ہلاک کرتا ہے کہ سکاٹ لینڈ یارڈ کا جاسوس ڈیمنر اور اس کا بے خوف نائب ساؤزبی دونوں اپنی متحدہ کوششوں کے باوجود اصل حقیقت کا پتہ لگانے سے قاصر رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آخر کار فرانس کے دفتر شورٹی کے سراغرساں ایم۔ گیسٹن میکس کو جس کے نام سے یقیناً آپ کے کان نا آشنا نہ ہوں گے۔ اس فرض کو اپنے ذمہ لیتا ہے۔

عمدہ دبیز کاغذ　　مجلد باتصویر　　قیمت ۱۲ /ر

ہم سے طلب کیجئے

زندگی اور ہستی بعد از مرگ کے ہوش ربا افسانے

خوفناک افسانے

از منشی نیرتھ رام صاحب۔ فیروز پوری

اسرار فنا اور ہستی بعد از مرگ کے افسانوں کا یہ مجموعہ اردو میں نئی چیز ہے۔ آدمی کی طبیعت جب لذیذ تر ترانے کھانوں کی کثرت سے سیر ہو جاتی ہے تو ذرا سی نمکین یا کسیلی چیز اس کے احساس پرُخوری کی اصلاح کا ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔ اسی طریقہ پر آپ جو عشق و محبت اور وفا و جفا کی حکایتیں پڑھتے پڑھتے شکم سیر ہو چکے ہیں ان افسانوں کے مطالعہ سے ایک نئی کیفیت حاصل کر سکیں گے۔ یورپ کے چند سربرآوردہ مصنفوں نے ان ہی حکایتوں کے ذریعہ سے اس پردہ کو جو زندگی اور موت کے درمیان حائل ہے کسی حد تک ایک طرف ہٹانے اور اس کے پس پشت مناظر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ سنسکرت میں اس قسم کا لٹریچر بہت تھا۔ مگر اردو ان چیزوں سے محروم ہے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھ کر ہی یہ مجموعہ جو دہشت انگیز ہونے کے باوجود نہایت درجے دلچسپ ہے۔ پیش کرنے کی جرات کی گئی ہے۔ وہ حیرت انگیز حقیقتیں جو موت کے پس پردہ دیکھی گئیں۔

عمدہ سفید کاغذ   مجلد با تصویر   قیمت عہ/

ہم سے طلب کیجئے